حیات صدر الافاضل
(قدس سرہ)
صدر الافاضل مولینا مفتی محمد نعیم الدین قدس سرہ
ادارہ نعیمیہ رضویہ سواد اعظم لاہور
موچی گیٹ

إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا

فضل العالم على العابد كفضل القمر ليلة البدر على سائر الكواكب
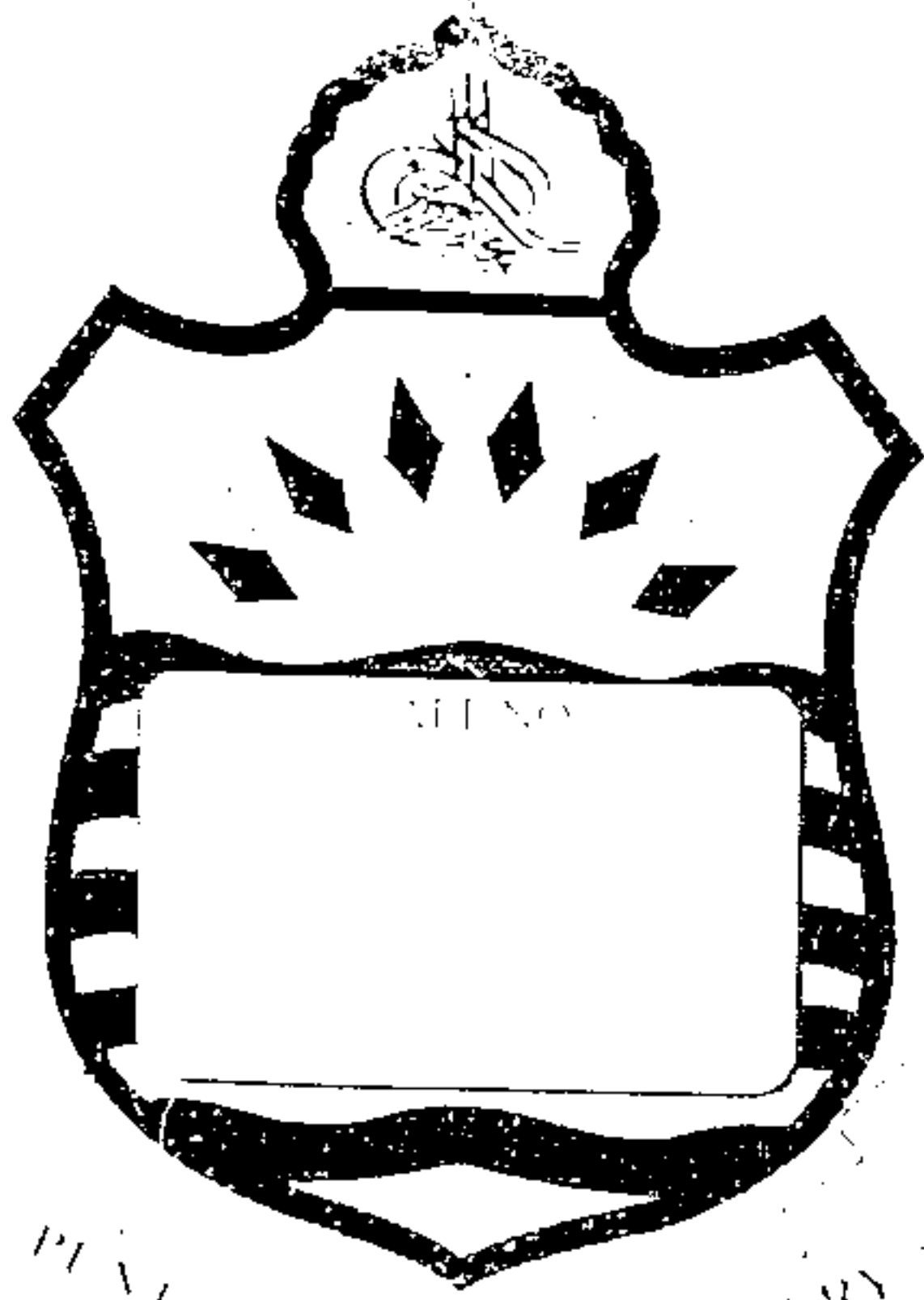
تذکرہ

حیات صدر الافاضل

صدر الافاضل استاذ العلماء حضرت مولانا الحاج حکیم سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے حالات، ان کے ساتھ مسلمانوں کی دینی و سیاسی رہنمائی اور علماء اہلسنت کے مجاہدانہ عظیم کارنامے، علمی و افادی مضامین کا بے مثل ذخیرہ

مرتبہ

فاضل جلیل حضرت علامہ مفتی حکیم سید غلام معین الدین نعیمی مدظلہ العالی

یکے از مطبوعات

ادارہ نعیمیہ رضویہ سواد اعظم ـــــ لاہور

بار دوم باضافات [illegible]

قیمت تین روپیہ

Marfat.com

اجمالی تذکرہ حضرت صدر الافاضل قدس سرہٗ

از رشحات قلم خلیفہ اعظم تلمیذ و خلیفہ اکرم "تاج العلماء" سند الفضلاء حضرت مولانا مفتی محمد عمر نعیمی مفتی اعظم پاکستان کراچی طاب اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ

13ol191

حضرت کا اسم گرامی "محمد نعیم الدین" لقب "صدر الافاضل" "استاذ العلماء" ولادت مبارک ۲۱ صفر ۱۳۰۰ھ ہے۔ تاریخی نام "غلام مصطفیٰ" ہے آپ کے والد ماجد حضرت مولانا معین الدین صاحب کے کئی فرزند قرآن کے حافظ ہو کر، نوجوانی میں انتقال کر گئے اور اولاد کا عظیم صدمہ تھا۔ اس فرزند کی پیدائش پر نذر مانی کہ مولیٰ تعالیٰ اسے عمر طبعی عطا فرمائے تو خدمت دین کے لیے اس فرزند کو وقف کر دوں گا اور جہاد ہو گا۔ تو اس فرزند کو اپنے آگے لے کر میدان جہاد میں حاضر ہوں گا۔ چنانچہ آپ نے یہ نذر پوری کی "خلافت کمیٹی" کے دور میں جب علماء اہلسنت پر حملے ہو رہے تھے اور ہندو مسلم اتحاد زوروں پر تھا۔ حضرت صدر الافاضل کے خلاف بھی وہابیہ نے مسلمانوں کو بھڑکایا اس وقت حضرت مولانا معین الدین صاحب نے فرمایا کہ یہی جہاد ہے جس کی میں نے نذر مانی تھی، اس جہاد میں اس فرزند کو پورا کر دوں گا۔ ایک دفعہ شہر میں بڑی شورش تھی، وہابیہ نے ایک جلسہ کر کے حضرت کے مقابل بڑی زہر افشانی کی اور ایک پہلوان نے سر مجمع تلوار دکھا کر کہا میں حضرت کا نام لے کر انہیں قتل کر دوں گا۔ حضرت مولانا معین الدین صاحب نے ایک قطعہ تحریر فرمایا۔ جو کہ لے آپ کی نشست گاہ میں دیوار پر لکھا تھا۔

یا الٰہی سب خطا ہے جرم ہے میرا پسر — دشمنی رکھنے میں اس سے شہر کے لے فتنہ گر

تو برائے احمد مختار بو بکر و عمر — دشمنان را دوست گردان دوستاں دوست تر

حضرت صدر الافاضل قدس سرہ کے والد ماجد کا نام نامی حضرت مولانا مولوی محمد معین الدین صاحب، تخلص، نزہت، لقب استاذ الشعراء ہے مراد آباد کی خواندہ آبادی ایک ربع حضرت مولانا معین الدین صاحب کی شاگردی کا شرف رکھتی تھی، حضرت موصوف نواب مہدی علی ذکی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے، ذکی کے شاگردوں میں حضرت مولانا کفایت علی صاحب کافی - مولانا محمد حسین صاحب تمنا، نواب شبیر حسن خانصاحب تنہا، اور مولانا معین الدین صاحب نزہت بہت مشہور ہیں -

حضرت مولانا محمد معین الدین صاحب نے محمد قاسم نانوتوی کے ہاتھ پر بیعت کی تھی، اس وقت وہابی اپنی وہابیت کو بہت چھپاتے تھے چنانچہ مولوی محمد قاسم نے حضرت مولانا معین الدین صاحب کو میلاد شریف پڑھنے، قیام کے ساتھ صلوٰۃ و سلام پڑھنے کی اجازت دی اور بہت [illegible] حضرت مولانا معین الدین صاحب سے جب کہا گیا [illegible] محمد قاسم وہابی تھا، تو انہوں نے فرمایا، میں کس طرح مانوں - مجھے خود انہوں نے میلاد شریف پڑھنے، قیام کے ساتھ صلوٰۃ و سلام پڑھنے کی برکت سے سرفراز کیا اور اجازت دی ہے۔ جب موصوف کو فتاویٰ رشیدیہ دکھایا، اور تحذیر الناس مصنفہ مولوی قاسم نانوتوی [illegible] ختم نبوت کا انکار کیا ہے، دکھائی اور عبارات [illegible] حسام الحرمین سے مطابق کیا، اس وقت موصوف نے ان کی بیعت فسخ کی ہے اور اعلیٰ حضرت [illegible] بیعت [illegible]

پھرا ہوں میں اس ہی سے نزہت ہوں جس میں کمال شیخ و فانی

رضائے احمد اسی میں سمجھوں کہ مجھ سے احمد رضا ہو راضی!

حضرت مولانا معین الدین صاحب کے والد ماجد کا نام نامی، اسم گرامی مولوی امین الدین تخلص راسخ ہے جو اپنے زمانہ کے مشاہیر سے ہیں، آپ کے چند شعر نقل کئے جاتے ہیں ؎

ہے خیالِ یار کا مسکن دلِ بیتاب میں
قید کرتے ہیں پری کو ہم جو سیماب میں

دیکھ کر اس کی گردش پر عرق حیران ہوئیں
آئینہ پر آب ہے اور آئینہ ہے آب میں

خاک ہے آغاز راسخ اور ہے انجام خاک
پھونک دے اسباب عالم عالمِ اسباب میں

مولوی امین الدین صاحب راسخ کے والد ماجد کا نام نامی کریم الدین، تخلص آزاد ہے، ذکی کے استاد ہیں۔ ملک الشعراء ذکی کہا کرتے تھے کہ جیسی اتم تشبیہ میرے استاد کے کلام میں ہے میں نے کہیں نہیں دیکھی "قاصد" کی حالت کے بیان میں تحریر فرمایا ؎

دو پائے تیز رفتارش برفتن
شدہ مقراض در منزل بریدن

جب حضرت صدر الافاضل قدس سرہٗ کی عمر شریف چار سال ہوئی اور رسم مکتب بڑی دھوم دھام سے ادا کی گئی تو حافظ سید نبی حسین صاحب سے قرآن مجید کا حفظ شروع ہوا۔ حافظ صاحب نابینا اور سخت مزاج تھے، ایک روز تشدد کے ساتھ تعلیم دے رہے تھے، ایک بزرگ کا گزر ہوا، انہوں نے حافظ صاحب سے فرمایا "حافظ صاحب آپ کو دیکھتا نہیں یہ لڑکا بڑا ہونہار ہے اس پر اتنی سختی نہ کیجئے یہ منزل پر بہت جلد پہنچیگا"۔ کچھ عرصہ کے بعد حافظ حفیظ اللہ خاں صاحب موصوف نے چار سال میں پورا قرآن مجید حفظ کرا دیا، حضرت آٹھ سال کی عمر میں حافظ ہو گئے،

اس کے بعد اپنے والدِ ماجد سے فارسی کی تعلیم حاصل کی اور حضرت مولانا

Marfat.com

ابوالفضل فضل احمد صاحب علیہ الرحمۃ سے عربی اور طب پڑھی، حضرت مولانا ابوالفضل صاحب ایسے مقدس بزرگ تھے کہ بیس سال مسجد چوکی حسن خان کے حجرہ میں قیام فرمایا، وہیں مطب بھی فرماتے تھے، ایسے مہذب کہ آسمان کی طرف نظر اٹھانا تو کیا معنی، کسی سے نظر ملا کر بھی کلام نہ فرماتے ہمیشہ نگاہ مبارک نیچی رہتی، تمام محلہ حضرت کے تقوے و پرہیزگاری کا معتقد تھا، نعت شریف سے عشق تھا، ہر جمعہ کو بعد نماز جمعہ مسجد چوکی حسن خان میں نعت شریف کا جلسہ ہوتا۔ جس میں شہر کے امیر و غریب تمام لوگ شرکت کرتے حضرت موصوف کا یہ جلسہ ابھی تک جاری ہے، اور نعت خواں اب بھی بعد نماز جمعہ یہاں آکر نعت شریف پڑھتے ہیں۔

شیخ الکل حضرت مولانا محمد گل صاحب کی

خدمت میں حاضری

مولانا ابوالفضل صاحب علیہ الرحمۃ صدر الافاضل کو جامع معقول و منقول حاوی فروع و اصول، شیخ الکل حضرت مولانا محمد گل صاحب قدس سرہ کی خدمت میں لیکر حاضر ہوئے، اور عرض کیا کہ یہ صاحبزادہ نہایت ذکی و فہیم صاحب فہم مستقیم ہیں۔ ملا حسن تک پڑھ چکے ہیں۔ میری یہ خواہش ہے کہ بقیہ درس نظامی کی حضرت سے تکمیل کریں۔ حضرت نے قبول فرمایا کتب منطق و فلسفہ اقلیدس اور دورہ حدیث کی تکمیل حضرت مولانا محمد گل صاحب قدس سرہ سے فرمائی ۱۹ سال کی عمر میں تمام فنونات و دینیات سے فراغت پائی۔ ایک سال مشق فتویٰ نویسی و روایت کشی کی مشق فرمائی، ۱۳۲۰ھ میں بیس سال کی عمر میں دستار بندی ہوئی۔ مدرسہ امدادیہ میں نہایت

تزک و احتشام سے جلسہ منعقد ہوا ۔ علمائے کرام نے اس عالم ربانی فاضل حقانی کی دستار بندی فرمائی ۔

حضرت کے والد ماجد حضرت مولانا معین الدین صاحب نے دستار بندی کی تاریخ تحریر فرمائی ہے

ہے میرے پسر کو طلباء پر وہ تفضل　　سیاروں میں رکھتا ہے جو مریخ فضیلت
نزہت نعیم الدین کو یہ کہکے سنا دے　　دستارِ فضیلت کی ہے تاریخ فضیلت

جامع شریعت و طریقت ، عالم نبیل ۔۔۔ فاضل جلیل حضرت سراپا برکت مولانا شاہ صوفی محمد حسین علیہ الرحمۃ نے جا بجا شہر میں صدر الافاضل قدس سرہٗ کی وعظ کی مجلسیں ترتیب دیں اور حضرت صوفی صاحب موصوف کو حضرت صدر الافاضل قدس سرہٗ کی دستار بندی سے بڑی مسرت ہوئی ۔
اب تو شہر میں حضرت کے بیان کا شہرہ ہو گیا اور روزانہ ہر ہر محلے میں بیانات ہونے لگے ، اور شہر کے لوگ بڑے ذوق شوق سے شریک ہوتے وہابیہ کا اثر شہر سے کافور ہوا ۔ اور اہل سنت کو فروغ حاصل ہوا ۔

پیر کی تلاش

پیر کی جستجو میں پیلی بھیت حضرت شاہ جی محمد شیر میاں صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوئے ، شاہ جی میاں صاحب بڑی محبت و کرم سے پیش آئے ۔ اور فرمایا کہ میاں مراد آباد میں مولانا محمد گل صاحب بڑی اچھی صورت ہیں ، میں مراد آباد جاتا ہوں تو اُن کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں ۔ اور آپ جس ارادہ سے آئے ہیں آپ کا حصہ وہیں ہے ۔ حضرت مراد آباد واپس

کیا ایڈیٹر نے مضمون چھاپنے سے انکار کیا۔ صدر الافاضل نے فرمایا کہ میرا مضمون تم چھاپو گے تو سُنّی خریدیں گے پھر اس کا جواب جو نہ ہیوری لکھے گا۔ تو وہابی تمہارا اخبار خریدیں گے۔ اس کے بعد میرا جواب الجواب شائع کرنا تمہارے اخبار کی اشاعت بہت بڑھ جائے گی۔ یہ بات اس کی سمجھ میں آگئی اور اس نے صدر الافاضل کا مضمون شائع کیا۔ جب یہ مضمون شائع ہوئے تو اعلیحضرت کی خدمت میں خطوط پہنچے کہ آپ کا مضمون جو نظام الملک میں شائع ہوا ہے وہ ہمیں بھیجئے۔ اعلیحضرت کو تعجب ہوا کہ میں نے تو کوئی مضمون نظام الملک میں نہیں بھیجا۔ اہلسنت کی تائید میں کس کا مضمون شائع ہوا۔ حاجی محمد اشرف صاحب شاذلی مرادآبادی سے اعلیحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ انہیں اعلیحضرت نے تحریر فرمایا کہ نظام الملک کے ایک مہینے کے پرچے لیکر بریلی حاضر ہوں۔ حاجی صاحب یہ پرچے لے کر بریلی حاضر ہو گئے۔ اعلیحضرت نے اس کے مضامین پڑھ کر بہت پسندیدگی کا اظہار فرمایا اور دریافت کیا کہ یہ مضمون کون صاحب لکھ رہے ہیں۔ حاجی صاحب نے بتایا کہ مولانا محمد نعیم الدین صاحب ایک نوجوان فاضل ہیں، ۱۹ سال کی عمر میں بڑی عمدہ استعداد رکھتے ہیں۔ اعلیحضرت نے فرمایا انہیں ساتھ لیکر آئیں۔ حاجی صاحب مرادآباد آئے اور صدر الافاضل کو اپنے ساتھ لے گئے۔ اعلیحضرت بڑی محبت کے ساتھ ملے۔ اس کے بعد کوئی مہینہ خالی نہ جاتا تھا کہ بریلی حاضری نہ ہوتی ہو۔

اعلیحضرت کو صدر الافاضل علیہ الرحمۃ پر وہ اعتماد تھا کہ جہاں سے مناظرے

؎ حاجی صاحب کو ان کے پیر کی دعا سے ایسی قوت حافظہ نصیب تھی کہ وہابیہ اور اہلسنت کی تمام کتابیں حفظ تھیں۔ سیدھے سادے آدمی تھے مگر مناظرہ میں حاضر ہوتے، مناظر کو برابر حوالے پہنچتے کہ حضور مضمون فلاں کتاب کا فلاں صفحہ پر ہے وہ صفحات نکالتے تو مضمون موجود ہوتا۔ اس طرح تمام کتب مناظرہ نوکِ زبان تھیں۔ بڑے مقدس بزرگ تھے۔

وہاں سے فرار ہو گئے، اور آریہ نے تالی بجائی کہ مولوی صاحب عاجز ہو کر بھاگ گئے میرے اعتراض کا جواب نہ دے سکے۔ حضرت نے فرمایا پنڈت جی آپ کا کیا اعتراض ہے بیان کیجئے میں جواب دیتا ہوں اس نے بڑی تعلی سے کہا کہ آپ کے مولوی صاحب جواب نہ دے سکے، آپ کیا جواب دیں گے حضرت نے فرمایا آپ اعتراض تو کیجئے پھر دیکھئے کہ تسلی بخش جواب آپ کو ملتا ہے یا نہیں، اس نے کہا کہ آپ کے پیغمبر نے اپنے بیٹے زید کی بی بی سے نکاح کر لیا: حضرت نے فرمایا کہ زید حضور کے بیٹے نہ تھے متبنّٰی تھے، جسے اردو میں لے پالک کہتے ہیں، حضور نے کرم سے انہیں بیٹا فرمایا، شریعت اسلامیہ میں منہ بولا بیٹا نہیں ہوتا، نہ وہ ترکہ پاتا ہے۔ وہ مرجائے تو نہ اس کا ورثہ بیٹا کہنے والے کو ملے، آریہ کہنے لگا کہ منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹا ہو جاتا ہے، اور ورثہ وغیرہ کے تمام احکام سناتن دھرم میں اسے ملتے ہیں، حضرت نے دلائل عقلیہ سے ثابت فرمایا کہ کسی کو بیٹا کہنے سے حقیقت نہیں بدلتی حقیقت میں جس کے نطفے سے وہ پیدا ہے، اسی کا بیٹا ہوتا ہے، صرف زبان سے بیٹا کہنا اس کی حقیقت کو نہیں بدلتا اسے ایسے عمدہ پیرائے سے بیان فرمایا کہ سارا مجمع اس سے متاثر ہوا مگر وہ پنڈت ضد سے کہنے لگا کہ میں نہیں مانتا، سارا مجمع اس سے کہتا ہے کہ عقل کی روشنی میں دیکھ۔ مگر وہ کہتا ہے میں نہیں مانتا۔ حضرت نے فرمایا کہ اچھا میں ابھی تجھے منوائے دیتا ہوں، سنو مجمع والو میں کہتا ہوں پنڈت جی تم میرے بیٹے ہو تین مرتبہ بلند آواز سے فرمایا کہ پنڈت جی تم میرے بیٹے ہو۔ اب میرے کہنے سے تم میرے منہ بولے بیٹے ہو گئے اور بقول تمہارے منہ بولے بیٹے کے تمام احکام ثابت ہو گئے، بیٹے کی بی بی حرام اور بیٹے کی ماں حلال، تو تمہاری ماں میرے لیے حلال ہو گئی، کہنے لگا آپ گالی دیتے ہیں۔

Marfat.com

فرمایا میرا مدعا ثابت ہوگیا جب تم اُسے خود گالی تسلیم کرتا ہے تو معلوم ہوا کہ منہ بولا بیٹا حقیقت میں بیٹا نہیں ہوجاتا، یہ سنکر پنڈت مجمع میں چلایا کہ آپ کے مولوی صاحب چلے گئے تھے، اب میں جاتا ہوں (یعنی مولوی قدرت اللہ مدرس شاہی مسجد) مجمع نے اس کے پیچھے تالیاں بجائیں ۔

دہلی میں رامچندر نامی ایک آریہ بہت خوش آواز تھا، غیر مقلدین نے اسے کچھ قرآن مجید کی سورتیں بھی اچھے لہجہ کے ساتھ یاد کرادی تھیں ۔ بہت ہی دریدہ دہن تھا ۔ بریلی میں اس نے مسلمانوں کو مناظرہ کا چیلنج دیا۔ مسلمانوں نے اس کا چیلنج قبول کیا، اور حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ کوئی عالم مناظرہ کے لیے مقرر فرمایئے، انہوں نے ان لوگوں سے فرمایا کہ ابھی مرادآباد تار دو رات کو صدر الافاضل تشریف لے آئیں گے اور صبح مناظرہ شروع ہوجائے گا ۔ تار کسی قدر تاخیر سے پہنچا، ریل کا وقت گزر گیا، صبح کو صدر الافاضل نہ پہنچے تو حضرت مولانا ظہور الحسن صاحب رامپوری کو جو ایک بڑے جلیل فاضل تھے مناظرہ کے لیے بھیج دیا اور رامچندر سے رُوح و مادہ کے متعلق گفتگو شروع ہوگئی، جس وقت حضرت صدر الافاضل جلسہ گاہ میں پہنچے تو گفتگو جاری تھی، مگر علمی بحث سے عوام کو بالکل دلچسپی نہ تھی ۔ حضرت صدر الافاضل نے حجۃ الاسلام سے فرمایا کہ اگر میں کلام شروع کرتا ہوں تو آریہ کہے گا کہ آپ کے مولوی صاحب ہار گئے اس لیے دوسرے مولوی صاحب کو کھڑا کیا ہے لہٰذا آپ صدر ہیں، اعلان کردیجئے کہ گرمی کا وقت ہوگیا ہے ۔ گیارہ بج گئے ہیں، بقیہ بحث رات کو ہوگی، حضرت حجۃ الاسلام نے اعلان فرمایا کہ سب لوگ اور [illegible] مناظر چند منٹ کے لیے ٹھہر جائیں، میں مجمع کو بتادوں کہ پنڈت جی [illegible]

مولانا صاحب کی گفتگو کا کیا نتیجہ نکلا، سب لوگ ٹھہر گئے، صدر الافاضل نے
رامچندر سے فرمایا کہ پنڈت جی آپ یہ کہتے ہیں کہ روح انسانی و حیوانی ایک
ہے، صرف نوعیہ کا فرق ہے پنڈت نے کہا جی ہاں فرمایا کہ مولانا صاحب فرماتے
ہیں کہ فقط صورت ہی کا فرق نہیں بلکہ روح حیوانی اور روح انسانی میں بہت
فرق ہے، مولانا ظہور الحسن نے فرمایا صحیح ہے، صدر الافاضل نے مجمع سے
دریافت کیا آپ لوگ کچھ سمجھے، مجمع نے کہا کچھ نہیں، صدر الافاضل نے
فرمایا کہ پنڈت جی کہتے ہیں کہ آدمی اور گدھے میں روحانی کچھ فرق نہیں گدھا اور آدمی
ایک ہیں فقط صورت میں فرق ہے تمہارے سامنے انہوں نے اقرار کیا کہ روح
حیوانی اور انسانی ایک ہے، یہ سنکر تمام مجمع قہقہہ مار کر ہنس پڑے اور کہنے لگے کہ
پنڈت جی اور گدھے میں فقط صورت کا فرق ہے ورنہ دونوں ایک ہیں اور کہنے لگے
اللہ تعالیٰ صدر الافاضل کو زندہ وسلامت رکھے، جنہوں نے دو لفظوں میں سارے
مناظرے کا نچوڑ ہمیں سمجھا دیا، یہ جلسہ کامیابی سے ختم ہوا، رامچندر نے کہا کہ اس
وقت میں آپ کے یہاں آیا ہوں شام کو آپ ہمارے مندر میں آئیں وہاں گفتگو
ہوگی، صدر الافاضل نے منظور فرمایا حاضرات کو آپ مندر میں جائینگے؟ صدر
الافاضل نے عرض کیا کہ حضور تبلیغ اسلام کے لیے مندر میں جائیں گے
اعلیٰ حضرت نے کامیابی کے لیے دعا فرمائی۔ شب کو بعد نماز عشاء مندر پہنچے
رامچندر نے بڑے فخر کے ساتھ کہا مولانا آپ مجھ سے کیا بحث کریں گے، میں
آپ کی کتاب یعنی قرآن پاک کے پندرہ پارے نوک زبان پر رکھتا ہوں آپ
میرے وید کے پندرہ اوراق اس طرح سنا دیجئے، حضرت صدر الافاضل نے
فرمایا۔ پنڈت جی یہ بات دوبارہ نہ کہنا اس میں تمہاری سخت ذلت ہے،
اس نے جواب میں کہا واہ جناب اتنا چور کوتوال کو ڈانٹے آپ میری کتاب نہ

پڑھ سکیں اور میری ذلت ہو، ذلت آپ کی ہوگی یا میری؟ صدر الافاضل نے
فرمایا کہ ذلت تمہاری ہوگی۔ میں بڑی مہربانی سے یہ بات کہتا ہوں۔ اگر ہم آپ
نے یہ کہا تو بہت ذلیل ہوں گے۔ پنڈت نے کہا وہ کیسے؟ صدر الافاضل نے
ارشاد فرمایا کہ پنڈت جی میری کتاب تو ۱۵ پارے یعنی آدھی کتاب سنا سکتے
ہیں، اپنا رید جسے تم خدا کی کتاب مانتے ہو، اس کو تو آدھا سنا دو۔ چہارم سنا دو
۱۵ ورق ہی یا پانچ ورق ہی فقط پڑھ دو۔ اس سے قرآن مجید کی صداقت کا پتہ چلتا ہے
کہ مخالف کی زبان پر بھی اس کا یہ فیض ہے کہ وہ پندرہ پارے سنانے کے لیے
تیار ہے اور ماننے والے یعنی مسلمان تو کوئی جاہل سے جاہل گاؤں کا رہنے
والا بھی ایسا نہیں ہے جسے کچھ نہ کچھ قرآن مجید یاد نہ ہو کم از کم ایک آیت۔
بسم اللہ الرحمن الرحیم ہی اس کو یاد ہوگی۔ قرآن پاک کا دعویٰ
ہے۔ ہُدًی لِلنَّاس

یہ کتاب سارے جہان کے لیے ہدایت ہے۔ یہ دعویٰ پنڈت جی
تمہارے قول سے ثابت ہوگیا، اور قرآن مجید کا سارے عالم کے لیے ہدایت ہونا
آفتاب سے زیادہ روشن ہوگیا۔ اس مضمون کو حضرت نے ایسے شاندار انداز
سے بیان فرمایا کہ سارا مجمع تھا کہ ہندو تک بھی قرآن مجید کو کتاب اللہ ماننے
پر مجبور ہوگئے۔ مسلمانوں نے نعرۂ تکبیر و نعرۂ رسالت لگائے اور پنڈت
پانچ منٹ خفیف ہو کر کہنے لگا۔ یہ مکان جلسہ کے لیے مقرر کیا گیا تھا
وقت زیادہ ہوگیا ہے۔ اب میں جلسہ ختم کرتا ہوں۔ اس پر گفتگو ملتوی کرتا ہوں۔
جلسہ ختم ہوا مسلمان کامیابی کے ساتھ فتح و ظفر کے نعروں میں نعرے لگاتے ہوئے
واپس ہوئے اور پنڈت جی راتوں رات ریل سے روانہ ہوگئے۔ [illegible]
تلاش کیا تو جواب ملا، جو رات ختم ہوگیا سب سامان [illegible]

نواح متھرا اور آگرہ میں شردھانند نے جب فتنہ ارتداد شروع کیا۔
حضرت نے اسے مناظرہ کی دعوت دی، اس نے دعوت قبول کی۔ حضرت
دہلی تشریف لے گئے وہ دہلی سے بھاگا اور بریلی پہنچا، حضرت نے بریلی جا
کر اُسے چیلنج کیا وہ وہاں سے لکھنؤ بھاگا، حضرت لکھنؤ پہنچے وہاں سے
وہ پٹنہ پہنچا، حضرت نے پٹنہ ان کا تعاقب کیا وہاں سے وہ کلکتہ روانہ ہوا
حضرت نے وہاں جا کر اُسے پکڑا، تو اس نے مناظرہ سے صاف انکار کر دیا
جناب احمد حسن صاحب رضوی نے نجیب آباد سے اعلیحضرت کو تار دیا کہ اشرف
علی یہاں آیا ہوا ہے، ہم نے مناظرہ کی دعوت اسے دی ہے، آپ فوراً کسی
مناظر کو بھیجیے، اعلیحضرت نے صدر شریعت مولانا امجد علی صاحب اور
حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان صاحب کو روانہ کیا اور فرمایا کہ مرادآباد اتر
کر صدر الافاضل کو اپنے ہمراہ لے کر نجیب آباد جاؤ اور صدر الافاضل کو
ضرور ہمراہ لینا حجۃ الاسلام نے بریلی سے تار دیا اور حضرت کو ہمراہ لے کر
نجیب آباد پہنچے وہاں پہنچ کر اشرف علی کو خط لکھا۔ تھانوی صاحب نے صبح جواب
دینے کا وعدہ کیا اور راتوں رات نجیب آباد سے بھاگ گئے دوسرے دن صبح
معلوم کیا تو پتہ چلا کہ وہ روانہ ہو گئے، وہاں فتح کا جلسہ کر کے یہ حضرات واپس
ہوئے، بھاگلپور میں حضرت حامی سنت جامع شریعت و طریقت عالم نبیل
فاضل جلیل مولانا الحاج الشاہ احمد اشرف صاحب کچھوچھوی کے مریدین لیں
مولوی عبدالشکور کاکوروی وغیرہ نے جا کر اہلسنت کے خلاف تقریریں کیں
اور میدان خالی دیکھ کر مناظرہ کا چیلنج دیا، ان لوگوں نے حضرت والا درجت
مولانا شاہ احمد اشرف صاحب کو اس کی اطلاع دی۔ حضرت موصوف نے
اعلیحضرت کو یہ واقعہ تحریر کیا اور خود بھاگلپور تشریف لے گئے اور مناظرہ کی دعوت

قبول کی اور خلیفہ باغ کی مسجد مناظرہ کے لیے مقرر ہوئی اعلیحضرت علیہ الرحمۃ نے
صدر الشریعت مولانا امجد علی صاحب اور صدر الافاضل علیہ الرحمۃ کو بھاگلپور بھیجا،
وہابیہ نے گیدڑ بھپکیاں شروع کیں۔ پہلے المدد یا پولیس پکارا اور داروغہ کو بھیجا
کہ مناظرہ کو بند کردے۔ صدر الافاضل نے فرمایا انسپکٹر صاحب آپ کو مناظرہ
بند کرنے کا اختیار نہیں، یہ اختیار مجسٹریٹ کو ہے اس کا حکم لائیے انسپکٹر صاحب
نے کہا مجھے نقض امن کا اندیشہ ہے، حضرت نے فرمایا اس کا میں ذمہ دار
ہوں، میں جیسا کہوں گا مجمع اسے تسلیم کرے گا، میں آپ کو تحریر لکھے دیتا
ہوں داروغہ صاحب مجبوراً واپس ہوئے اور وہابیہ کی یہ تدبیر کامیاب نہ ہوئی
تو خلیفہ باغ کی مسجد کے متولی کو بھیجا کہ وہ متولی ہونے کی حیثیت سے مناظرہ
موقوف کردیں، متولی صاحب نے آکر کہا کہ میں مناظرہ بند کرتا ہوں، مسجد میں
مناظرہ کی اجازت نہیں دیتا، حضرت صدر الافاضل نے ارشاد فرمایا کہ متولی
صاحب اپنی تولیت کی خیر منائیے اور تشریف لیجائیے۔ وہابیہ کی شکست
پران حیلوں سے پردہ نہیں پڑسکتا۔ متولی صاحب نے کہا کہ وہ مناظرہ کے لیے
تیار رہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ پہلے انہیں میدان مناظرہ میں لائیے پھر کچھ
فرمائیے۔ اس پر متولی صاحب نے کہا میں مناظرہ بند کرتا ہوں۔ حضرت نے
فرمایا مسلمانو! تم ایسے متولی کو جو مسجد میں حق سے روکے متولی ہونے
سے معزول کرتے ہو۔ مجمع پکار اٹھا ہم نے اس متولی کو معزول کیا۔ حضرت
نے فرمایا اب عامہ متولی کو موقوف کر سکتی ہے۔ تشریف لے جائیے آپ
کی تولیت باطل ہوئی متولی صاحب روانہ ہوئے تو وہابیہ نے [illegible]
کیا ایک شخص کو بھیجا کہ مولوی محمد علی صاحب کہتے ہیں جو وہابیہ کی طرف سے
مناظر ہیں کہتے ہیں کہ مناظرہ کی زبان میں ہو گا۔ حضرت نے فرمایا [illegible]

شرطیں ہماری طرف سے اور زیادہ ہیں عربی میں ہوگا اور غیر منقوط زبان میں ہوگا، اور نظم میں ہوگا یہ سن کر وہابی حیران ہو گئے، ان میں یہ قابلیت کہاں تھی، وہ تو دھوکہ بازی اور فریب دہی کے لیے شرط لگا رہے تھے کہ علماء اہلسنت اس شرط کو منظور نہ کریں گے جب یہ فریب بھی نہ چلا تو غائب و خاسر ہو کر بھاگ گئے اور حضرت صدر الافاضل اور حضرت صدر الشریعہ اور حضرت سراپا برکت مولانا سید احمد اشرف صاحب نے فتح کے جھنڈے گاڑے مظفر و منصور واپس آئے۔

الحاصل حضرت کی ساری عمر اسی طرح احقاقِ حق و ابطالِ باطل میں گزری، [illegible] صاحب کی کتاب "براہین قاطعہ" مولوی خلیل احمد انبیٹھوی پر اعلیحضرت [illegible] نے کفر پر اتمام حجت کے لیے ان کے مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور خود حضرت قدس سرہ اور آپ کی معیت میں منشی شوکت علی صاحب رامپوری اور [illegible] حبیب صاحب مدیر "سیاست" لاہوری گئے، گفتگو فرمائی، حکم شرع [illegible] سے باخبر کیا، وہ جواب سے عاجز و مجبور ہو کر کہنے لگا "آپ مجھے کافر نہیں [illegible] مگر میرے پاس جواب نہیں" اس طرح وہ ذلیل و رسوا ہوا، مگر قبول توبہ کی ہدایت، رفیق حال نہ ہوئی۔

غرضیکہ آپ کے علمی واقعات کارنامے [illegible] کہاں تک بیان کیے جائیں۔

عمر نعیمی

بعض موقع پر اساتذۂ مدرسہ شاہی مسجد محسوس کیا کرتے تھے کہ اس نو عمر کے آنے سے
ہمارا نظامِ اسباق خراب ہوتا ہے، اور اس کی علمی ذہانت سے لاجواب ہونا ہمارے
وقارِ علمی کو ٹھیس لگاتا ہے۔ اسی طرح مرادآباد کے صدر مقام کمیٹی چوک میں ایک چبوترہ
تھا، جس پر شام کے وقت کبھی پادری، کبھی آریہ، کبھی سناتن دھرمی، کبھی غیر مقلد
اور کبھی دیوبندی عالم وغیرہ میں سے کوئی کھڑا ہو جاتا اور اپنے خیالات کا اظہار
کرتا تھا، آپ اپنی نو عمری میں ان سے خوب خوب مقابلہ کرتے۔ اور ان کے باطل
نظریات کی دھجیاں بکھیر کے رکھ دیتے، وہ زمانہ گرما گرم بحث و مناظرہ کا تھا۔
ہندو آریہ اور دیوبندیوں کے جدید نظریۂ فکر کی ابتدائی نشر و اشاعت کا دور دورہ تھا
اور ان کے مناظر و مجادل عامۃ الناس کو گمراہ کرنے میں سرگرم عمل تھے۔ مرادآباد
کی فضا میں اہانتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوب گرما گرمی تھی، چونکہ دیوبند مرادآباد
کنفس واحدہ تھے لہذا مرادآباد کو بھی ان کے نظریات کی آماجگاہ ہونا ضروری
تھا، کہیں علم غیب رسول پر بحثیں ہوتی تھیں، کہیں خاتم نبوت نہ ہونے پر
تقریریں ہوتی تھیں، کہیں بشریت کا چرچا تھا، تو کہیں شیطان و ملک الموت
کے علم کو علم رسول پر فوقیت نص قطعی سے ثابت کرنے کا غوغا تھا غرضیکہ وہ
وقت اس جدید مکتبِ فکر کی ترویج و اشاعت کے پورے عروج کا تھا، اور ان
کو اپنے ان نظریات کی تبلیغ و اشاعت کی جرات کا یوں موقع مل گیا تھا کہ
جنگ آزادی ۱۸۵۷ء (جس کو انگریزوں نے غدر کے نام سے مشہور و بدنام کیا)
کے موقع پر ملک میں سے ایک ایک عالم اہلسنت کو چن چن کر یا تو پھانسی دے
دی گئی، یا کالے پانی بھیج دیا گیا تھا یا مخالفین نے ان کو انگریزوں سے سازش
کر کے شہید کروا دیا گیا تھا۔ ملک میں صرف وہی لوگ کھلے بندوں پھرتے تھے
جنہوں نے مسلمانوں کی پشت پر چھرا مارنے کا کام کیا، اور انگریزوں کی حمایت

میں انگریز مخالف علماء کی شکایتیں کر کے انگریزوں سے انعام واکرام حاصل کیے، کسی کو جاگیریں ملیں، کسی کو شمس العلماء کے خطاب سے نوازا، ۱۸۵۷ء سے بہت پہلے انگریزوں نے اپنے ہی خواہوں میں سے کسی کو فوج اور اسلحہ فراہم کیا کہ وہ سرحد جا کر ان مسلمانوں کو تہ تیغ کریں جو ایک آنکھ بھی انگریزوں کے وجود کو دیکھنا نہیں چاہتے تھے، اس غرض کے لیے کھلم کھلا انگریز سے اسلحہ حاصل کر کے پشاور کی طرف چڑھائی کی سو سال پہلے کی تاریخ شاہد ہے کہ آج جس کو "مجاہد اعظم" کہا جاتا ہے اور آزادی کا علمبردار بنایا جاتا ہے وہ خود کس حد تک انگریز نواز اور مسلمانوں کا دشمن تھا۔ بات یہ ہے کہ تاریخ کو مسخ کر کے جھوٹ کو پوری قوت اور شدومد کے ساتھ اتنا چیخ چیخ کر سچ ثابت کیا جا رہا ہے کہ عقل و دیانت حیران ہے، اس قسم کے پروپیگنڈے کا طریقہ بھی انہوں نے اپنے آقایان ولی نعمت انگریزوں سے سیکھا ہے۔

اصل واقعات یوں ہیں کہ جب سلطنت مغلیہ پر زوال کا دور آیا، اور انگریزوں کی ایسٹ انڈیا کمپنی ہندوستان میں برسرِ اقتدار آنے لگی تو انگریزوں نے اپنی قوت کو مستحکم کرنے کے لیے ملکی فضا کا جائزہ لیا اور وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ جب تک پنجاب میں سکھوں کی طاقت اور سرحدی علاقوں میں مسلمانوں کی قوت کمزور نہ ہو گی، اس وقت تک ہمارے قدم پوری طرح نہ جم سکیں گے اس مقصد کی تکمیل کے لیے انگریزوں نے سید احمد صاحب ساکن رائے بریلی اور مولوی اسماعیل صاحب دہلوی کو تاکا، اور انہیں پٹی پڑھائی کہ تم مسلمانوں کو یہ تبلیغ کرو کہ انگریزوں سے جہاد ناجائز ہے اور عام مسلمانوں کو سکھوں کے مظالم کی داستانیں سنا کر انہیں سکھوں سے جہاد کی ترغیب دو، اس کے ساتھ ہی مسلمانوں کے بعض وہ اعمال جنہیں تم کفر و شرک کہتے ہو،

علی الاعلان بیان کر کے ایسے مسلمانوں کو کافر و مشرک قرار دو جو ان کے مرتکب ہوتے ہیں، خصوصاً سرحدی علاقوں کے مسلمان عموماً اس قسم کے امور کو اچھا سمجھتے ہیں، لہٰذا نہ صرف سکھوں، بلکہ سرحدی مسلمانوں سے بھی لڑو، تاکہ یہ دونوں قوتیں کمزور ہو جائیں اور ہندوستان پر ہمارا تسلط پوری طرح قائم ہو سکے۔

تاریخی ثبوت:- اب تاریخی شہادتیں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ ملاحظہ فرمائیے:-

مولوی اسماعیل صاحب دہلوی نے اپنے جہاد کی حقیقت اور تحریک کی بنیاد نیز انگریز دوستی کی واقعیت کو کس قدر بے نقاب فرما دیا ہے "حیاتِ طیبہ" مصنفہ مرزا حیرت دہلوی وہابی مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی ص ۲۹۶ پر ہے:-

"کلکتے میں جب مولانا اسماعیل دہلوی نے جہاد کا وعظ فرمانا شروع کیا اور سکھوں کے مظالم کی کیفیت پیش کی تو ایک شخص نے دریافت کیا کہ آپ انگریز پر جہاد کا فتویٰ کیوں نہیں دیتے؟ آپ نے جواب دیا کہ ان پر جہاد کرنا کسی طرح واجب نہیں، ایک تو ہم ان کی رعیت ہیں، دوسرے ہمارے مذہبی ارکان کے ادا کرنے میں وہ ذرا بھی دست اندازی نہیں کرتے۔ ہمیں ان کی حکومت میں ہر طرح آزادی ہے، بلکہ اگر کوئی ان پر حملہ آور ہو تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اس سے لڑیں اور اپنی گورنمنٹ (برطانیہ) پر آنچ نہ آنے دیں۔"

دیکھا آپ نے کس طرح گورنمنٹ برطانیہ پر مسلمانوں کو قربان کیا جا رہا ہے کیا مرزا غلام احمد قادیانی کی انگریز دوستی سے اس دوستی کا وزن کچھ کم ہے؟ ایک اور حوالہ ملاحظہ کیجئے:-

"تواریخ عجیبہ" مصنفہ محمد جعفر صاحب تھانیسری وہابی، مطبوعہ مطبع فاروقی دہلوی ص۳۷ پر لکھا ہے :-

"یہ بھی روایت صحیح ہے کہ اثنائے قیام کلکتہ میں ایک دن مولانا محمد اسماعیل شہید وعظ فرمار ہے تھے کہ ایک شخص نے مولانا سے یہ فتوی پوچھا کہ سرکار انگریزی پر جہاد کرنا درست ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں مولانا نے فرمایا کہ ایسی بے ریا اور غیر متعصب سرکار پر کسی طرح بھی جہاد کرنا درست نہیں۔"

یہ بھی دیکھیے، تواریخ عجیبہ ص۲۲۶ پر ہے :

"آپ (سید احمد صاحب ساکن رائے بریلی کی) تاریخ عمری اور مکاتیب میں بیسیوں سے زیادہ ایسے مقامات پائے گئے ہیں جہاں کھلے اور اعلانیہ طور پر سید صاحب نے بدلائل شرعی اپنے پیرو لوگوں کو سرکار انگریزی کی مخالفت سے منع کیا ہے۔"

اب ذرا اتنا بتا دیجیے کہ انگریزوں کے خلاف جنگِ آزادی کس نے لڑی؟

اور پڑھیے :- تواریخ عجیبہ ص۹۱ پر ہے :

"ہم سرکار انگریزی پر کس سبب سے جہاد کریں، اور خلافِ اصولِ مذہب طرفین کا خون بلا سبب گرادیں۔"

ٹھیک ہے آپ کے نزدیک تو صرف سرحدی مسلمانوں کا خون گرانا اصول مذہبی کی رو سے جائز ہے !!!

اور ملاحظہ فرمائیے :- تواریخ عجیبہ ص۲۲۴

"پنجاب میں اس وقت ایک ایسی عادل اور بے ریا گورنمنٹ کی عملداری تھی کہ جس سے کسی طرح مخالفت جائز نہیں۔"

تمام باتوں سے جو نتائج برآمد ہوتے ہیں، ان کا خلاصہ یہ ہے کہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے نزدیک کمپنی کی غارتگری اور انگریزوں کا بے گناہ مسلمانوں کو تہ تیغ کرنا، امن و عافیت اور رحمدلی کے مرادف ہے۔ نیز انگریز کے مظالم کے خلاف احتجاج کرنا بغاوت کا مفہوم ہے۔ اب آپ خود ہی بتائیں کہ دیوبند کے امام ربانی گنگوہی صاحب انگریزوں کے خلاف تحریک آزادی کے علمبردار ہو سکتے ہیں؟ اور سنئے! سید احمد صاحب رائے بریلوی کی کارگزاریاں جنہیں جہاد فی سبیل اللہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، انگریز اربابِ حکومت کے نزدیک بے حد خوشی کا موجب تھیں، نہ صرف یہ بلکہ سید احمد صاحب کا انگریزی حکومت کے لارڈ ہیسٹنگ کے ساتھ اتنا گہرا گٹھ جوڑ تھا، کہ جس کی بنا پر وہ بڑے بڑے نوابوں امیروں اور سرداروں کو اپنی تدبیر سے انگریزوں کا خیر خواہ بنا لیا کرتے تھے۔

ملاحظہ فرمائیے:- "حیات طیبہ" مرزا حیرت دہلوی ص [illegible] پر رقم طراز ہیں:

"لارڈ ہیسٹنگ سید احمد صاحب کی بے نظیر کارگزاریوں سے بہت خوش تھا، دونوں لشکروں کے بیچ ایک خیمہ کھڑا کیا گیا، جس میں تینوں آدمیوں کا معاہدہ ہوا، امیر خاں، لارڈ ہیسٹنگ اور سید احمد صاحب، سید احمد صاحب نے امیر خاں کو بڑی مشکل سے شیشے میں اتارا تھا۔"

سید احمد صاحب کی اس تحریک کو اسلامی جہاد کی تحریک کہنے والے حضرات سے میں دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ سید احمد صاحب کی وہ کون سی بے نظیر کارگزاریاں تھیں، جن سے لارڈ ہیسٹنگ بے حد خوش تھا؟

اس کے بعد ہمارے مداں کو یہ بات ذرا بھی معنی خیز نظر آتی ہے کہ اس جہاد کی فتوحات انگریزوں کے لیے ہوتی تھیں، جنہیں سید احمد صاحب اپنی فتوحات تصور فرماتے تھے۔

دیکھئے "تواریخ عجیبہ" ص۳۳ پر مرقوم ہے:۔

"سلطنتِ پنجاب متعصب اور ظالم سکھوں کے ہاتھ سے نکل کر ایک ایسی عادل اور آزاد لا مذہب قوم کے ہاتھوں میں آگئی جس کو ہم مسلمان اپنے ہاتھ پر فتح ہونا تصور کر سکتے ہیں، اور غالباً سید صاحب کے الہام کی صحیح تعبیر یہی ہوگی، جو ظہور میں آئی ہے"

اب ذرا وہ الہام بھی سن لیجئے، تاکہ آپ کے ذہن میں پوری بات آجائے،

"تواریخ عجیبہ ص۱۸۱ پر ہے،

"وہ فتح پنجاب کے الہام کا آپ کو ایسا وثوق تھا، کہ آپ اس کو سراسر عیاں اور ہونہار سمجھ کر بار بار فرماتے اور اکثر اپنے مکتوب میں بھی لکھا کرتے، کہ

ملک پنجاب ضرور میرے ہاتھ پر فتح ہوگا اور اس فتح سے پہلے مجھکو موت نہ ہوگی"

دنیا جانتی ہے اگر یہ الہام پورا ہوا تو انگریزوں ہی کی فتح سے پورا ہوا ہے جس سے اسماعیلی گروہ کے جہاد کی حقیقت پوری طرح واضح ہوجاتی ہے کہ یہ جہاد فی سبیل اللہ تھا، یا فی سبیل الانگریز؟ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اس گروہ مجاہدین کا انگریزوں کے ساتھ کتنا گہرا تعلق تھا۔

اس شاندار گٹھ جوڑ، اور گہرے اتحاد کے ثبوت میں ایک اور حوالہ بھی ملاحظہ کیجئے:

"تواریخ عجیبہ" ص۱۸۳ پر ہے:

"وہ (سید احمد) اس آزاد عملداری (انگریزی حکومت) کو اپنی ہی عملداری سمجھتے تھے"

اسمٰعیلی تحریک کا پس منظر معلوم کرنے اور اس کو سمجھنے کے لیے ہم اس

کے پیچھے انگریز کا زبردست ہاتھ تھا، عبارتِ مذکورہ بالا بہت کافی ہے تائید مزید کے لیے حسب ذیل حوالہ بھی ملاحظہ فرمائیں :-

"ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک" تالیف مسعود عالم ندوی صفحہ ۱۲۵، ۱۲۸ پر مرقوم ہے

"یہ پہلے کہیں گذر چکا ہے کہ کمپنی کی حکومت نے پہلے پہل مجاہدین کے آنے جانے میں کوئی روک ٹوک نہیں کی، منشر ایک جگہ لکھتا ہے، کہ بعض کارخانوں کے مسلمان ملازم اپنے انگریز مالکوں سے چھٹی لیکر جہاد کو جایا کرتے تھے۔ منشر نے ایک اور دلچسپ واقع کا ذکر کیا ہے، دہلی کے ایک ہندو مہاجن جس کے پاس جہادیوں کی امدادی رقمیں جمع تھیں، کچھ غبن کیا، تو مولانا شاہ محمد اسحٰق نے مسٹر ولیم فریزر کمشنر دہلی کے اجلاس میں نالش کی اور مدعی کے حق میں ڈگری ہوئی وصول شدہ رقم پھر دوسرے ذریعے سے سرحد کو بھیجی گئی، اس مقدمہ کا اپیل صدر کورٹ الہ آباد میں ہوا وہاں بھی عدالت ماتحت کا فیصلہ بحال رہا، شاہ محمد اسحاق صاحب ۱۲۵۸ھ ۱۸۴۲ء میں مکہ معظمہ ہجرت کر گئے تھے، اس لیے یہ واقعہ قطعی طور پر ۱۸۴۲ء سے پہلے کا ہے، کہنا یہ ہے اور بالکل صاف کہ جب تک مجاہدین سکھوں سے الجھے رہے کمپنی کی حکومت خاموش اور غیر جانبدار رہی .... مقصود یہ تھا کہ مجاہدین اور سکھوں کی آویزش میں سرکار عالی (برطانیہ) کا کچھ نہ کچھ فائدہ ہی ہو رہے گا۔"

عبارتِ مذکورہ بالا کی تمام باتیں اس امر کی روشن دلیل ہیں کہ یہ ساری تحریک انگریزوں کے اشارہ پر چل رہی تھی، اس مضمون کا ایک حوالہ تواریخ عجیبہ صفحہ ۹۱ پر ملاحظہ فرمایئے :-

Marfat.com

"اس وقت ایک ہنڈی سات ہزار روپے کی جو بذریعہ ساہوکاران دہلی مرسلہ مولوی محمد اسحاق صاحب بنام سید صاحب روانہ ہوئی تھی، ملک پنجاب میں وصول نہ ہونے پر اس سات ہزار روپیہ کی واپسی دعویٰ عدالت دیوانی میں دائر ہو کر ڈگری بحق مدعی بحال رہا"

پھر اسی کا خلاصہ "حیاتِ طیبہ" مرزا حیرت دہلوی مطبوعہ پبلشنگ کمپنی لاہور ص ۵۱۸ پر مرقوم ہے،

"جب سید صاحب یاغستان میں تھے، تو مولانا محمد اسحٰق صاحب محدث دہلوی نے کچھ اوپر سات ہزار روپیہ سید احمد صاحب کو بذریعہ ہنڈی روانہ کیا تھا، وہ کسی باعث سے نہیں پہنچا تھا، اس پر نالش کی گئی تھی، اور پھر روپیہ وصول کر کے دوبارہ سید صاحب کی خدمت میں روانہ کیا گیا تھا، سید صاحب کے اس جہاد کے لیے انگریزی مقبوضات میں بڑے زور شور سے چندے کی مہم جاری کی گئی، اور تمام ملک میں چندہ جمع کرنے اور سکھوں کے خلاف جہاد کی تبلیغ کا پروگرام بڑی تیزی سے چلایا گیا"

دیکھئے "حیاتِ طیبہ" مرزا حیرت دہلوی مطبوعہ ثنائی برقی پریس امرتسر ص ۳۴)

"سید احمد صاحب نے سکھوں سے جہاد کرنے کے لیے روپیہ جمع کرنے کے واسطے مختلف شہروں میں خلیفے مقرر کئے، ان کا یہ کام تھا، کہ ہر قصبے اور گاؤں میں وعظ کہتے پھریں اور سکھوں سے جہاد کرنے کے لیے روپیہ جمع کریں، چندہ جمع کرنے والوں کا دارالخلافہ پٹنہ کو سمجھنا چاہیئے، جہاں سب سے زیادہ گرمجوشی سے چندہ جمع ہوا تھا، اور بنگالہ کا ایک حصہ اپنی جان اور دھن قربان

کرنے کو آمادہ تھا،

ناظرین کرام! غور فرمائیں کہ انگریزوں کی سلطنت میں اس زور شور سے سکھوں کے خلاف مسلمانوں کو جہاد پر آمادہ کرنا اور ہمہ گیر چندہ کی تحریک اور اس کے لیے جا بجا مراکز قائم کرنا انگریزوں سے گٹھ جوڑ کے بغیر کس طرح ممکن تھا، ثابت ہوا کہ یہ سب کچھ انگریزی کی امداد سے ہو رہا تھا،

ایک اور عبارت ملاحظہ فرمایئے، جس سے اسمٰعیلی تحریک بالکل عریاں نظر آتی ہے "تواریخ عجیبہ" ص ۱۸۲ پر ہے،

"اس سوانح اور نیز مکتوبات منسلکہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سید صاحب کا سرکار انگریزی سے جہاد کرنے کا ہرگز ارادہ نہ تھا، وہ اس کو آزاد عملداری سمجھتے تھے اور اس میں شک نہیں کہ اگر سرکار انگریزی اس وقت سید صاحب کے خلاف ہوتی، تو ہندوستان سے سید صاحب کو کچھ مدد نہ پہنچتی۔ مگر سرکارِ انگریزی اس وقت دل سے چاہتی تھی۔ کہ سکھوں کا زور کم ہو۔"

اس عبارت سے صاف واضح ہے کہ یہ ساری تحریک انگریزوں کی دلی خواہشوں اور تمناؤں کو پورا کرنے کے لیے چلائی گئی تھی ——— اور بس!

اس کے بعد یہ بھی ثابت کر دوں کہ جس طرح سید احمد صاحب اور مولوی اسماعیل صاحب نے مسلمانوں کو انگریزوں پر جہاد کرنے سے روکا، اسی طرح انگریزوں نے بھی اپنے ماتحت حکام کو اسمٰعیلی گروہ کے مواخذہ سے منع کیا، اور غیر مبہم الفاظ میں بتا دیا کہ ہمارے ساتھ ان کی کوئی مخاصمت نہیں ملاحظہ فرمایئے "حیاتِ طیبہ" مرزا حیرت دہلوی وہابی مطبوعہ پبلشنگ کمپنی لاہور ص ۵۴۴

Marfat.com

"جب یہ تحریک پھیلی تو ضلع کے حکام اس سے چوکنے ہوئے
اور انہیں خوف معلوم ہوا کہ کہیں ہماری سلطنت میں رخنہ نہ پڑے
اور موجودہ نظام میں کسی قسم کا خلل واقع نہ ہو، اسی نظر سے
ضلع کے حکام نے حکام اعلیٰ کو لکھا، وہاں سے صاف جواب آگیا
ان سے ہرگز مزاحمت نہ کرو۔ ان مسلمانوں کو ہم سے کوئی
لڑائی نہیں ہے"

اور ملاحظہ کیجئے مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی اور ان کے پیر و مرشد
سید صاحب کو مع ان کے ہمراہیوں کے انگریز کھانا پہنچاتے تھے۔ "سیرت
سید احمد شہید" مصنفہ سید ابوالحسن علی لکھنوی بار دوم پر مرقوم ہے۔

"قافلہ پر چند مشعلیں تھیں نظر آئیں، معلوم ہوا کہ نیل کا ایک انگریز
قافلے کے لیے کھانا تیار کرا کر لایا ہے۔ اس نے عرض کی کہ تین روز
سے میں نے اپنے ملازم یہاں کھڑے کر دیئے تھے کہ آپ کی آمد
کی اطلاع کریں۔ آج معلوم ہوا، تو یہ کھانا تیار کرا کے لایا ہوں۔
سید صاحب نے قبول کیا۔ اور وہ (انگریز) دو تین گھنٹے ٹھہر
کر چلا گیا"

اس عبارت سے اسمٰعیلی تحریک کا پس منظر اس قدر بے نقاب ہو جاتا ہے
کہ دیکھنے والے کو ادنیٰ درجہ کا شبہ بھی باقی نہ رہتا۔ سفر میں بھی انگریز کا کھانا
تیار کر کے لانا اور دو تین گھنٹے تک سید احمد صاحب کے پاس ٹھہرنا اس
امر کا روشن ثبوت ہے کہ اس تحریک میں سلف و خلف کے درمیان انگریز کا تعاون
اور ان کی پوری مدد شامل حال رہی ہے۔

اس کے بعد ناظرین با تمکین کی خدمت میں عرض ہے کہ اسماعیل مجاہد نے

کی تلوار صرف سکھوں تک محدود نہیں رہی، بلکہ مسلمانوں کی گردنیں بھی اس سے کاٹی گئیں، اور سکھوں سے پہلے مسلمانوں کی گردنوں پر یہ تلواریں رکھی گئیں۔ دیکھئے تذکرۃ الرشید جلد ۲ صہ ۲۷۰

"اور یہ سب حضرات سید صاحب کے ہمراہ جہاد میں شریک تھے
سید صاحب نے پہلا جہاد مسمی یار محمد خاں حاکم یاغستان سے کیا تھا۔"

یہ ہے وہ جہاد فی سبیل اللہ جس کا ایک عرصے سے ...... ڈھنڈورا پیٹا جا رہا ہے
سید احمد صاحب کی انگریز دوستی کا ایک قابل دید منظر مرزا حیرت دہلوی نے اپنی مشہور کتاب "حیاتِ طیبہ" کے صہ ۳۲۴ پر پیش کیا ہے، ملاحظہ فرمائیے (مطبوعہ پبلشنگ کمپنی لاہور)

"چونکہ ایک انگریز کا قدم بیچ میں تھا، اس لئے شاہ صاحب (سید احمد صاحب) کو بھروسہ تھا کہ مجھ سے دغا نہ ہوگا۔"

مسلمانوں کے مقابلہ میں ایک انگریز پر اعتماد کرنا، اور کافر کو ایماندار سمجھنا اس حقیقت کو بے نقاب کر رہا ہے کہ سید احمد صاحب مسلمانوں سے کسقدر دور، اور انگریزوں سے کس قدر نزدیک تھے۔

الحمد للہ اسمٰعیلی تحریک کا تمام پس منظر، اس کی بنیادیں، اسباب و علل، اغراض و مقاصد، سب کی حقیقت وہابی مورخین ہی کی تحریرات کی روشنی میں واضح ہو گئی، اور پوری ایک صدی سے جن واقعات کو چھپایا جا رہا تھا، وہ اپنی اصلی صورت میں منظرِ عام پر آ گئے۔ [1]

---

[1] جناب وحید احمد مسعود صاحب محقق مورخ و مصنف ہیں، انہوں نے حال ہی میں ایک کتاب بنام "سید احمد صاحب کی صحیح تصویر" لکھی ہے، جو قابل دید ہے جناب وحید صاحب ایک غیر جانبدار مصنف ہیں، انہوں نے نہایت عمدگی سے سید صاحب اور ان کے جہاد کی حقیقت واضح کر دی ہے اس لاجواب کتاب کا مطالعہ از حد ضروری ہے۔

Marfat.com

۱۸۵۷ء کی تاریخ شاہد ہے کہ اس جدید مکتبِ فکر کے بانیوں نے انگریزوں کی ہمنوائی کر کے پہلے ملک سے تمام اعاظم علماء و فقہا کا انخلا کرایا حتیٰ کہ تمام علم و فضل کے مراکز کو علماء سے خالی کرا دیا اور جو باقی رہے بھی تو وہ نہایت خوف و ہراس میں مبتلا ہونے کی وجہ سے میدان میں آنے سے بچتے تھے غرضیکہ انہوں نے میدان صاف کرا کے پھر مستحکم طریقہ سے جدید مکتبِ فکر کی بنیاد ڈالی کہ ایسے علماء کو پیدا کیا جا سکے جو اہانتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں جری اور بیباک ہوں اور تیرہ صدی سے اہلسنت و جماعت کی تعلیمات وارشادات کے علی الرغم جدید نظریہ فکر کے پیش کرنے اور پھیلانے میں چست و چالاک ہوں چنانچہ ادھر دینی مدارس کے نام سے ملک میں دو مدرسے قائم کیے اور ادھر انگریز نوازی میں انگریزی تعلیم کو بام عروج پر لیجانے اور ملک میں مغربی تہذیب و تمدن کو رائج کرنے کی داغ بیل ڈالنے کے لیے ایک یونیورسٹی قائم کی تاکہ اگر مسلمان پادریوں کے ہاتھوں کھلے بندوں نصرانی نہ بنیں تو مسلم نما نصرانی تو لم از کم بن ہی جائیں الا ماشاء اللہ۔

بیس سال کی عمر میں پہلی تصنیف

غرضکہ یہ وقت تھا کہ ملک میں علماء اہلسنت یا تو چن چن کر شہید کر دیئے گئے یا جلاوطن کر دیئے گئے اور جو بچے تھے وہ کنج خمول میں خاموش بیٹھے تھے اور ان حضرات کی من مانی کارروائی پر کوئی حرف گیر نہ تھا چنانچہ اس وقت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ قلمی و لسانی جہاد شروع فرما چکے تھے حضرت صدر الافاضل قدس سرہٗ نے بھی بعد فراغت تعلیم بیس سال کی عمر میں اس فتنہ کے سدباب کا ارادہ فرمایا اور یہ خیال فرمایا کہ علم غیب رسول صلی اللہ علیہ وسلم

پر ایک ایسی جامع کتاب ہونی چاہیئے، جس میں معترضین کے تمام اوہام و شکوک اور باطل نظریات کا شافی ووافی مہذب پیرایہ میں جواب ہو چنانچہ پہلے ادبی میدان میں اپنا مقام حاصل کرنے اور صحافتی طریقہ سے تبلیغ دین کے لیے مضامین کا سلسلہ شروع کیا آپ کے یہ مضامین کلکتہ کے الہلال اور البلاغ میں شائع ہوتے رہے اور ادھر ایک مستقل کتاب کی طرح ڈالی، اس وقت چونکہ آپ کے پاس ایسا جامع کتبخانہ نہ تھا کہ جس میں ہر ایک قسم کی کتابیں موجود ہوتیں، لامحالہ آپ نے رامپور اسٹیٹ کے کتبخانہ کی طرف رجوع کیا مسلسل جا جاکر رامپور کے کتبخانہ سے حوالہ جات دیکھ کر آتے اور مراد آباد میں کتاب لکھتے۔ جب آپ کی عمر شریف بیس ۲۰ سال کی ہوئی تو وہ کتاب بھی مکمل ہو گئی، جو علم غیب رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلی اور جامع کتاب ہے جس کا نام "الکلمۃ العلیاء لاعلاء علم المصطفٰے" ہے جب یہ کتاب شائع ہوئی تو مراد آباد میں ایک بزرگ ان پڑھ تھے لیکن مذہبی تبلیغ میں گنجینۂ معلومات تھے۔ ان کا نام حاجی ملا محمد اشرف صاحب شاذلی تھا (رحمۃ اللہ علیہ) حاجی صاحب موصوف حضرت قدس سرہٗ سے غایت محبت و شفقت فرماتے تھے۔ جب حاجی صاحب نے اس کتاب کو سنا تو بے حد خوش ہوئے اور انعام کے طریقہ پر اپنے ہاتھ سے بنا کر ایک پاندان اور دو اگالدان خورد دو کلاں عطا فرمائے جو آج تک آستانہ قدس میں موجود ہیں۔ صنعت گری کا کمال یہ ہے کہ ساٹھ برس سے زیادہ ہو گئے برابر استعمال میں ہیں، لیکن ان کی قلعی بھی خراب نہیں ہوئی ہے۔

اعلیحضرت قدس سرہٗ سے پہلی ملاقات

غرضکہ حاجی صاحب موصوف اس کتاب کو لے کر اعلیحضرت مجدد مائۃ حاضرہ

پر ایک ایسی جامع کتاب ہونی چاہیئے، جس میں معترضین کے تمام اوہام و شکوک اور باطل نظریات کا شافی ووافی مہذب پیرایہ میں جواب ہو چنانچہ پہلے ادبی میدان میں اپنا مقام حاصل کرنے اور صحافتی طریقہ سے تبلیغ دین کے لیے مضامین کا سلسلہ شروع کیا آپ کے یہ مضامین کلکتہ کے الہلال اور البلاغ میں شائع ہوتے رہے اور ادھر ایک مستقل کتاب کی طرح ڈالی، اس وقت چونکہ آپ کے پاس ایسا جامع کتبخانہ نہ تھا کہ جس میں ہر ایک قسم کی کتابیں موجود ہوتیں، لامحالہ آپ نے رامپور اسٹیٹ کے کتبخانہ کی طرف رجوع کیا مسلسل جا جاکر رامپور کے کتبخانہ سے حوالہ جات دیکھ کر آتے اور مراد آباد میں کتاب لکھتے، جب آپ کی عمر شریف بیس سال کی ہوئی تو وہ کتاب بھی مکمل ہو گئی، جو علم غیب رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلی اور جامع کتاب ہے جس کا نام "الکلمۃ العلیاء لاعلاء علم المصطفٰے" ہے جب یہ کتاب شائع ہوئی تو مراد آباد میں ایک بزرگ ان پڑھ تھے لیکن مذہبی تبلیغ میں گنجینۂ معلومات تھے، ان کا نام حاجی ملا محمد اشرف صاحب شاذلی تھا (رحمۃ اللہ علیہ) حاجی صاحب موصوف حضرت قدس سرہٗ سے غایت محبت وشفقت فرماتے تھے، جب حاجی صاحب نے اس کتاب کو سنا تو بے حد خوش ہوئے اور انعام کے طریقہ پر اپنے ہاتھ سے بنا کر ایک پاندان اور دو اگالدان خورد وکلاں عطا فرمائے جو آج تک آستانہ قدس میں موجود ہیں، صنعت گری کا کمال یہ ہے کہ ساٹھ برس سے زیادہ ہو گئے برابر استعمال میں ہیں، لیکن ان کی قلعی بھی خراب نہیں ہوئی ہے۔

اعلیحضرت قدس سرہٗ سے پہلی ملاقات

غرضیکہ حاجی صاحب موصوف اس کتاب کو لے کر اعلیحضرت مجدد مائۃ حاضرہ

مولانا احمد رضا خان قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہو [illegible] اعلیٰحضرت [illegible] کو
اس وقت "بڑے مولانا صاحب" کے لقب سے اہلسنت یاد کرتے تھے اور
اعلیٰحضرت وہ پہلی ہستی ہیں، جنہوں نے ۱۸۵۷ء کے کافی عرصہ بعد مردانہ وار میدان
میں آکر ضلالت و بدعت کا مقابلہ کیا، حاجی صاحب نے اعلیٰحضرت کی خدمت
اقدس میں کتاب پیش کی، اعلیٰحضرت نے اس کو [illegible] ارشاد فرمایا
بڑی عمدہ نفیس کتاب ہے، یہ نو عمری اور اتنے احسن دلائل کے ساتھ اس
بلند کتاب مصنف کے ہونہار ہونے پر دال ہے۔ پھر تو یہ سلسلہ اتنا بڑھا کہ
نہ اعلیٰحضرت کو ان کے بغیر چین تھا اور نہ حضرت قدس سرہٗ کو اعلیٰحضرت
کے دیدار کے بعد سکون مجھ سے حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا کہ میرا معمول
تھا کہ اعلیٰحضرت کے آستانہ کے سفر کے لیے کبھی میرا بستر کھلا ہی نہیں، میں
لازمی ہر پیر اور جمعرات کو اعلیٰحضرت کی خدمت میں جاتا تھا۔

اعلیٰحضرت کا مکمل اعتماد اور اسکے چند مظاہر

یہ رشتہ محبت و مودت اتنا بڑھا کہ اعلیٰحضرت قدس سرہٗ [illegible] اعتماد و
بھروسہ فرمانے لگے، کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوا کہ صدر الافاضل نے [illegible] لیا ہو
اور اعلیٰحضرت نے رد فرمایا ہو چنانچہ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ [illegible]
میں درمیانی لوگوں کی شرارت کی بنا پر دو سنی عالموں میں رنجش پیدا [illegible]
مقدمہ بازی تک پہنچا، اس موقع پر اعلیٰحضرت نے حضرت کو حَکم [illegible]
تفویض کر کے اس کی پیروی کی اجازت دی۔ ....
جب حضرت مولانا عبد الباری صاحب فرنگی محلی [illegible]
کے بام عروج کے وقت گاندھی گردی کے تحت چند علماء [illegible]

پھل گئے، حتیٰ کہ یہ بھی کہہ گئے کہ ؎

عمرے کہ بآیات و احادیث گزشت   رفتی و نثار بت پرستے کردی

اس پر اعلیحضرت نے خط و کتابت کا سلسلہ شروع فرمایا اور نہایت متین اور سنجیدہ لب و لہجہ میں افہام و تفہیم چاہی، مگر حضرت مولانا مرحوم گاندھی کی عقیدت کے نشہ میں اعلیحضرت قدس سرہٗ کی خط و کتابت سے بے پرواہ ہو گئے، پھر اعلیحضرت نے "الطاری الداری لھفوات عبد الباری" دو جلدوں میں تالیف فرمائی، جب حضرت فرنگی محلی قدس سرہٗ کے مطالعہ میں وہ دونوں جلدیں آئیں تو تبحر علمی کے ساتھ خشیت الٰہی نے مساعدت کی اور مفاہمت کی طرف میلان ظاہر کیا، چنانچہ اس مفاہمت کے لیے اعلیحضرت نے اپنے بڑے صاحبزادے حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا خاں صاحب اور حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب قدس سرہما کو حضرت استاذ العلماء صدر الافاضل شیخ الشیوخ مرادآبادی قدس سرہٗ کی معیت میں روانہ فرمایا وہاں پہنچنے کے بعد اس وفد میں گفتگو کے لیے حضرت صدر الافاضل کو منتخب کیا گیا، گفتگو چند خوشگوار موڑوں میں ہوئی کہ مولانا فرنگی محلی جھکتے چلے گئے، حتیٰ کہ اعتراف حق کے ساتھ اظہار حق کے لیے کاغذ اٹھایا اور اپنا توبہ نامہ علانیہ طور پر لکھنا شروع کیا کہ اتنے میں حضرت مولانا صاحب کے ایک معتقد سیٹھ جو وہاں کے بڑوں میں سے تھے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے اور عرض کرنے لگے کہ حضور اس میں ہماری سخت ذلت ہے آپ جو کچھ چاہیں ہم سب حاضر ہیں لاکھ دو لاکھ جتنا چاہیں خرچ فرمائیں، مگر توبہ نامہ نہ لکھیں، اللہ غریق رحمت فرمائے حضرت مولانا فرنگی محلی ...... کو انہوں نے نہایت بے نیازانہ طور پر یہ جواب دیا کہ "گھر سے باہر

چلے جاؤ کیا تم میرا ایمان چیک بک کے ذریعہ خریدنا چاہتے ہو؟" "مجھے اپنے ایمان کی پڑی ہے مجھے اپنی دولت کا غرّہ ہے میں ایسے ہی لوگوں کو شیاطین الانس سمجھتا ہوں میری یہ تو یہ اپنے خاتمہ کو درست کرنے کے لیے ہے نہ کہ کسی شخصیت سے مرعوب ہو کر" حضرت صدر الافاضل نے بروقت نہایت متانت سے فرمایا۔ حضرت یہ تحریر صرف شہادت ملائکہ تک ہے، یا ہم تینوں اس کے شاہد ہیں، یہ پریس میں نہیں جائے گی، اس کی اشاعت ہرگز نہ ہوگی" تو حضرت مولانا فرنگی محلی صاحب نے فوراً جواب دیا کہ "جب میں اپنے رب کے حضور خوف و خشیت سے تائب ہو رہا ہوں، تو اشاعت کا مجھے کوئی خطرہ نہیں، مجھے دنیا کی ذلت کے مقابلہ میں اُخروی ذلت سے خطرہ ہے" غرضکہ وہ تحریر لیکر اصحاب ثلاثہ اعلیحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور تحریر پیش کی۔ تو یہ حق پرستی و حق نیوشی اعلیحضرت قدس سرہٗ کی دیکھی گئی کہ اسی وقت حکم دیا "الطاری الداری" کو نذرِ آتش کر دو، اس زمانہ کے اعتبار سے وہ کئی ہزار کے صرفہ سے چھپی تھی، اس کی جلدوں میں سے ایک جلد حضرت مولانا ابوالحسنات مرحوم و مغفور اور ایک حضرت مولانا ابوالبرکات سید احمد صاحب مدظلہ العالی ناظم انجمن حزب الاحناف کے یہاں محفوظ ہے اور اسی طرح بعض خاص متوسلین و معتقدین کے پاس محفوظ ہیں، جن کا آج تک دوبارہ اس کو چھاپنا پسند نہیں کیا جاتا۔

اسی طرح ایک مقدمہ کے دوران میں اعلیحضرت نے دو کتابیں تحریر فرمائیں، ابھی ان کا مسودہ تھا۔ طبع نہ ہوئی تھیں۔ جب یہ مسودے حضرت قدس سرہٗ کو پڑھائے تو آپ نے دو تہائی سے زیادہ مضمون کو قلم زد کرا دیا۔ اعلیحضرت نے فرمایا۔ آپ نے کتاب کی تمام ترشی ختم کر دی، اگر میں اپنی ایک

تصنیف جو مخالفین کے رد میں لکھی ہیں سب کو دکھانا تو آج ان کا یہ رنگ نہ ہوتا جو اس وقت ہے غرضکہ اعلیحضرت قدس سرہٗ آپ پر بیحد اعتماد فرماتے اور آپ کی ہر عرض کو شرف قبول عطا فرماتے تھے ۔

حضرت قدس سرہٗ کی تمام زندگی ملک میں فتنہ و فساد سے مقابلہ کرنے میں گزری ۔ بیشمار تصنیفیں فرمائیں ۔ جن میں مشہور تر اور اعظم تصانیف یہ ہے خزائن العرفان ، الکلمۃ العلیا و لاعلاء علم المصطفےٰ ، اطیب البیان رد تقویۃ الایمان ، اسواط العذاب علی قامع القباب ، التحقیقات لدفع التلبیسات ۔ آداب الاخیار ۔ فرائد النور علی جرائد القبور ، سوانح کربلا ، مسائل ایصال ثواب سیرت صحابہ وغیرہ ہیں ، حضرت قدس سرہٗ کی سب سے آخری تصنیف جو وصال سے چند ماہ قبل مکمل فرمائی ، وہ "رسالہ قنوت نازلہ" ہے ۔

تبلیغی جذبہ ذوق و شوق

دین متین کی تبلیغ کا اتنا وافر جذبہ رکھتے تھے ، کہ فی زمانہ تبلیغ کے لیے جتنے ذرائع درکار ہیں ، آپ نے بنما ہما اختیار فرمائے ، علمی تبلیغی کثیر کتابیں تصنیف فرمائیں ، السواد الاعظم رسالہ جاری فرمایا ، ملک میں اہلسنت کا کوئی بڑا جلسہ نہیں ہوتا ، جس میں حضرت کی شمولیت ضروری نہ سمجھی جاتی ہو ، آپ کی تقریر دلپذیر سے مستفیض ہونے کے لیے دور دور سے شائقین جلسہ گاہ میں پہنچتے تھے ، کا[illegible] مبلغین کی بڑی جماعت تیار کی ۔ دار العلوم قائم فرمایا ، دشمنان دین سے اکثر مناظرے ہیے ، بخصوص گندر اور آریہ دھرم کے پنڈتوں سے مناظرے کرنے میں خصوصی امتیازی شان رکھتے تھے ، تبلیغ کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جو آپ ؒ کے پروردہ اور فیض یافتہ فلک سنت پر چاند اور سورج کیطرح جگمگا رہے ہیں ، اور نور مصطفےٰ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی ضیاء باری سے

ۜ نے اختیار نہ فرمایا ہو ، آپ کے خلوص کا نتیجہ ہے کہ آپ

اہلسنت کے دلوں اور ایمانوں کو منور فرما رہے ہیں۔ پاک و ہند کا کوئی گوشہ نہیں، جہاں حضرت کے تلامذہ تبلیغ دین متین میں مصروف نہ ہوں۔ حضرت مولانا ابوالحسنات قادری نور اللہ مرقدہ صدر مرکزی جمعیۃ العلماء پاکستان اپنے ایک بیان میں فرماتے ہیں کہ مجھے بھی حضرت ممدوح سے شرف تلمذ حاصل ہے، میرا قیام حضرت استاذ العلماء کی خدمت میں تھا، میں حضرت کے فضائل اور فواضل میں اگر اخلاقیات پر عرض کروں تو ایک دفتر بن جائے مختصر اتنا ہی عرض کرتا ہوں کہ حضرت ممدوح مجسمۂ اخلاق نبوی تھے دوست اور دشمن ہر ایک ممدوح کی طرف نظر احترام ڈالتا تھا، قوت بیانیہ میں قدرت نے وہ بلند مقام ودیعت فرمایا تھا کہ میں نے بڑے بڑے انگریزی خواں طبقے کے سرکشوں کو گردن جھکاتے دیکھا ہے، قوت دلائل میں یہ دستگاہ حاصل تھی کہ معترض کے اعتراض کو سن کر ہم متحیر ہوتے تھے کہ اس کا جواب کیا ہوگا۔ مگر ممدوح کے بے ساختہ الفاظ جب وہ بیان ہوتے تھے، تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ اعتراض حضرت کے علم میں تھا، اور اس کے جواب میں پوری تیاری فرمائی ہوئی تھی۔

میں رانا دھولپور میں بلایا گیا۔ وہاں جلسہ کا انتظام ہوا تو میری نظر سب سے پہلے حضرت کی ذات اقدس کی طرف گئی عریضہ دعوت پیش کیا بلا تامل تشریف آوری کا وعدہ فرمایا جلسہ ہوا حضرت کی پہلی تقریر نے رانا دھولپور کے آزاد طبقہ کو مسخر کیا اور بد اعتقاد جماعت کے افراد کو اتنا مسحور فرمایا کہ دوسری تقریر میں ہماری نظروں نے دیکھا کہ ایک کافی اجتماع ایک طرف سے آیا اور جلسہ گاہ میں بیٹھ گیا۔ منتظمین جلسہ کو شبہ ہوا کہ یہ جماعت فساد کے لئے آئی ہے۔ ادھر سے کچھ تیاریاں کرلی گئیں۔ مبحث تقلید کا تھا اور اسی پر تقریر تھی، مگر اس طرح اس کو دلچسپ بنایا کہ سامعین میں سے موافق و مخالف سب

حیرت جلوہ گری بنے ہوئے تھے، جب تقریر ختم ہو گئی تو حضرت نے اعلان فرمایا کہ مجھے جو کچھ مبدأ فیض سے دلائل کا خزانہ ہوا وہ میں نے آپ کو پیش کر دیا اب جس کسی کو اس میں کوئی شبہ ہو وہ بلا خوف ابھی مجھ سے صاف کر لے، کیونکہ صبح مجھ کو واپس جانا ہے تو وہ جماعت بے تابانہ طور پر کھڑی ہوئی اور آگے بڑھی اور عرض پیرا ہوئی کہ حضور شبہات تو ہمیں نہیں البتہ ایک عرض ہے وہ یہ کہ جب تک ہم مخالف تھے تو آپ کی تشریف آوری اپنے لیے بار سمجھتے تھے اب آپ کا یہ اعلان کہ ہم صبح جا رہے ہیں ہم پر گراں ہے ہم سے پہلے توبہ لیجئے اور کل کی دعوت قبول فرمائیے اور ہمارے محلہ میں اسی موضوع پر کل تقریر کیجئے، حضرت نے جواب دیا "کریم اذا وعد وفا" میرے آقا و مولیٰ کا ارشاد ہے اس بنا پر مجھے حسب وعدہ میرٹھ پہنچنا ہے مگر اس کے ساتھ ہی وہاں سے دھول پور واپس آنے کا وعدہ کرتا ہوں۔ اس وقت مجھے مجبور نہ کریں بجائے کل کے چار دن بعد کا اعلان کر دیں، انشاء اللہ میں ضرور حاضر آؤں گا۔ اس مجمع نے بطیب خاطر منظور کریں اور حضرت نے انہیں توبہ کرائی اور صبح کی گاڑی سے میرٹھ روانہ ہونے کو اسٹیشن تشریف لائے تو اژدہام کا یہ عالم تھا کہ پلیٹ فارم کے ٹکٹ ختم ہو چکے تھے اور ہزارہا لوگ پلیٹ فارم پر حاضر تھے اور نہ معلوم کیوں سب اس طرح رو رہے تھے جیسے کوئی شکستہ دل مہاجرت محبوب میں اشکبار ہوتا ہے حضرت نے چند الفاظ فرما کر سب کو تسکین دلائی اور اپنے وعدہ کو چار روز بعد پورا کرنے کا یقین دلایا۔ چار روز تک مجھے اہل دھولپور نے اگر نہ آنے دیا، چوتھے دن تار آیا کہ ہم چھ بجے شام پہنچ رہے ہیں اس دن اہل دھول پور کی مسرت اور خوشی کا یہ حال تھا کہ کعبۂ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی ثنیۃ الوداع پر خوشیاں منانا یاد آ گیا۔ وہاں

Marfat.com
Marfat.com

تھی۔ آپ نے متعدد کرۂ فلکی تیار کرائے جس میں سبعہ ثوابت اور سیارگان
کو کرہ میں چاندی کے نقطوں سے واضح فرمایا جب آپ علم ہیئت کی تعلیم
دیتے تھے تو وہ کرہ سامنے رکھ کر طلباء کو آسمان کی سیر کرا دیتے تھے یہ آسمانی
کرہ آپ کی خاص یادگاریں ہیں جن سے آپ کی عظیم شخصیت کا پتہ چل سکتا ہے
اس فن کے کثیر استادوں کا فیصلہ ہے کہ اتنا جامع اور کامل کرہ آج تک
دیکھنے یا سننے میں نہیں آیا، آپ نے ایسے کرے متعدد بنائے چھوٹے بھی اور
بڑے بھی۔ آج سے تقریباً چالیس سال پہلے ایک کرے کی تیاری پر دو
ڈھائی سو روپے خرچ آتے تھے۔ جو اہل فن فوراً ہی سر آنکھوں
پر لگا کر حاصل کر لیتے تھے۔

علم التوقیت کے سلسلہ میں آپ سے جس صاحب نے مکمل اکتساب
فیض کیا وہ مولانا الحاج محمد ظہور صاحب نعیمی مرادآبادی ہیں جن کو علم التوقیت
میں اتنا ملکہ حاصل ہو گیا ہے کہ آج پاک و ہند میں حاجی صاحب موصوف
کا ثانی نہیں ہے۔ حاجی صاحب موصوف نے "عرض البلد" کے درجوں سے
لے کر ۶۰ تک کے تقریباً تمام دنیا کے نقشے تیار کر لیے ہیں۔

حاجی صاحب موصوف سے یا ادارہ نعیمیہ رضویہ سوادِ اعظم لاہور سے دنیا
کے جس مقام کے نماز روزے کے اوقات کے نقشے درکار ہوں،
اس مقام کا عرض البلد اور طول البلد لکھ کر اور وہاں جو ٹائم مروج ہو گرینچ
کے وقت سے فرق نکال کر حاصل کر سکتے ہیں۔

خوبی یہ ہے کہ یہ تمام نقشے حضرت قدس سرہٗ کی حیات مبارکہ میں
ہی مرتب کر کے حضرت قدس سرہٗ سے تصدیق کرا لیے تھے۔

اخلاقِ کریمانہ حق یہ ہے کہ حضرت خلق عظیم کے مظہر تھے، مصاحبین پر انداز

نثار ہونے کا جذبہ رکھتے تھے، تلامذہ والہانہ محبت و عقیدت رکھتے تھے یہ
بات کسی استاد کے شاگردوں میں دیکھنے میں نہیں آئی، آپ کے کریمانہ اخلاق کے
یگانے گردیدہ اور بیگانے معترف تھے،

آپ کی خدمت میں دیگر مقامات سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد بکثرت
علماء کرام آتے اور تعلیم و تدریس، تبلیغ و افتاء کے طور طریق سیکھتے اور
علمی و روحانی فیض حاصل کرتے تھے، آپ ان کو مختلف تبلیغی خدمات پر مامور
فرما کر بھیجتے رہتے تھے، آپ کی ذات والا صفات بہت زیادہ فیض رساں تھی،

سخاوت

سخاوت کا یہ عالم تھا کہ آپ کے پاس سے کسی سائل کو خالی
واپس جاتے کبھی نہیں دیکھا گیا بلکہ میری آنکھوں نے ایسا بھی
دیکھا ہے کہ سائلوں کو بدن کے کپڑے تک دیدیتے تھے، بیشمار غرباء
بیوائیں، اور یتامیٰ آپ کے داد و دہش سے پلتے اور جیتے تھے، ہر جس غریب و نادار
کو سہارا دیا وہ ضرور کسی مرتبہ کو پہنچا۔

دارالافتاء

اعلیٰحضرت قدس سرہ کے بعد ملک میں آپ کا دارالافتاء
ایک جامع شان کا تھا اطراف و اکناف ملک سے روزانہ
بیشمار استفتاء اور استفسارات آتے رہتے تھے، افسوس اب تک مجموعہ
فتاویٰ شائع نہ ہو سکا۔

علم طب

آپ نے طب کی تعلیم حضرت مولانا فیض احمد صاحب
امروہوی سے حاصل کی تھی، آپ کا جو وقت تبلیغ دین
سے بچتا تھا وہ طب کے ذریعہ خدمت خلق میں گزرتا تھا جس طرح آپ کو
علوم منقولیہ میں تفارق حاصل تھا، اسی طرح قدرت نے میدان طب میں
بھی کمال مہارت و حذاقت عطا فرمائی تھی۔

طرزِ استدلال

اور مخالفین کے جواب میں بے مثل متانت

مخالفین کے اعتراضات اور ان کے شبہات کے ازالہ کے سلسلہ میں آپ کے جوابات نہایت متین اور سنجیدہ ہوتے تھے تضحیک و تمسخر سے آپ کا جواب بالکل مبرا ہوتا تھا، طرزِ استدلال اتنا عجیب اور انوکھا ہوتا کہ اہل علم عش عش کر اٹھتے تھے، اور مخالفین کو ذرہ بھر مزید اعتراض و شبہ کا موقعہ نہ رہتا تھا۔ اس کے لیے آپ کی تمام تصانیف شاہد و ناطق ہیں، تاہم اس جگہ ہم نمونۃً آپ کا ایک مقالہ پیش کرتے ہیں، جو علم غیب مصطفٰے علیہ التحیۃ والثناء کے اثبات میں ہے اور مخالفین و معاندین کے جس قدر شبہات اور اعتراضات آج تک ان کی جھولی میں رہے ہیں ان سب کا آپ نے شافی اور مسکت جواب دیا ہے لطف یہ ہے کہ مختصر ہوتے ہوئے بھی اپنی جامعیت میں بے مثل ہے، اگر ایک اسی مقالہ کو اہل علم اپنے ذہن میں محفوظ کر لیں تو مزید کسی کد و کاوش کی ضرورت نہ رہے اور اس مسئلہ میں ان کے لیے حتمی و یقینی مفید و کارآمد ثابت ہو،

سیدی قدس سرہ نے پہلے شبہات بیان فرمائے ہیں، اس کے بعد ان کے شافی جوابات دیے ہیں لیجئے ملاحظہ فرمایئے اور حظ حاصل کیجئے۔ واللہ یھدی من یشاء۔

شبہ اوّل

قرآن شریف کی بعض آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غیب نہ تھا

قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب (کہہ دو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ کے خ

Marfat.com

ہیں اور نہ یہ کہ میں غیب جانتا ہوں)۔ دوسری آیت ولو کنت اعلم الغیب لا ستکثرت من الخیر (اگر میں غیب جانتا ہوتا تو خیر زیادہ کر لیتا)۔ اس پر دال ہے **جواب** ان آیتوں سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم نہ ہونے پر دلیل لانا خود قرآن سے جاہل ہونے کی دلیل ہے، یہاں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ میں غیب جاننے کا مدعی نہیں تواضع ہے، جمل حاشیہ جلالین جلد ۲ صفحہ ۲۵۸ میں تفسیر خازن سے نقل کیا ہے، فان قلت قد اخبر صلی اللہ علیہ وسلم عن المغیبات وقد جاءت احادیث فی الصحیح بذالک وھو من اعظم معجزاتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فکیف الجمع بینہ وبین قولہ ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر قلت یحتمل ان یکون قالہ علی سبیل التواضع والادب والمعنی لا اعلم الغیب الا ان یطلعنی اللہ علیہ، ویحتمل ان یکون قال ذلک قبل ان یطلعہ اللہ عزوجل علی علم الغیب۔ اس عبارت کا حاصل مضمون یہ ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بکثرت مغیبات کی خبریں دیں اور یہ صحیح احادیث سے ثابت ہے اور غیب کا علم حضور کے اعظم معجزات میں سے ہے پھر آیۃ ولو کنت اعلم الغیب الخ کے کیا معنی ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضور نے اپنی ذاتی کمالات سے علم کی نفی تواضعاً فرمائی اور معنی آیت کے یہ ہیں کہ میں غیب نہیں جانتا مگر اللہ تعالیٰ کے مطلع فرمانے اور اس کے مقدر کرنے سے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ علم غیب عطا ہونے سے پہلے لوکنت الایۃ فرمایا اور علم اس کے بعد عطا ہوا۔ غرضکہ یہ آیات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کے غیب نہ جاننے پر دلیل نہیں، یا آیات مذکورہ

مذکورہ کا یہ مطلب ہے کہ بالذات اور بالاستقلال غیب کا علم کسی کو نہیں، ہمارے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہے تو بتعلیم الٰہی ہے، چنانچہ تفسیر نیشاپوری میں ہے، ای قل لا اعلم الغیب فیکون فیہ دلالۃ علی ان الغیب بالاستقلال لا یعلمہ الا اللہ۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ آیت اس امر کی دلیل ہے کہ بالاستقلال کوئی غیب کا عالم نہیں سوائے خدائے تعالیٰ کے، علامہ شہاب خفاجی نسیم الریاض شرح شفائے قاضی عیاض میں فرماتے ہیں۔ وقولہ لوکنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر فان المنفی علمہ من غیر واسطۃ واما اطلاعہ علیہ باعلام اللہ تعالیٰ فامر متحقق لقولہ تعالیٰ عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احد الا من ارتضی من رسول۔ یعنی آیہ لوکنت الخ میں اُس علم کی نفی ہے جو بے واسطہ ہو لیکن بواسطہ تعلیم الٰہی کے پس بیشک ہمارے حضرت کے لیے ثابت ہے جیسا کہ باریتعالیٰ نے فرمایا عالم الغیب فلا یظھر الآیہ یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ آیہ شریفہ میں لفظ لوکنت اعلم اور لاستکثرت اور ما مسنی سب صیغہ ماضی کے ہیں جو زمانہ گزشتہ پر دلالت کرتے ہیں، آیت شریفہ کا صاف مطلب یہ ہے کہ اگر میں زمانہ گزشتہ میں غیب کو جانتا تو بہت سی خیر جمع کر لیتا اور مجھ کو برائی نہ پہنچتی۔ اگر جملہ عبارات مسطورۂ بالا سے قطع نظر کر کے حسب مدعائے مخالف یہ فرض کر لیا جائے کہ اس آیہ شریفہ سے انکار غیب معلوم ہوتا ہے تو بھی ہمیں کچھ مضر نہیں اس لیے کہ اگر بالفرض آیت میں انکار ہے تو زمانہ گزشتہ میں حاصل ہونیکا انکار ہے کہ اگر میں پہلے غیب جانتا تو بہت سی خیر جمع کر لیتا اور برائی مجھے نہ پہنچتی، اس آیت میں اس امر پر دلالت نہیں کہ میں اب بھی غیب نہیں جانتا یا آئندہ بھی

Marfat.com

تجھے اسکا علم نہ ہوگا، پس اگر آیت میں بیان ہے تو اس وقت کا بیان ہے کہ جس وقت حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غیب پر اطلاع نہ دی گئی تھی، نہ اُس کے بعد کا جیسا کہ اوپر حاشیہ جمل کی عبارت سے واضح ہوگیا۔

شبہ دوم قرآن شریف میں ہے ومنھم من قصصنا علیک ومنھم من لم نقصص علیک، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے ہمارے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بعضے انبیاء کا ذکر نہیں بیان کیا۔ پھر وہ تمام چیزوں کے عالم کیونکر ہوئے؟ جواب آیۂ شریفہ کی یہ مراد ہے کہ ہم نے بواسطہ وحی جلی کے قصہ نہیں کہا، یہ علم نہ ہونے کی دلیل نہیں اسلیے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بواسطہ وحی خفی کے اس پر مطلع فرمایا ہے چنانچہ ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۵ میں فرماتے ہیں۔ ھذا لاینافی قولہ تعالیٰ ولقد ارسلنا رسلا من قبلک منھم من قصصنا علیک ومنھم من لم نقصص علیک، لان المنفی ھو التفصیل والثابت ھو الاجمال او النفی مقید بالوحی الجلی والثبوت متحقق بالوحی الخفی، ہمارے حضرت سیدنا مولانا محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم نے فرمایا کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی ہیں اور ان میں سے تین سو پندرہ رسول ہیں، پس ہمارے حضرت کا انبیاء کی تعداد بتانا آیت کے منافی نہیں اس لیے کہ آیت میں نفی تفصیل کی ہے اور اجمال ثابت ہے، یا آیت کی نفی وحی جلی کے ساتھ مقید ہے اور ثبوت وحی خفی سے متعلق ہے۔

شبہ سوم کلام اللہ میں ہے لاتعلمھم نحن نعلمھم، اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منافقین کے حال کی خبر نہیں

جواب اول تو اس آیت سے یہ معلوم ہی نہیں ہوتا کہ سرور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بتعلیم الٰہی بھی منافقین کے حال کا علم نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تم منافقین کے حال کو اپنی نظر و مدت اور دانائی سے نہیں جانتے چنانچہ بیضاوی میں ہے خفی علیک حالہم مع کمال فطنتک وصدق فراستک مگر حضرت بتعلیم الٰہی ضرور جانتے ہیں چنانچہ جمل جلد ۲ صفحہ ۱۷۱ میں ہے معنی الاٰیۃ وانک یا محمد لتعرفن المنافقین فیما یعرضون بہ من القول من تہجین امرک وامر المسلمین وتقبیحہ والاستھزاء بہ فکان بعد ھذا لا یتکلم منافق عند النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الا عرفہ بقولہ ویستدل بفحوی کلامہ علی فساد باطنہ ونفاقہ۔ دوم یہ کہ یہ آیت پہلے نازل ہوئی اس کے بعد علم عطا فرمایا گیا چنانچہ اسی جمل میں تحت آیہ لا تعلمہم کے مسطور ہے فان قلت کیف نفی عنہ علمہ بحال المنافقین واثبتہ فی قولہ تعالیٰ ولتعرفنہم فی لحن القول فالجواب ان اٰیۃ النفی نزلت قبل اٰیۃ الاثبات فلا تنافی کذا فی۔ پس اب ثابت ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منافقین کے حال کے بھی عالم ہیں۔

شبہ چہارم ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی۔ مخالفین کی خوش فہمیوں نے انہیں اس امر پر آمادہ کر دیا کہ کہ وہ یہ کہتے پھرتے ہیں کہ حضرت سراپا رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو روح کا علم نہ تھا۔ جواب سبحان اللہ جناب مخالف کس درجہ عقیل ہیں بھلا یہ آیت کے کس لفظ کا ترجمہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو روح کا علم نہ تھا، آیت کا ترجمہ یہ ہے (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم سے روح کی

نسبت سوال کرتے ہیں تم کہدو کہ روح میرے رب کے امر سے ہے اس
سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت کو اس کا علم نہ تھا، اب محققین کا فیصلہ
اس امر میں کیا ہے وہ ملاحظہ فرمایئے، امام محمد غزالی رحمۃ اللہ
احیاء العلوم میں فرماتے ہیں، و لا تظن ان ذالک لم یکن
مکشوفا لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فان من لم یعرف نفسہ
فکیف یعرف اللہ سبحانہ ولا یبعد ان یکون ذلک مکشوفا لبعض
الاولیاء والعلماء یعنی گمان نہ کر کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ ظاہر
نہ تھا، اس لیے کہ جو شخص روح کو نہیں جانتا وہ اپنے نفس کو نہیں پہچانتا اور
جو اپنے نفس کو نہیں پہچانتا وہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کو کیونکر پہچان سکتا ہے اور
بعید نہیں ہے کہ بعض اولیاء اور علماء کو بھی اسکا علم ہو شیخ عبدالحق
محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مدارج النبوۃ
جلد دوم میں فرماتے ہیں چگونہ جرات کند مومن عارف کہ نفی علم بحقیقت
روح از سید المرسلین و امام العارفین صلی اللہ علیہ وسلم کند و داد است
او را حق سبحانہ تعالیٰ علم ذات و صفات خود و فتح کردہ بروئے فتح مبین
از علوم اولین و آخرین روح انسانی چہ باشد کہ در جنب جامعیت دے
قطرہ ایست از دریا و ذرہ ایست از بیدا، اس سے صاف ظاہر ہے کہ روح کا
علم حضرت کے دریائے علم کا ایک قطرہ ہے اور حق تعالیٰ نے حضرت کو
عنایت فرمایا۔

شبہہ پنجم کافروں نے حضرت عائشہ پر تہمت باندھی تھی حضرت
کو نہایت رنج ہوا تھا جب بہت دنوں کے بعد
خدا نے قرآن میں فرمایا کہ عائشہ پاک ہے کافر جھوٹے ہیں، تب آپ نے

کو خبر ہوئی، اگر آگے سے معلوم ہوتا تو کیوں غم ہوتا (از نصیحۃ المسلمین ختم علی الہور)

جواب ۵ سرمایہ ناز مخالفین کا یہی شبہ ہے جو ہر چھوٹے بڑے کو یاد کرا دیا گیا ہے اور اس بے باکی سے زبان پہ آتا ہے کہ خدا کی پناہ۔ پھر اگر انصاف سے غور فرمایئے تو کھل جائے کہ بجز ابلہ فریبی کے اور کچھ نہیں اللہ ہوش درست نصیب فرمادے تو یہ سمجھ لینا کچھ مشکل نہیں ہے کہ بدنامی ہر شخص کو غم کا باعث ہوتی ہے اور پھر جھوٹی بدنامی اگر اپنی بدنامی ہوتے دیکھیں اور لوگوں کے طعن سنیں اور یقیناً جانیں کہ جو ہم کو کہا جاتا ہے بالکل غلط اور سراسر بہتان ہے تو کیا حیا دار دل کو رنج نہ ہوگا اور جو ہوگا تو وہ ان کی بدگمانی کی دلیل ہو جائیگا۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، حضرت سراپا رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نسبت کسی قسم کی بدگمانی نہ تھی، پھر غم کیوں تھا، صرف اس وجہ سے کہ کافروں کی یہ حرکت یعنی تہمت اور اس کی شہرت پریشانی کا باعث ہوگئی تھی۔ یہ وجہ غم کی تھی نہ اصل واقعہ کی ناتحقیق جیساکہ سفہاء زمانہ کا خیال ہے تفسیر ہے تفسیر کبیر جلد ۶ مطبوعہ مصر میں ہے فان قیل کیف جاز ان تکون امراۃ النبی کافرۃ کامراۃ نوح ولوط ولم یجز ان تکون فاجرۃ وایضا فلو لم یجز ذلک لکان الرسول اعرف الناس بامتناعہ ولو عرف ذلک لما ضاق قلبہ ولما سال عائشۃ کیفیۃ الواقعۃ قلنا الجواب عن الاول ان الکفر لیس من المنفرات اما کونہا فاجرۃ فمن المنفرات والجواب عن الثانی انہ علیہ السلام کثیرا ما کان یضیق قلبہ من اقوال الکفار مع علمہ بفساد تلک الاقوال قال اللہ تعالیٰ ولقد نعلم انک یضیق صدرک بما یقولون فکان ہذا من ہذا الباب، **ترجمہ**

پس اگر کہا جائے کہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ انبیا علیہم السلام کی بیبیاں کافر
ہوں جیسے کہ حضرت لوط اور نوح علیہما السلام کی مگر فاجرہ اور بدکارہ نہ
ہوں اور اگر یہ ممکن نہ ہوتا کہ انبیاء علیہم السلام کی بیبیاں فاجرہ ہوں تو رسول اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کو ضرور معلوم ہوتا اور جب حضرت کو یہ معلوم ہوتا کہ نبیوں کی
بیبیاں فاجرہ ہو ہی نہیں سکتیں تو حضور تنگدل نہ ہوتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ
عنہا سے واقعہ کی کیفیت دریافت نہ فرماتے تو پہلی بات کا جواب تو یہ ہے کہ
کفر نفرت دینے والی چیزیں نہیں ہے مگر بی بی کا فاجرہ (بدکار) ہونا نفرت
دلانیوالی چیز ہے لہذا ممکن نہیں کہ انبیا علیہم السلام کی بیبیاں فاجرہ (بدکار)
ہوں دوسری بات کا جواب یہ ہے کہ اگر ایسا ہوتا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کافروں کے اقوال سے تنگدل اور مغموم ہو جایا کرتے تھے باوجودیکہ
حضور کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ کفار کے یہ اقوال بالکل فاسد ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ
نے فرمایا ولقد نعلم انک یضیق صدرک بما یقولون ، یعنی ہم جانتے
ہیں کہ آپ ان کی بیہودہ باتوں سے تنگدل ہوتے ہیں تو یہ واقعہ بھی ایسا ہے
یعنی حضور کا تنگ دل ہونا محض کفار کی بیہودہ گوئی سے تھا باوجودیکہ حضور صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کی بیہودہ بکواس کا باطل اور جھوٹا ہونا معلوم تھا۔
جب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کافروں کے مفسدانہ اقوال سے
تنگدل ہوتے تھے جسکو خود حق سبحانہ تعالیٰ فرماتا ہے ولقد نعلم انک
یضیق الآیہ اور ان مفسدوں کے اقوال کے فساد کو جانتے بھی تھے
اسی طرح اس موقع پر بھی کفار کی جھوٹی تہمت سے مغموم تھے اور یہ جانتے تھے
کہ کافر جھوٹے ہیں ، صاحب تفسیر کبیر کی یہ تقریر نہایت معقول ہے ہر
شخص جس کو زنا وغیرہ کی تہمت سے متہم کریں اور ہر جگہ اسی کا چرچا اسی کا

Marfat.com

ذکر ہو تو وہ شخص اور نیز اس کے اقارب باوجود اس کی پاکی کے اعتقاد کے بھی سخت مغموم و پریشان ہو نگے، یہی وجہ تھی کہ حضرت کو غم ہوا، مگر مخالف علیہ یا بدبخت پلید نہیں مانیگا جب تک وہ الزام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی نہ لگا سکے، ایک عدم علم کا اور ایک یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر بدگمانی کی بُو شرعاً ناجائز ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے تقوے اور متہمین کے منافق ہونے کی طرف توجہ نہ فرمائی - چاہیے تو تھا گمان نیک اور کی بدگمانی معاذاللہ (تفسیر کبیر جلد ۶ میں ہے وثانیها ان المعروف من حال عائشۃ قبل تلك الواقعۃ انما هو الصون والبعد عن مقدمات الفجور ومن كان كذلك كان اللائق احسان الظن به وثالثها ان القاذفين كانوا من المنافقين واتباعهم وقد عرف ان الكلام العدو والمفتري ضرب من الهذيان فلمجموع هذه القرائن كان ذلك القول معلوم الفساد قبل نزول الوحی اگرچہ تفسیر کبیر کی عبارتوں سے یہ بات یقینی ہو چکی ہے کہ اس قصہ افک سے عدم علم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر استدلال کرنا سخت بے حیائی ہے اور حضرت کو قبل از

ل یعنی دوم یہ کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ سے پیشتر کے حالات سے ظاہر تھا کہ عائشہ مقدمات فجور سے بہت دور اور پاک ہیں اور جو ایسا ہو اس کے ساتھ نیک گمان کرنا چاہیئے - سوم یہ کہ تہمت لگانے والے منافق اور ان کے اتباع تھے اور یہ ظاہر ہے کہ مفتری دشمن کی بات ایک بکواس ہے پس بنا بریں جمیع قرائن کے یہ قول بد ترازبول جس سے کی معقول بے ہودہ چاہی ہے نزول وحی سے قبل معلوم الفساد تھا
۱۲ منہ

نزولِ وحی علم تھا کہ صدیقہ پاک ہیں پھر حضرت کا ظاہر نہ فرمانا بالکل عقل کے
موافق کہ کوئی اپنے قضیہ اور معاملہ کا خود فیصلہ نہیں کر لیتا دوسرے وحی کا انتظار
کہ فضیلت اور براءۃ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قرآن پاک سے ثابت ہوتا
کہ اس تہمت کا جتنا رنج ہوا ہے، وہ سب کالعدم ہو کر مسرت تازہ حاصل ہو
مگر اب ہم ایک ایسی مضبوط دلیل لائیں ہیں کہ بعد مجالِ گفتگو نہ رہے
وہ کہ جو بخاری کی کتاب الشہادات باب تعدیل النساء بعضهن
بعضاً میں ہے اس میں ہے فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
من یعذرنی من رجل بلغنی اذاہ فی اهلی فواللہ ما علمت علی اهلی
الا خیرا وقد ذکروا رجلا ما علمت علیه الا خیرا۔ اس سے
صاف ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہا کی پاکی پر یقین تھا اور کفار کی تہمت سے شبہ تک نہیں ہوا اسی واسطے آپ
نے قسم کھا کر فرمایا کہ خدا کی قسم مجھے اپنی اہل پر خیر کا یقین ہے اب بھی اگر کوئی
انکار کرے اور کہے کہ نہیں حضرت کو علم نہ تھا تو اس منکر متعصب کا دنیا میں
تو کیا علاج مگر میدانِ حشر میں ان شاء اللہ اس بیباک کو منہ در بے باکی کی سزا
ملے گی کہ سرورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس چیز پر قسم کھا کر فرمایا کہ میں خیر
جانتا ہوں، یہ دشمنِ دین اسی کو کہے کہ وہ نہیں جانتے تھے معاذ اللہ۔ مومن
کامل کے لیے تو اتنا ہی کافی تھا کہ جب بدگمانی شرعاً جائز نہیں تو سرور
اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہرگز شبہ بھی نہ تھا اس لیے کہ آپ معصوم
ہیں کہ آپ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر یا کسی پر بدگمانی کریں تاکہ آپ
[illegible] ہے بھی بحمد اللہ تعالیٰ حدیث و تفسیر سے ثابت ہوا کہ حضرت
کو اس واقعہ سے ناواقفیت نہ تھی نہ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نسبت

Marfat.com

کوئی بدگمانی اور آپ کے پرتو فیض سے جو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے سینوں میں جلوے نظر آئے اور انہوں نے بوقت مشاورت بیان فرمائے اس مختصر میں گنجائش نہیں کہ مذکور ہو سکیں اور حضرت سرور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف ایک مدت تک توجہ نہ فرمانا بھی ان کی طرف بدگمانی کی دلیل نہیں ہو سکتا بلکہ حالت غم کا مشابہ اتفاقی ہے اور اگر خدا حق بین آنکھ عطا فرمائے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف چند روز توجہ نہ فرمانے میں وہ بھید نظر آئیں جو مومن کی روح کے لیے راحت بے نہایت ہوں۔ انتظار وحی میں محبوبہ کی طرف توجہ نہ فرمانا نہ وحی دیر میں آئی اگر فوراً آجاتی تو کافروں کی اتنی شورش نہ ہوتی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو صبر پر ثواب زیادہ ہوتا رہا اور امتحان بھی ہو گیا کہ کیسی صابرہ ہیں ادھر حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا امتحان کا علم سے سینہ بھر دیا، واقعہ سامنے کر دیا، جملہ حالات حق سبحانہٗ تعالیٰ نے حضرت کے پیش نظر فرما دیئے، اُدھر کافروں نے جھوٹی تہمت لگائی۔ اب دیکھنا ہے کہ محبوب رب اپنی محبوبہ یعنی عائشہ رضی اللہ عنہا کی تہمت پر باوجود علم کے صبر کر کے اللہ جل شانہ پر معاملہ تفویض کرتے ہیں جو لائق شان کامل کے ہے یا کفار کے طعن سے بیقرار ہو کر سینہ کا خزانہ کھول ڈالتے ہیں شاید تھوڑی دیر صبر ہونا ممکن ہو اور زیادہ دیر تک صبر نہ کر سکیں اس واسطے عرصہ تک تو وحی ہی نہیں آئی کہ اس میں ایک دوسرا امتحان تھا کہ ان کی محبوبہ پریشان ہیں ان کی تسکین فرماتے ہیں یا حرج کلام محبوب حقیقی میں دیر ہونے سے بیقرار ہوئے جاتے ہیں۔ اگر حضرت کے معاملہ ظاہر نہ فرمانے اور وحی دیر میں آنے کی حکمتوں پر غور کر کے دیکھا

جائیں تو بڑے بڑے دفتر ناکافی ہیں اس لیے اس مختصر میں اسی پر اکتفا کیا گیا، سرورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تو براءت صدیقہ کا یقین ہونا ثابت ہوا مگر اب ان حضرات کا مرتبہ دریافت کیجئے، جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دو بدگمانیاں کیں ایک یہ کہ انکو حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا پر بدگمانی تھی اور ایک یہ کہ آپ کو واقعہ کا علم نہ تھا، عینی شرح بخاری جلد پنجم ص ۳۸۴ میں ہے فی التوضیح ظن السوء بالانبیاء کفر یعنی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر بدگمانی کرنا کفر ہے جس نے دو بدگمانیاں کیں اس کا کیا حال ہوگا چاہیے کہ وہ توبہ کرے۔

شبہ ششم حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے فرمایا کہ جو کوئی یہ کہے کہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے یا کسی علم کو چھپایا ان پانچ چیزوں کو جانتے تھے جنکا ذکر اس آیت میں ہے ان اللہ عندہ علم الساعۃ الخ تو وہ شخص بڑا جھوٹا ہے چنانچہ وہ حدیث یہ ہے عن مسروق قال قالت عائشۃ من اخبرک ان محمدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رای ربہ او کتم شیئا مما امر بہ او یعلم الخمس التی قال اللہ تعالٰی ان اللہ عندہ علم الساعۃ وینزل الغیث فقد اعظم الفریۃ رواہ الترمذی، **جواب** اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے تین باتیں فرمائیں، ایک تو یہ کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے رب کو نہیں دیکھا یہ بات ہرگز قابل قبول نہیں، یہ صرف رائے تھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جو اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین نے نہیں مانی نہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کوئی حدیث مرفوع ذکر کی بلکہ صحابہ کرام نے حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالٰی

عنہا کے مخالف وقوعِ رویت کا اثبات کیا اور اب تک جمہور علمائے اسلام اسی
کو مانتے چلے آتے ہیں چونکہ مبحث سے خارج ہے اس لیے اس کی بحث
نہیں کی جاتی **دوم** یہ کہ آپ نے کسی علم کو نہیں چھپایا، اس سے یہ مراد
ہے کہ جن کی تبلیغ کا حکم تھا ان میں سے کچھ نہیں چھپایا اور جن کے چھپانے کا حکم
تھا وہ بیشک چھپائے۔ **النور التنزیل** میں ہے قولہ تعالیٰ بلغ ما
انزل الیک المراد تبلیغ ما یتعلق بمصالح العباد وقصد بانزالہ
اطلاعھم علیہ فان من الاسرار الالٰہیۃ ما یحرم افشائہ
روح البیان جلد ۳ میں ہے وفی الحدیث سألنی ربی
ای لیلۃ المعراج فلم استطع ان اجیبہ فوضع یدہ بین کتفی
بلا تکییف ولا تحدید ای ید قدرتہ لانہ سبحانہ منزہ عن
الجارحۃ فوجدت بردھا فاورثنی علم الاولین والآخرین وعلمنی
علوما شتی فعلم اخذ عھدہ علی کتمہ اذ ھو علم لا یقدر علی حملہ
غیری وعلم خیرنی فیہ وعلم امرنی بتبلیغہ الی الخاص والعام
من امتی وھی الانس والجن والملک کما فی انسان العیون **خلاصہ**
یہ کہ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا
مجھ سے میرے رب نے شب معراج میں کچھ پوچھا میں جواب نہ دے سکا
پس اس نے اپنا دست رحمت و قدرت بے تکییف و تحدید میرے
دونوں شانوں کے درمیان رکھا میں نے اس کی سردی پائی پس مجھے علم
اولین و آخرین کے دیے اور کئی قسم کے علوم تعلیم فرمائے۔ ایک علم تو
ایسا ہے جس کے چھپانے پر مجھ سے عہد لیا کہ میں کسی سے نہ کہوں اور میرے
سوا کسی کو اس کے برداشت کرنے کی طاقت نہیں ہے اور ایک ایسا علم

Marfat.com
Marfat.com

انکار بلکہ علم ذاتی کا انکار ہے هکذا فی التفسیر الکبیر للامام الرازی تحت قوله تعالى عالم الغیب فلا یظهر علی غیبه احدا الا من ارتضی من رسول ۔۔۔ رہا مینہ برسنے کا علم کہ کب برسیگا تو اس کا ذکر بالتفصیل ماسبق میں گزرا اور کتاب الابریز میں اس شبہہ کے جواب میں لکھتے ہیں، وكيف يخفى عليه ذلك والاقطاب السبعة من امته الشريفة يعلمونها وهم دون الغوث فكيف بالغوث فكيف بسيد الاولين والآخرين الذي هو سبب كل شئ ومنه كل شئ انتهى ۔ یعنی علم قیامت سرورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کیونکر مخفی رہ سکتا ہے جبکہ آپ کی اُمت شریفہ کے ساتوں قطب اس کے عالم ہیں اور غوثوں کا مرتبہ قطبوں سے بھی بالا تر ہے پھر وہ کس طرح اس کے عالم نہ ہوں گے اور سید الاولین والآخرین محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین ۔ کہ تو نیاز مندبھی اس کے عالم ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کیسے مخفی رہ سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو ہر چیز کا سبب ہیں اور عالم کی ہر شے کا وجود حضور کی بدولت اور حضور ہی سے ہے علم مافی الارحام اگر یہ معنی ہیں کہ بے تعلیم الٰہی کسی کو معلوم نہیں کہ پیٹ میں کیا ہے لڑکا یا لڑکی جب تو کچھ کلام ہی نہیں اور واقعی آیت قرآنیہ کا اور حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہی مطلب ہے لیکن اگر حسب فہم منکرین عام نبی یہ مراد ہو کہ بتعلیم الٰہی بھی کسی کو علم نہیں یا اللہ جل شانہ کسی کو اس پر اطلاع نہیں دیتا تو قطعاً غلط کثرت سے احادیث میں آیا ہے کہ ہر شخص کا مادہ پیدائش اس کی ماں کے پیٹ میں بصورت نطفہ جمع ہوتا ہے پھر وہ علقہ یعنی خون بستہ ہو جاتا ہے پھر مضغہ

یعنی پارۂ گوشت کی شکل میں رہتا ہے اور شقی ہے یا سعید، چنانچہ الفاظ حدیث کے جو مشکوٰۃ شریف باب ایمان بالقدر میں بروایت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ صنا پر موجود ہیں یہ ہیں ثم یبعث اللہ ملکا باربع کلمات فیکتب عملہ واجلہ ورزقہ وشقی او سعید اس سے ثابت ہے کہ فرشتہ کو معلوم ہوتا ہے کہ کب تک زندہ رہیگا اور عمل کیا کریگا کل تو درکنار تمام عمر کے احوال سے خبردار ہوتا ہے،

طرفہ تر یہ کہ خود حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی وفات کے وقت انہیں بتا دیا کہ بنت خارجہ حاملہ ہیں اور میں ان کے پیٹ میں لڑکی دیکھتا ہوں چنانچہ تاریخ الخلفاء کے صا۶ میں علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: واخرج مالک عن عائشۃ ان ابا بکر نحلھا جاد عشرین وسقا من مالہ بالغابۃ فلما حضرتہ الوفاۃ قال یا بنیۃ واللہ ما من الناس احد احب الی غنی منک ولا اعز علی فقرا بعدی منک وانی کنت نحلتک جاد عشرین وسقا فلو کنت جددتیہ واحترزتیہ کان لک وانما ھو الیوم مال وارث وانما ھو اخواک واختاک فاقتسموہ علی کتاب اللہ فقالت یا ابت لو کان کذا وکذا لترکتہ انما ھی اسماء فمن الاخری قال ذو بطن ابنۃ خارجۃ اراھا جاریۃ واخرجہ ابن سعد وقال فی اخرہ قال ذات بطن ابنۃ خارجۃ قد القی فی روعی انھا جاریۃ فاستوص بھا خیرا فولدت ام کلثوم۔ ترجمہ: عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت صدیق اکبر نے انکو ایک درخت کھجور کا دے دیا

تھا جس سے بیس وسق کھجوریں حاصل ہوتی تھیں، جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اے بیٹی خدا کی قسم مجھے تیرا غنی ہونا بہت پسند ہے اور غریب ہونا بہت ناگوار اس درخت سے اب تک جو پھل تم سے نفع اٹھایا ہے وہ تمہارا تھا لیکن میرے بعد یہ مال وارثوں کا ہے تمہارے صرف دو نوں بھائی اور دونوں بہنیں ہیں اس ترکہ کو موافق حکم شرع کے تقسیم کر لینا حضرت عا رضی اللہ عنہا نے فرمایا ایسا ہو سکتا ہے لیکن میری تو صرف ایک بہن ہی ہیں آپ نے دوسری کونسی بتا دی ۔ فرمایا حضرت صدیق اکبر نے کہ ایک تو اسماء ہیں دوسری بہن اپنی ماں کے پیٹ میں ہے میں جانتا ہوں کہ وہ لڑکی ہے پس ام کلثوم پیدا ہوئیں ۔ علامہ کمال الدین دمیری حیوٰۃ الحیوان میں بیان فرماتے ہیں ۔ وعن ابی لھیعۃ عن ابی الاسود عن عروۃ قال لقی رسول صلی اللہ علیہ وسلم رجلا من اهل البادیۃ وھو متوجہ الی بدر لقیہ بالروحاء فسأل القوم عن الناس فلم یجد واعندہ خبرا فقالوا سلم علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال افیکم رسول اللہ فقالوا نعم فحیا وسلم علیہ ثم قال ان کنت رسول اللہ فاخبرنی عما فی بطن ناقتی ھذہ فقال لہ سلمۃ بن سلامۃ بن وقش وکان غلاما حدثا لا تسئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واقبل علی فانا اخبرک عن ذلک نزوت علیھا ففی بطنھا سخلۃ منک فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افحشت الرجل ثم اعرض عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم فذہ بکلمات واحدۃ حتیٰ قتلوا واستقبلهم المسلمون بالروحاء یهنئونهم فقال سلمة یا رسول الله ما الذی یهنئونی والله ان رأینا الا عجائز صلعا کالبدن المعقلة فنحرناها فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان لکل قوم فراسة وانما یعرفها الاشراف رواہ الحاکم فی المستدرک وقال هذا صحیح مرسل وحکاہ ابن هشام فی سیرته

خلاصہ یہ کہ ایک اعرابی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میری اونٹنی کے پیٹ میں کیا ہے سلمہ نے کہا کہ ایسی بات رسول اللہ سے نہ پوچھ میری طرف متوجہ ہو میں تجھے خبر دیتا ہوں کہ اس کے پیٹ میں تیری حرکت ناشائستہ کا نتیجہ ہے۔ رسول اللہ نے فرمایا خاموش۔ اور وہ اعرابی حیرت میں رہ گیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضور کے صحابہ کرام میں سے ایک صحابی نے پیٹ کا حال بتا دیا۔ اب جو کوئی کہے کہ ما فی الارحام کا علم کسی کو تعلیم الٰہی سے بھی نہیں تو وہ بیچارہ ان عبارات مذکورہ کا کیا جواب دے گا۔

علم ما کان و ما یکون

علم ما فی غد — رسالہ ہذا میں بہت سی ایسی عبارتیں گزر چکی ہیں، جن سے واقعات کل یعنی آئندہ ہونے والی باتیں انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام کو معلوم ہونا ثابت ہوتا ہے مگر پھر ملاحظہ ہو **مشکوٰۃ شریف** میں حدیث ہے قال (عمر) ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان یرینا مصارع اهل بدر بالامس یقول هذا مصرع فلان غدا ان شاء الله وهذا مصرع فلان غدا ان شاء الله قال عمر والذی بعثه بالحق ما اخطؤا الحدود التی حدها رسول الله صلی الله علیه وسلم الحدیث خلاصہ یہ کہ بدر میں حضرت نے ایک رات پہلے

بتا دیا کہ کل کو یہاں فلاں شخص مرا پڑا ہوگا اور یہاں فلاں شخص اس
دو باتیں معلوم ہوئیں ایک تو یہ کہ حضرت کو معلوم تھا کہ کل کو کیا ہو
دوسرے یہ کہ حضور کو یہ بھی معلوم تھا کہ کون کہاں مرے گا یعنی مافی
غد اور بای ارض تموت کا علم اللہ جل شانہ نے مرحمت ف
یہ شبہہ کہ ان جواری کو دف بجا کر گانے میں یہ کہتی تھیں کہ ہم میں ایسے
نبی ہیں جو کل کی بات جانتے ہیں حضرت نے منع فرما دیا اور کہہ د
پہلے جو کہتی تھیں کہے جاؤ چنانچہ صاحب تقویۃ الایمان نے اس سے
استدلال کیا ہے مگر اس سے یہ کسی طرح ثابت نہیں ہوتا کہ حضو
کو مافی غد ثابت کرنا شرک ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ضرور سرور ا
صلی اللہ علیہ وسلم ان جواری سے توبہ بلکہ تجدید اسلام کراتے پس
جب حضرت نے تجدید اسلام نہ کرائی تو اس سے خود ظاہر ہے کہ یہ اعتقا
ہرگز شرک نہیں اور اس کا جواب ماسبق میں بوضاحت گزر چکا
زرقانی جلد ۶ صـ۲۲۹ میں حضرت حسان کا ارشاد موجود ہے۔

نبی یری مالا یری الناس حولہ ویتلو کتاب اللہ فی کل مشہد
فان قال فی یوم مقالۃ غائب فتصدیقھا فی ضحوۃ الیوم او غد

اِس کو حضرت حسان سے سنکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکا
نہ فرمانا اور جس طرح لڑکیوں کو منع فرمایا تھا منع نہ فرمانا صحت پر دال ہ
علم مافی غد کا تو اس میں بھی اثبات ہے جیسا کہ جواری کے کلام میں
کہ صاف فرما رہے ہیں۔ فان قال فی یوم الخ یعنی وہ اگر کوئی غیب
کی بات فرمائیں تو اس کی تصدیق کل ہو جائے گی یعنی حضور آج
اور کل کے آنے والے واقعات قبل از وقت بتا دیتے ہیں۔ پھر حضو

ں صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس سے منع فرمایا
یہ مضمون صحیح نہ ہوتا یا حسب مزعوم مخالف شرک ہوتا تو حضور کیوں سنتے
منع نہ فرماتے، اسکا علم کہ کہاں مرے گا اور کب مریگا ما ثبت بالسنۃ
ہے کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسین میری ہجرت
ساٹھویں سال قتل کیے جائیں گے۔ عن ابن عمر رضی اللہ
ٰ عنھما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقتل الحسین
راس ستین سنۃ من مھاجری رواہ الطبرانی فی الکبیر
ول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خواب سنکر صدیق اکبر نے عرض کیا کہ
حضور کے بعد ڈھائی برس زندہ رہونگا واخرج ابن سعد عن ابن
اب قال راوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رؤیا فقصہا
ابی بکر فقال رایت کانی استبقت انا وانت درجۃ فسبقتک
مرقاتین و نصف قال یا رسول اللہ یقبضک اللہ الی مغفرۃ و
ۃ وأعیش بعدک سنتین و نصفا۔ از تاریخ الخلفا صہ ۶۷
رت نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے زمین پر پھر نکاح
یں گے اولاد ہو گی پینتالیس برس ٹھہر کر انتقال کریں گے اور میرے
تھ قبر میں دفن کیے جائینگے، پس میں اور وہ ایک قبر سے اٹھیں گے
بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان ہیں، چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں ہے
عبداللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینزل
ٰی بن مریم الی الارض فیتزوج و یولد لہ و یمکث خمسا و
ین سنۃ ثم یموت فیدفن معی فی قبری فاقوم انا و عیسیٰ
ن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر و عمر حضرت عائشہ رضی اللہ

عنہا نے خواب کہ میرے گھر میں تین چاند گر پڑے ہیں یہ خواب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا۔ فرمایا کہ آپ کے گھر میں ایسے تین شخص مدفون ہونگے جو تمام زمین والوں سے بہتر ہیں۔ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو کہا کہ اے عائشہ یہ تیرے سب چاندوں میں بہتر ہیں۔ یہ حدیث تاریخ الخلفاء صـ۷۶ میں ہے اخرج سعید بن منصور عن سعید ابن المسیب قال رأت عائشۃ رضی اللہ عنھا کانہ وقع فی بیتھا ثلاثۃ اقمار فقصھا علی ابی بکر وکان من اعبر الناس فقال ان صدقت رؤیاک لیدفنن فی بیتک خیر اھل الارض ثلاثا فلما قبض النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یا عائشۃ ھذا خیر اقمارک اب جواب یقینی اور بدیہی ہو گئی کہ امور خمسہ کی آیت ان اللہ عندہ علم الساعۃ من الآیۃ کا علم بتعلیم الٰہی انبیاء اور صحابہ اور اولیاء کو حاصل ہے تو یہ کہنے والا کہ حضرت کو بتعلیم الٰہی بھی امور خمسہ کا علم نہ تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔ یا کسی کو مخلوقات میں سے ان امور خمسہ کا علم نہیں دیا جاتا۔ جاہل اور مخبوط الحواس اور دین سے بے بہرہ اور بد نصیب ہے کہ اپنی سن گھڑت کے آگے خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو بھول گیا پس اس آیت سے یہ مراد لینے والا کہ امور خمسہ کا علم کسی کو نہیں نہ ذاتاً نہ بواسطہ تعلیم الٰہی آیت کی تفسیر بداہتہ کے خلاف کرتا ہے اور یہ ضلال چنانچہ امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر جلد ۶ مطبوعہ مصریہ (امیریہ) صـ۳۰ پر ہے واذا کان کذلک مشاھد المحسوسا فالقول بان القرآن فدل علی خلافہ مما یجر الطعن الی القرآن وذلک باطل۔

ں یہ کہہ دینا کہ خدا کے سوا کوئی غیب کی بات نہیں جانتا نہ خود بخود
تعلیم الٰہی سے اور اس کو قرآن سے ثابت کہنا کفر ہے جیسا کہ امام
الدین رازی کے کلام سے ثابت ہوا پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ
الیٰ عنہا کے قول سے باوجود ٹھیک معنی بنے کہ یہ مراد لینا کو دور باطنی
ہے مگر مولوی رشید احمد گنگوہی نے بیدھڑک لکھدیا کہ علم غیب
صہ حق تعالیٰ ہے اس لفظ کو کسی تاویل سے دوسرے پر اطلاق کرنا ایہام
رک سے خالی نہیں فقط والسلام مورخہ ۴ ذی الحجہ بروز جمعہ -

رشید احمد ۱۳۰۱

از فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول
صفحہ ۱۲۳

مولوی اسمٰعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان صفحہ ۱۰ میں لکھا ہے۔ پھر
... یوں سمجھے کہ یہ بات انکو اپنی ذات سے ہے خواہ اللہ کے دینے
ہے غرض اس عقیدہ سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔
طع النظر اس سے کہ ان صاحبوں کے اس حکم شرک سے اسلام
کوئی بزرگ اور اُمت کا کوئی عالم نہیں بچا اور تمام دنیائے اسمٰعیلی
رشیدی شرک میں مبتلا نظر آتی ہے لطف کی بات یہ ہے
اس شرک کے پھندے اپنوں کی گردنیں بھی تڑپ سکیں مولوی
ف علی تھانوی اور مرتضیٰ حسن چاندپوری بھی پھنس گئے کیونکہ یہ
غیب کو نبی کے لیے لازم بتاتے ہیں چنانچہ توضیح البیان صفحہ ۲
ہے حفظ الایمان میں اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے کہ سرور عالم صلی اللہ
الیٰ علیہ وسلم کو علم غیب باعطائے الٰہی حاصل ہے چنانچہ

اِس عبارت سے کہ نبوۃ کے لیے جو علوم لازم اور ضروری ہیں وہ آپکو بتمامہا حاصل ہو گئے تھے الخ ۔ اب مولوی مرتضیٰ حسن اور مولوی اشرف علی تھانوی دونوں مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی اسمٰعیل دہلوی کے فتوے سے مشرک ثابت ہوئے اور ممکن نہیں کہ وہ اس شرک کو اٹھا سکیں، الحاصل اگر ان غیوب خمسہ کے باب میں بسط کیا جاوے تو غالباً دس گیارہ جزو کا ایک اور رسالہ خاص اسی بحث میں مرتب ہو جائے اس لیے تطویل سے اعراض کیا، اللہ جل شانہ اسی مختصر کو باعث ہدایت مخالفین فرمادے۔

شبہہ ہفتم سفر میں حضرت فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ ان کا ہار گم ہو گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں ٹھہر گئے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ہار ڈھونڈا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوتا تو کیوں نہ بتاتے ؟

جواب : مخالفین دلائل کا دارومدار باطل وغلط قیاسوں پر رہ گیا ہے کسی آیت وحدیث سے وہ اپنا دعوٰے کسی طرح ثابت نہیں کر سکتے تو مجبوری وناچاری اپنی غلط رایوں کو بجائے دلیل کے پیش کر دیتے ہیں نہ معلوم انہوں نے اپنی رائے کو دلائل شرعیہ سے کونسی دلیل قرار دے رکھا ہے دینی مسائل اور حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اوصاف زید وعمر اور ہر ماوشما کے منتشر خیالات پر موقوف ہیں جب آیات واحادیث اور کتب معتبرہ سے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ کا عالم جمیع اشیا ہونا ثابت ہوا تو مخالفین کا وہم کس شمار وقطار میں ہے اپنے خیالات واہیہ کو آیات وحدیث

ہوا کہ امام گو سفر میں ہو مگر اُس کو مسلمانوں کے حفظِ حقوق کا لحاظ کرنا چاہیے فتح الباری میں ہے وفیہ اعتناء الامام لحفظ حقوق المسلمین وان قلت اس سے علماء نے کتنے مسائل نکالے کہ دفن میت کے لیے اور اس کے مثل رعیت کی ضرورتوں اور مصلحتوں کے لحاظ سے امام کو قیام کرنا چاہیئے فتح الباری میں ہے ویلحق بتحصیل الضائع الاقامۃ للحوق المنقطع ودفن المیت ونحو ذلک من مصالح الرعیۃ اس میں یہ بھی اشارہ فرمایا کہ مال کو ضائع کرنا نہ چاہیے، وفیہ اشارۃ الی ترک واضاعۃ المال (فتح الباری) اور یہ کیا مزے کی بات معلوم ہوئی کہ اس اقامۃ کی وجہ سے جب پانی نہ ملا اور صحابہ کو نماز کی فکر ہوئی کہ کہاں سے وضو کیا جائے گا کس طرح وضو کیا جائیگا تو وہ بیچین ہوئے لامحالہ اُنھیں سوال کرنا پڑا تو حضرت صدیق اکبر سے سوال کیا اور حضور اقدس علیہ الصلوۃ والتسلیمات کو ایسے ضروری سوال کے لیے بھی بیدار کرنے کی کسی کو جرأت نہ ہوئی اور کسی نے گوارہ نہ کیا اس سے معلوم ہوا کہ حضور کو خواب سے بیدار کرنیکا کسی کو حق نہیں ہے، انہا شکوا الی ابی بکر فکونہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان نائما وکانوا لایو قظونہ (فتح الباری) حضرت صدیق اکبر نے بھی فکر میں کہ نماز کس طرح پڑھیں گے، حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی کوکھ (کمر) میں انگلیاں ماریں یہ ضرب ایسی ہے کہ انسان بے اختیار اچھل پڑتا ہے مگر حضور اُن کے زانو پر آرام کر رہے تھے اس وجہ سے انھیں جنبش نہ ہونے پائی اس سے معلوم ہوا کہ حضور کا ادب اس درجہ ہونا چاہیے کہ ایسی طبعی حرکات بھی نہ ہونے پائیں جن سے خوابِ ناز میں فرق آئیگا

چشمِ بد اندیش کہ برکندہ باد　　　عیب نماید ہنرش در نظر

خلاصہ یہ کہ مخالفین کا یہ قیاس فاسد باطل محض اور سراپا لغو ہے اور اُن کے مدعا سے اس نقل کو کسی طرح کوئی تائید نہیں پہنچ سکتی۔

شبہ: بعض کہتے ہیں قاضی خان میں ہے رجل تزوج امرأۃ بغیر شہود فقال الرجل والمرأۃ خدائے را و پیغمبر را گواہ کردیم قالوا یکون کفرا لانہ اعتقد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب وھو ما کان یعلم الغیب حین کان فی الاحیاء فکیف بعد الموت۔ ترجمہ: ایک مرد نے ایک عورت سے بغیر گواہوں کے نکاح کیا پھر مرد اور عورت نے کہا خدا اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہم نے گواہ کیا، کہتے ہیں کہ یہ کفر ہوگا اس لیے کہ اس نے یہ اعتقاد کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیب کو جانتے ہیں اور حال یہ کہ وہ زندگی میں بھی غیب کو نہیں جانتے تھے پس بعد وفات کے کیونکر جان سکتے ہیں؟

جواب: معترض کا منشا یہ ہے کہ معتقد علم غیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکفیر فقہ سے ثابت ہے مگر ابھی اس کو یہ خبر نہیں کہ اس نے یہ کفر اپنے ذمہ لے لیا ہے کہ قاضی خاں کی عبارت سے اگر کفر ثابت ہوتا ہے تو معتقد علم غیب نبی بھی (معاذ اللہ) کافر اور تمام مخالفین یعنی وہابی بھی کیونکہ وہ قائل ہیں کہ اللہ جل شانہ نے حضرت کو بعض غیوب کا علم عطا فرمایا ہے پس بموجب عبارت قاضی خاں کے اُن کے کفر میں ان کی فہم کے بموجب شبہ نہیں، آپ یہ کہیں گے وہابیوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بعض غیوب کے علم کا بھی کب اقرار کیا ہے [illegible] مثلاً اور بہت چیزیں اور امورِ غیب کے

و اذا سلی علی النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فی القنوت قالوا لا یصلی علیہ فی القعدۃ الاخیرۃ ففی قولہ قالوا اشارۃ الی عدم استحسانہ لہ والی انہ غیر مروی عن الائمۃ کما قلناہ فان ذلک من المتعارف فی عبارتہم لما استقر اہا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ اب معلوم ہو گیا کہ قاضی خان کے نزدیک غیر مستحسن اور غیر مروی اور ضعیف و مرجوح ہے حتیٰ کہ اس کے ساتھ حکم کرنا سخت ممنوع اور جہل ہے درالمختار میں ہے ان الحکم والفتیا بالقول المرجوح جہل وخرق الاجماع درالمختار میں بھی قاضی خان والا مسئلہ ہے وہاں بھی لفظ قیل ضعف کی دلیل موجود ہے درالمختار کتاب النکاح میں ہے تزوج بشہادۃ اللہ ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب قال فی التاتارخانیۃ وفی الحجۃ ذکر فی الملتقط انہ لا یکفر لان الاشیاء تعرض علی روح النبی صلی اللہ علیہ وسلم وان الرسل یعرفون بعض الغیب قال اللہ تعالیٰ عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضیٰ من رسول۔ خلاصہ یہ کہ جس نے کفر بتایا ہے اس کے نزدیک اعتقاد علم غیب سبب ہے۔ تاتارخانیہ اور حجۃ میں ملتقط سے نقل کیا ہے کہ اس اعتقاد سے آدمی کافر نہیں ہوتا اس لیے کہ روح پاک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اشیاء پیش کی جاتی ہیں اور رسول بعض غیب کو جانتے ہیں فرمایا اللہ جل شانہ نے عالم الغیب فلا یظہر الخ۔ معدن الحقائق شرح کنز الدقائق اور خزانۃ الروایات میں ہے وفی المضمرات والصحیح انہ لا یکفر لان الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام یعلمون الغیب ویعرض علیہم الاشیاء

فلا یکون کفراً یعنی مضمرات میں ہے کہ صحیح یہ ہے کہ کافر نہیں ہوتا اس لیے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام غیب کے عالم ہیں اور ان پر اشیاء پیش کی جاتی ہیں۔ پس کفر نہ ہوگا۔ شامی باب المرتد میں مسئلہ بزازیہ ذکر کرکے فرماتے ہیں حاصلہ ان دعوی الغیب معارضۃ لنص القرآن یکفر بہا الا اذا اسند ذلک صریحاً او دلالۃ الی سبب من اللہ کوحی والہام یعنی غیب کا دعوےٰ نصِ قرآن کے معارض ہے، پس اس کا مدعی کافر ہو جائیگا۔ لیکن اگر اس نے صریحاً یا دلالۃً کسی سبب کی طرف نسبت کر لی ہے جو اللہ کی جانب سے ہو مثل وحی والہام وغیرہ کے تو کافر نہیں۔ درالمختار میں ہے وفیہا کل انسان غیر الانبیاء لا یعلم ما اراد اللہ تعالیٰ لہ وبہ لان ارادتہ تعالیٰ غیب الا الفقہاء فانہم علموا ارادتہ تعالیٰ بہم بحدیث الصادق المصدوق من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین۔ نہایۃ الاوطار میں اس عبارت کے تحت مسطور ہے اور اشباہ میں ہے کہ ہر آدمی سوائے انبیاء علیہم السلام کے جانتا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کیا ارادہ ہے اس کے ساتھ اور اس میں اسواسطے کہ حق تعالیٰ کا ارادہ غیب ہے مگر فقیہ اس کو جانتے ہیں اس واسطے کہ وہ جان گئے ہیں حق تعالیٰ کے ارادے کو جو ان کے ساتھ ہے رسول صادق مصدوق کی اس حدیث کی دلیل سے کہ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ کرتا ہے اسکو دین میں فقیہ کرتا ہے یعنی اور دین میں فہم سلیم عطا کرتا ہے۔ اب خوب ظاہر ہوگیا کہ فقہ میں بھی جہاں انکار ہے اس کے یہی معنی ہیں کہ بے تعلیم الٰہی کے کسی کو عالم غیب جاننا کفر ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ثابت۔

شبہ نمبر جمیع اشیاء غیر متناہی ہیں پھر حضرت کو غیر متناہی کا علم کیونکر ہو سکتا ہے ؟

جواب:۔ یہ اعتراض سخت جہالت سے ناشی ہے اس لیے کہ جمیع اشیاء کو غیر متناہی نہ کہے گا مگر دیوانہ۔ **امام فخر الدین رازی**، تفسیر کبیر میں تحت آیہ واحاط بما لدیھم واحصی کل شیء عددا کے فرماتے ہیں قلنا لا شک ان احصاء العدد انما یکون فی المتناھی فاما لفظۃ کل شیء فانھا لا تدل علی کونہ غیر متناہ لان الشیء عندنا ھو الموجودات والموجودات متناھیۃ فی العدد۔ اس عبارت سے موجودات کا غیر متناہی ہونا رد شد۔ پھر خواہ مخواہ اپنی طرف سے بے وجہ علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص کے لیے موجودات کو غیر متناہی کہنا کون عقلمندی ہے۔ اب بعض شبہات عقلیہ کا رد کرنے کے لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مولوی اشرف علی تھانوی کی تقریظ ہی نقل کیجئے:

مولوی اشرف علی صاحب کی تقریظ کا رد

قولہ: بعد الحمد والصلوٰۃ احقر الوریٰ اشرف علی عفی عنہ بتائید مضمون رسالہ اعلاء کلمۃ الحق عرض کرتا ہے کہ علم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے باب میں جو آیات و احادیث وارد ہیں وہ تین قسم کی ہیں ایک وہ جو یقیناً ایجاب جزئی کو مفید ہیں دوسری وہ جو یقیناً سلب جزئی کو مفید ہیں اور ان دونوں قسموں میں کسی کو کوئی کلام نہیں۔ **اقول:** سبحان اللہ! **فقرہ** کہ ان دونوں قسموں میں کسی کو کوئی کلام نہیں کیسی جرأت ہے مثبتین کا دعوے کل شیء معلوم لنبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے اور یہ موجبہ

Marfat.com

ہے اس کی نقیض سالبہ جزئیہ ہے (مثالہ بعض الاشیاء لیس بمعلوم لنبینا)
جو شخص ایجاب کلی کا مدعی ہے اس کو کس طرح سلب جزئی میں کوئی کلام
نہ ہوگا۔ کیا مولوی صاحب کے نزدیک مدعی کو اپنے دعوے کی نقیض
مسلم ہوتی ہے اور اس میں کوئی کلام نہیں ہوتا۔ یہ بھی خوش فہمی ہے،
ایک دوسرے خصیم خود کہتا ہے کہ بھلا کوئی ایک آیت یا حدیث تو ایسی
سناؤ کہ جس کا یہ مضمون ہو کہ فلاں چیز کا علم سرورِ اکرم کو دیا ہی نہ گیا۔ چنانچہ
زبدۃ المحققین امام المناظرین جناب الحاج حضرت مولانا مولوی
احمد رضا خان صاحب دام فیضہم نے انباء المصطفےٰ کے
صفحہ ۴ پر فرمایا ہاں ہاں تمام نجدیہ دہلوی گنگوہی جنگل کو ہی سب کو دعوت
عام ہے اجمعوا امرکم و شرکاءکم۔ چھوٹے بڑے سب اکٹھے ہو کر ایک آیت
قطعی الدلالۃ یا ایک حدیث متواتر یقینی الافادہ چھانٹ لائیں جس سے
صاف صریح طور پر ثابت ہو کہ تمامی نزول قرآن عظیم کے بعد بھی اشیاء
مذکورہ ما کان وما یکون سے فلاں امر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر
مخفی رہا جس کا علم حضور کو دیا ہی نہ گیا فان لم تفعلوا فاعلموا ان
اللہ لا یھدی کید الخائنین۔ اب یہ کہہ دینا کہ ان دونوں قسموں میں
کسی کو کلام نہیں کہ کس درجہ کی دیانت اور کیسا سچ ہے **قولہ**
تیسری وہ جو محتمل ایجاب کلی اور ایجاب جزئی دونوں کو ہے **اقول**
مناسب تھا کہ ان اقسام کی مثالیں بھی دی جاتی نہ معلوم کس مصلحت سے
نہیں دی گئیں۔ یہ حصر جو تھانوی صاحب نے تین قسموں میں کیا ہے
غلط ہے۔ سب سے پہلے کہ جو مفید ایجاب کلی کو ہے (مثالہ ... [illegible] کلی
حدیث ... ایک چوتھی قسم ہے قرآن آیات واحادیث کا حصر تین قسموں

میں باطل ٹھہرا **قولہ** اور اسی قسم میں کلام ہے **اقول**۔ چہ خوش
جو مدعی ایجاب کلی کا ہے وہ چوتھی قسم سے کیوں نہ استدلال کرے گا
قولہ جو لوگ جناب رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے
جمیع مغیبات غیر متناہیہ کے علم کا اثبات کرتے ہیں **اقول**۔ جی
ہاں یہ ضرور بتائیے کہ وہ کون لوگ ہیں جو حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و
کے لیے جمیع مغیبات غیر متناہیہ کے علم کا اثبات کرتے ہیں مثبتین
علم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت کے لیے ہرگز جمیع مغیبات
غیر متناہیہ کے علم کا اثبات نہیں کرتے۔ یہ زبردستی آپ نے اپنے جی کا ز
وہ تو جمیع اشیاء کے علم کا دعویٰ کرتے ہیں اور جمیع اشیاء متناہی ہیں۔
جیسا کہ جواب شبہ نہم میں مذکور ہوا تو قولہ وہ اس قسم ثالث کو ایجاب
کلی پر محمول کرتے ہیں اور اسی ایجاب کلی کو اپنا متمسک ٹھہراتے ہیں۔
اقول: ۔ غلط ۔ انہیں ضرورت ہی کیا ہے کہ قسم ثالث کو اپنا متمسک
ٹھہرائیں جبکہ قسم رابع موجود ہو۔ مزید اور چیز ہے **قولہ** اور جو باوجود
تسلیم آپ کے اعلم الخلق ہونے کے اس علم محیط کی نفی کرتے ہیں وہ
ایجاب جزئی پر محمول کرتے ہیں **اقول** برا کرتے ہیں اگر بے قرینہ ایجاب
جزئی پر محمول کرتے ہیں اور باوجود تسلیم آپ کے اعلم الخلق ہونے کے
ایسا کرتے ہیں تو بہت برا کرتے ہیں۔ **قولہ** اب بتوفیقہ تعالیٰ
یہ احقر اولا سائلانہ کہتا ہے کہ جب ایجاب کلی بوجہ احد المحتملین ہونے
کے قطعی الدلالۃ نہیں ہے تو مقام اثبات عقائد[1] میں جو کہ دلیل قطعی الثبوت

[1] یہ مقام عقائد ہے یا بحث فضائل تھانوی صاحب کو ابھی تک اتنا بھی
معلوم نہیں جو وہ دلیل قطعی پر موقوف کرتے ہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

قطعی الدلالۃ پر موقوف ہے اس سے کب استدلال صحیح ہوگا۔

اقول کیا خوب! بنا فاسد علی الفاسد۔ حضرت آپ کی قسم ثالث سے مثبتین کو احتجاج کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے جو ایجاب کلی احد المحتملین ٹھہرے مثبتین قسم رابع سے تو استدلال کرتے ہیں۔ جس میں مجال احتمال مخالف اصلاً نہیں۔ اب آپ کی یہ سب تار و پود کنسج العنکبوت ٹوٹ گئی لہذا اس قسم ثالث کو تھانوی صاحب ایجاب کلی پر حمل کریں یا ایجاب جزئی پر بحث سے خارج ہے کہ خصم کا احتجاج اس سے نہیں البتہ اگر بے قرینہ حمل کریں گے تو لیاقت علمی کی داد پائیں گے۔

قولہ بعض روایات مفید سلب جزئی کہ اس میں احتمال عقلی بھی نہیں ہو سکتا کہ زمانہ حکم ایجاب کلی کو اس سے تاخر ہو۔ مثلاً یہ حدیث صحاح کہ قیامت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بعض لوگوں کو حوض کوثر کی طرف بلاویں گے ملائکہ عرض کریں گے انک لا تدری ما احدثوا بعدک اس میں جملہ لا تدری الخ مفید ہو رہا ہے سلب جزئی کو زمانہ ورود روایات مثبتہ ایجاب کلی کو اس سلب جزئی سے تاخر ہو۔

اقول:۔ تقدم تاخر کیا سلب جزئی ہی کہاں ہے جب فخر عالم علیہ الصلوۃ دنیا میں خود ہی خبر دے رہے ہیں کہ ہم بعض لوگوں کو حوض کوثر کی طرف بلائیں گے اور ملائکہ یہ عرض کریں گے انک الخ حضور کو اس کا علم ہوا تو اسی حدیث سے ظاہر واقعہ تو قیامت کو پیش آئیگا اور خبر آج دے دی لیکن تھانوی صاحب کے نزدیک علم ہی نہیں بغیر علم ہی کے اخبار ہو گیا۔ اللہ عقل سلیم عنایت فرمائے تو انسان کو یہ سمجھنا کیا دشوار ہے کہ علم نہ ہوتا تو خبر دینا کیونکر ممکن تھا۔ پھر حضور

کو دنیا ہی میں معلوم ہوتا اور اُس واقعہ کا نظرِ انور سے گزر جانا بخاری شریف کی مدد حدیثوں میں بھی مروی بینا انا نائم فاذا زمرة حتی اذا عرفتھم خرج رجل من بینی و بینھم فقال ھلم فقلت این قال الی النار واللہ قلت وما شانھم قال انھم ارتدوا بعدک علی ادبارھم القھقری ۔ حضور فرماتے اس اثنا میں کہ میں خواب میں تھا اچانک ایک جماعت گزری حتی کہ جب میں نے ان کو پہچانا تو ایک شخص میرے اُن کے درمیان سے نکل کر کہا کہاں اُس نے عرض کیا بخدا دوزخ کی طرف میں نے کہا ان کا کیا حال ہے اُس نے عرض کیا کہ یہ حضور کے بعد اُلٹے پاؤں پیچھے پلٹ گئے یہ بخاری شریف کی حدیث ہے مولوی اشرف علی صاحب کو اب تو معلوم ہوا ہوگا کہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان لوگوں کو دُنیا میں پہچانتے اور اُن کا مآل جانتے تھے پھر سلب کہاں علاوہ بریں جائز کہ انک لا تدری میں ہمزہ استفہام مقدر ہو جیسا کہ و تلک نعمۃ تمنھا الآیہ اور ھذا ربی میں مقدر ہے اور اس تقدیر پر صحیح مسلم شریف کی حدیث جو اسی مضمون میں ہے یہ الفاظ وارد ہے قرینہ قویہ ہے فاقول یارب منی و من امتی فیقال اما شعرت ما عملوا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بعدک یعنی میں کہونگا اے پروردگار میرے یہ میرے ہیں اور میرے اُمتی ہیں فرمایا جائیگا کیا آپ کو معلوم نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا ۔ اب تھانوی صاحب فرمائیں کہ وہ سلب کیا ہوا ۔ کیا تھانوی صاحب اتنا بھی نہیں جانتے تھے کہ متعدد احادیث سے حضور پر اعمال اُمت کا پیش ہونا ثابت ہے صحیح مسلم و ابن ماجہ میں ہے عرضت علی امتی باعمالھا حسنھا و سیئھا یعنی مجھ پہ میری امت مع اپنے نیک بد اعمال کے پیش کی گئی ، دوسری حدیث

Marfat.com

ابوداؤد ترمذی میں ہے۔ عرضت علی اجور امتی حتی القذاۃ یخرجھا الرجل من المسجد وعرضت علی ذنوب امتی فلم ار ذنبا اعظم من سورۃ القرآن او آیۃ اوتیھا الرجل ثم نسیھا یعنی مجھ پر میری امت کی نیکیاں پیش کی گئیں یہاں تک کہ تنکا جس کو آدمی مسجد سے دور کرے اور مجھ پر میری اُمت کے گناہ پیش کیے گئے۔ پس میں نے اس سے بڑھ کر کوئی گناہ نہ دیکھا کہ آدمی کو قرآن پاک کی کوئی سُورت یا آیت دی گئی پھر وہ اُس کو بھول گیا۔ جب حضور اقدس پر اُمت کے تمام نیک و بد صغیر و کبیر اعمال پیش کیے گئے اور پیش ہوتے ہیں پھر کس طرح حضور کو اُن لوگوں کے اعمال معلوم نہیں۔ نانوتی صاحب نے کس طرح سلب جزئی سمجھا کہیں اس کی رمق بھی ہے ابھی ذرا توقف فرمائیے کس کس چیز سے آنکھیں بند کر کے انکار پر اُڑ رہے ہیں گے بخاری و مسلم کی حدیث شریف ہے

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اُمتی یدعون یوم القیمۃ غرا محجلین من اثار الوضوء فمن استطاع منکم ان یطیل غرتہ فلیفعل۔ یعنی حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ نے فرمایا کہ میری امت روز قیامت غر و محجل یعنی اس شان سے بُلائی جائیگی کہ ان کے سر اور ہاتھ پاؤں آثار وضو سے چمکتے ہوں گے پس تم میں سے جس سے ہو سکے اپنی چمک زیادہ کرے۔ مسلم شریف کی دوسری حدیث میں ہے کہ صحابہ نے عرض کیا کہ جو امتی ابھی تک پیدا ہی نہیں ہوتے ہیں انہیں حضور روز قیامت کس طرح پہچانیں گے فرمایا کہ اگر کسی کے پنج کلیان گھوڑے سیاہ گھوڑوں میں ہوں تو کیا وہ اپنے گھوڑوں کو پہچان سکے گا عرض کیا ہاں فرمایا میری امتی اس شان

ست محشر میں آئیں گے کہ اُن کے پانچوں اعضاء چمکتے جگمگاتے ہونگے
اور میں حوض پر اُنکا پیشوا ہونگا ۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں قالوا کیف
تعلم من لم یات بعد من امتک یا رسول اللہ فقال ارئیت لو ان
رجلا لہ خیل غر محجلۃ بین ظھری خیل دھم بھم الا یعرف خیلہ
قالوا بلی یا رسول اللہ قال فانھم یاتون غرا محجلین من الوضوء
وانا فرطھم علی الحوض ۔ کیا مولوی اشرف علی صاحب کے خیال
میں ان مرتدین کے پنج اعضا بھی چمکیں گے جس سے حضور کو اُن کے
مومن ہونیکا خیال ہو سکے لاحول ولا قوۃ الا باللہ کس بنیاد پر تھانوی صاحب
سلب ثابت کرنے بیٹھے ہیں ؟ بالفرض اگر حضور کو پہلے سے علم نہ ہوتا
تو بھی اس علامت سے حضور پہچان سکتے تھے چہ جائیکہ پہلے سے
معلوم ہو ۔ معرفت ہو چکی ہو جیسا کہ مسلم شریف کی روایت سے معلوم ہو
چکا مگر تھانوی صاحب نے سلب کا لفظ سیکھ لیا ہے کتنی ہی حدیثوں
کے خلاف ہو انھیں کسی کی پرواہ نہیں ایک حدیث اور سنئے پہلے حضور
سید عالم علیہ الصلوٰۃ نے ارشاد فرمایا روز قیامت پہلے مجھی کو سجدہ
کی اجازت ملے گی اور پہلے سر اٹھانیکا بھی مجھی کو اذن دیا جائیگا پھر میں
اپنے سامنے تمام اُمتوں کے درمیان اپنی اُمت کو پہچان لونگا اور اسی طرح
اپنے پس پشت اور داہنے بائیں بھی ایک شخص نے عرض کیا نوح علیہ
السلام کی اُمت سے حضور کی اُمت تک بہت اُمتیں ہونگی اُن سب میں
سے حضور اپنی اُمت کو کس طرح پہچان لیں گے فرمایا کہ ان کے ہاتھ پاؤں
چہرے آثار وضو سے چمکتے اور روشن ہوں گے اور کوئی دوسرا اس
شان پر نہ ہوگا (کیوں تھانوی صاحب پھر بھی آپ کے نزدیک حضور

لو اُن مرتدین کو پہچاننا ناممکن ہی رہیگا اب فرمایئے آپ کے سلب کا
کیسا مزاج ہے ؟) اور میں اُنہیں یوں پہچانوں گا کہ اُن کے نامۂ اعمال
ن کے داہنے ہاتھوں میں ہونگے اور اُن کی ذریت اُن کے سامنے دوڑتی
و گی (کیوں تھانوی صاحب کیا مرتدین کے اعمال نامے بھی کیا ان کے داہنے
ی ہاتھوں میں ہونگے ؟ ذرا اپنے سلب کی نبض تو دکھایئے ، اس میں
وئی رمق باقی تو نہیں رہی) حدیث کے الفاظ ملاحظہ ہوں انا اول من
یوذن لہ بالسجود یوم القیمۃ وانا اول من یوذن لہ ان یرفع
اسہ فانظر الی ما بین یدی فاعرف امتی من بین الامم ومن خلفی
ثل ذلک وعن یمینی مثل ذلک وعن شمالی مثل ذلک فقال رجل
ا رسول اللہ کیف تعرف امتک من بین الامم فیما بین نوح الی امتک
ال ھم غر محجلون من اثر الوضوء لیس احد کذلک غیرھم واعرفھم
نھم یوتون کتبھم بایمانھم واعرفھم تسعی بین ایدیھم ذریتھم
رواہ احمد ۔ اب فرمایئے استفہام مقدر مانیے گا یا نہیں ۔ اتنی حدیثیں
پ کی تسکین کے لیے کافی ہیں یا دہی کہے جائیگا ۔ کاش ذہول ہی پرحمل
یا ہوتا مگر مجبوری تو یہ تھی کہ آپ کو شوق تھا سلب ثابت کرنے کا ۔
ہر حال اب تو آپ کا سلب مسلوب ہوا ۔ والحمد للہ فرمایئے تھانوی صاحب
ب سالبہ جزئیہ کس کے گھر سے آئیگا ؟ **قولہ** دوسرا محتمل یعنی ایجاب
زئی متعین اور حق ٹھہرا اور یہی مذہب ہے نقاۃ کا ۔ **اقول** ۔۔
باقت علمی سے بیگانگی اور ذہانت کی بانگی ہے کہ **نقاۃ کا** مذہب ایجاب
زئی ہے خدا جانے کیا سوچ کر لکھا ہے جس کا مذہب ایجاب ہے
کیونکر نقاۃ میں شمار کیا گیا ؟ ۔

مولوی اسمٰعیل دہلوی کی کتاب "تقویت الایمان" پر حضرت صدر الافاضل قدس سرہٗ کا تبصرہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب پر چند اہم شبہات کے جوابات ملاحظہ فرمالیے۔ اس خصوص میں مکمل معلومات آپ کی تصنیف منیف "الکلمۃ العلیا لاعلاء علم المصطفٰے" سے حاصل کریں۔ اب میں حضرت قدس سرہٗ کا وہ تبصرہ بجنسہ پیش کرتا ہوں، جو مولوی اسمٰعیل دہلوی کی شرک ساز کتاب تقویت الایمان پر فرمائی ہے اس سے اندازہ ہو جائیگا کہ یہ کتاب کس نوعیت کی ہے حضرت قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ

"آج مسلمانوں کی جو دردناک حالت ہے اس نے دردمندان اسلام کو بے چین کر دیا ہے سرد آہیں کھینچ کھینچ کر رہ جاتے ہیں۔

سینہ تھام تھام لیتے اور رو رو پڑتے ہیں، دشمنان دین کی جرأتیں اور بےباکیاں روز بروز بڑھتی جاتی ہیں انھیں اسلام کے دعویداروں میں سے اپنے مرتد حامی ملجاتے ہیں جو کفار کی خوشنودی کے لیے ایسے ایسے حرکات کر گزرتے ہیں جن کی جرأت یک بیک کفار کو ہرگز نہ ہو سکتی۔

موجودہ صدی سے قبل مسلمان ہر حیثیت میں اعلیٰ نظر آتے تھے ان میں دینداری بھی تھی غیرت اسلامی بھی۔ دنیا میں ان کا وقار بھی تھا، اعتبار بھی، رعب و ہیبت بھی۔ قوت و شوکت بھی۔ کفار ان کے خوف سے کانپتے تھے کسی کو مجال تھی کہ شریعت طاہرہ یا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں

زبان کھول سکتا یا کوئی ناقص بات بول سکتا۔

مگر آج کفار کی دریدہ دہنی اور بدزبانی انتہا کو پہنچ گئی ہے وہ شرعِ مطہر اور بزرگانِ دین و اکابرِ اسلام پر سخت ناپاک حملے کرنے اور افترا و بہتان اٹھانے کے عادی و خوگر ہو گئے ہیں، مسلمانوں کی دل آزاری اور اسلام کی توہین اُن کا شیوہ و پیشہ ہو گیا ہے

یہ کیوں، اور اس کا باعث کیا۔

اس کا سبب صرف یہ ہے کہ خود مسلمانوں میں سے ایسے فرقے پیدا ہو گئے جنہوں نے حرمتِ اسلام پر ہاتھ صاف کئے۔ بزرگانِ دین اولیائے کرام بلکہ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حق میں بے ادبی اور گستاخی ان کا شغل ہو گیا۔

مسلمانوں نے اُن سے نفرت و بیزاری ظاہر کرنے میں بہت کوتاہی کی۔ اُن کے ساتھ میل جول ربط ضبط جاری رکھا۔ اس سے اُن کی جرأتیں بھی بڑھیں اور وہ بزرگانِ اسلام پر علی الاعلان بے خوف و خطر تبرا کرنے لگے۔ ناقص سے ناقص کلمات چھاپ چھاپ شائع کرنے لگے۔

اول اول تو کفار ان کی کتابوں کو بخوشی دیکھتے تھے مگر مسلمانوں سے چھپ کر پھر اُن کی دلیری اور مسلمانوں کا اس سے متاثر نہ ہونا دیکھ کر ان میں بھی دلیری پیدا ہوئی۔ اور وہ مسلمانوں کو ان لوگوں کے کلمات سنا کر اور کبھی کبھی ان پر اظہارِ افسوس بھی کر دیتے لیکن جب انھوں نے دیکھا کہ مسلمان اس گالی گلوچ سے کچھ اثر نہیں لیتے اور بزرگانِ اسلام کی بدگوئیوں کے ساتھ ان کے میل جول میں کوئی فرق نہیں آتا تو انہیں یقین ہو گیا کہ اسلامی غیرت و حمیت ... جبھی اب انہوں نے بھی زبان کھول دی

طوفان برپا کر ڈالے اور جب تک مسلمان اپنی غیرت و حمیت کا ثبوت نہ دیں اور شریعت کے مخالف اور انبیاء کرام علیہم السلام و اولیاء کے بدگویوں کے ساتھ مخالطت و مصاحبت میل جول ترک نہ کریں یہ فتنہ جاری رہے گا۔

اگر مسلمانوں میں حمیت اسلام اور غیرت دین کی کوئی رمق باقی ہے تو وہ جلد از جلد تمام گمراہ بے دین گستاخ فرقوں سے متارکت اور کلیۃً علیحدگی کریں۔

وہابی فرقہ۔ جو انبیاء علیہم السلام کی جناب میں گستاخیوں کی جرأت پیدا کرنے کا سب سے زیادہ باعث ہوا وہ وہابیہ ہے۔

وہابی دراصل خارجی ہیں جو ابن عبد الوہاب نجدی کا اتباع کرتے ہیں اُن کے نزدیک دنیا میں کوئی بھی مسلمان نہیں تمام عالم مشرک مباح الدم ہے اور بزرگانِ دین و مقبولین بارگاہ رب العالمین کی توہین ان کا دین و ایمان ہے۔ رد المحتار جلد ۳ صفحہ ۳۱۹ میں ہے

كَمَا وَقَعَ فِي زَمَانِنَا فِي اَتْبَاعِ عَبْدِ الْوَهَّابِ الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ نَجْدٍ وَتَغَلَّبُوْا عَلَى الْحَرَمَيْنِ وَكَانُوْا يَنْتَحِلُوْنَ مَذْهَبَ الْحَنَابِلَةِ لٰكِنَّهُمْ اِعْتَقَدُوْا اَنَّهُمْ هُمُ الْمُسْلِمُوْنَ وَاَنَّ مَنْ خَالَفَ اِعْتِقَادَهُمْ مُشْرِكُوْنَ وَاسْتَبَاحُوْا بِذٰلِكَ قَتْلَ اَهْلِ السُّنَّةِ وَقَتْلَ عُلَمَائِهِمْ حَتّٰى كَسَرَ اللّٰهُ شَوْكَتَهُمْ وَخَرَّبَ بِلَادَهُمْ وَظَفِرَ بِهِمْ عَسَاكِرُ الْمُسْلِمِيْنَ عَامَ ثَلٰثٍ وَثَلٰثِيْنَ وَمِائَتَيْنِ وَاَلْفٍ۔

یعنی جیسا ہمارے زمانہ میں عبد الوہاب کے متبعین میں واقع ہوا جو

نجد سے نکل کر حرمین شریفین پر قابض ہوئے اور اپنے آپ کو حنبلی مذہب
ظاہر کرتے تھے لیکن دراصل ان کا اعتقاد یہ تھا کہ مسلمان صرف وہی ہیں
باقی سب مشرک ہیں اسی وجہ سے انھوں نے اہلسنت اور ان کے علماء
کا قتل مباح سمجھا یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شوکت توڑی اور ان کے
شہر ویران کئے اور اسلامی لشکروں کو ان پر فتح دی ۱۲۳۳ھ میں فرقہ وہابیہ
نے گمراہی کے عجیب وغریب اصول بنائے قرآن وحدیث کو سامنے رکھ
کر مسلمانوں کو مغالطہ دینا گمراہی میں گرفتار کرنا ان کا دستور ہے جسطرح
ہندوستان میں فرقہ آریہ مذہب کی آڑ میں سیاسی اغراض کا شکار کھیلتا
ہے اسی طرح وہابیہ مذہب کے پردہ میں ملک حاصل کرنا چاہتے ہیں۔
عبدالوہاب نجدی کا مقصد اس مذہب کی ایجاد اور مسلمانان عالم کو
مشرک وکافر قرار دینے سے یہی تھا کہ ان پر جہاد جائز کیا جائے اور اپنے
معتقدین کو اسلامی ممالک پر حملہ کرنے اور مسلمانوں کو تہ تیغ کر ڈالنے پر آمادہ
کیا جائے تاکہ اسلامی ممالک قبضہ میں آجائیں چنانچہ اس نے پہلی مرتبہ
اور اس کے جانشین ابن سعود نجدی نے اب دوسری مرتبہ اس ذریعہ
سے حجاز کی سلطنت حاصل کی اگر اس نے گمراہی کے اصول بنا کر مسلمانوں
کا مشرک ہونا اپنے معتقدین کے ذہن نشین نہ کیا ہوتا تو وہ ہرگز مسلمانوں
پر تلوار اٹھانے کے لیے تیار نہ ہوتے اور وہابیوں کو سلطنت ہاتھ نہ
آتی - اس گروہ نے ملک ومال کی طمع میں دین وملت کو برباد کیا۔
ہندوستان میں بھی مولوی اسمٰعیل دہلوی کے سر میں ملک گیری کا
سودا تھا اور ابن عبدالوہاب کی طرح وہ بھی یہی ارادہ رکھتے تھے۔
شاہ ولی اللہ صاحب کے خاندان کا ہندوستان سے [illegible] طرادہ میں

میں کافی اثر تھا۔ بکثرت مسلمان اس خاندان کے ارادت مند معتقد تھے۔ اس سروسامان کو دیکھ کر مولوی اسمٰعیل صاحب کو خیال پیدا ہوا کہ عبدالوہاب نجدی کی پالیسی پر عمل کر کے وہ اپنے معتقدین کا ایک عظیم لشکر تیار کر سکتے ہیں۔ جس سے ہندوستان کے تاج و تخت پر اُن کو قبضہ مل سکے گا۔

اس تخیل پر وہ چل پڑے اور شیخ نجدی کی پیروی کو انھوں نے ذریعہ کامیابی سمجھا اُسی کی کتاب التوحید کا چربہ اتارا اور اُسی کے مذہب کی ترویج کے درپے ہو گئے۔ اس مدعا کے لیے انھوں نے متعدد کتابیں تصنیف کیں جن میں سے تقویت الایمان بہت زیادہ مشہور ہے اور اس کی بکثرت اشاعت کی گئی ہے۔ لاکھوں کی تعداد میں چھپ کر ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں پہنچ چکی اور ہزارہا بندگان خدا اس کتاب سے گمراہ ہو گئے۔ مولوی اسمٰعیل کے مقدر نے یاوری نہ کی اور انھیں ہندوستان کی فرماں روائی نصیب نہ ہوئی۔ لیکن اس کے پروپیگنڈے سے ہزارہا بلکہ لاکھوں آدمی بے دین اور بزرگان دین واکابر اسلام حتیٰ کے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی جناب میں گستاخ ہو گئے جس سے ہند کے کفار کو ہمت ہوئی اور آئے دن وہ اسلام و پیشوایان اسلام کی شان میں گستاخانہ لب کشائی کرنے لگے۔

اس تقویت الایمان کی بدولت ہندوستان کے مسلم حصہ میں ایک خطرناک جنگ چھڑ گئی اور ہر ایک گھر مولوی اسمٰعیل صاحب کی بدولت معرکہ جنگ بن گیا۔ مسلمانوں کا شیرازہ درہم برہم ہوا۔ ان کے پہلوؤں میں اُن کے خونخوار دشمن پیدا ہوئے جو اُنھیں مشرک جانتے اور ان کے

دن اُن سے لڑتے رہتے ہیں اور جس قدر اس کتاب کی اشاعت زیادہ ہوتی جاتی ہے اُسی قدر یہ جنگ وسیع ہوتی ہے۔

علمائے اسلام نے اس کتاب کے متعدد رد لکھے۔ تحریر و تقریر سے اس کے مفاسد کا اظہار فرمایا اور یہ اُن کا فرض تھا لیکن نہ معلوم کس وجہ سے وہ رد چھپ نہ سکے اور قلمی کتاب کی اشاعت ہی کیا ہو سکتی ہے زمانہ گزرنے سے وہ نایاب ہو گئے۔ بعض چھپے بھی مگر بہت مختصر تھے اور اب میسر بھی نہیں آتے۔

اب دو چار سال سے تقویت الایمان کی اشاعت میں حد سے زیادہ اہتمام کیا گیا اور ملک کے ہر حصہ میں وہ مفت تقسیم کی گئی تو ہر طرف سے میرے پاس اس کے رد و جواب کی طلب میں خطوط آنے شروع ہوئے۔ ناچار میں نے اس کے رد کا قصد کیا۔ اللہ سبحٰنہ اس کے اتمام کی توفیق دے اور حق کی حمایت میں مستقل رکھے۔ نفس و شیطان کے شر سے بچائے، آمین

حقیقت کا اظہار میرا فرض ہے میں اسی کے در پے رہوں گا۔ اور توفیقِ تعالیٰ سے ضد و نفسانیت سے بالکل اجتناب کروں گا۔ واللہ المستعان و علیہ التکلان۔

صاحب تقویت الایمان نے اپنی کتاب کا پہلا باب توحید و شرک کے بیان میں لکھا ہے لیکن اس بحث کو شروع کرنے سے قبل انھوں نے دو اصول لکھے ہیں اور ان پر بہت زور دیا ہے اُن کے لیے یہ دونوں اصول نہایت اہم اور بہت ضروری ہیں اگر وہ یہ اصول نہ بناتے تو انہیں مسلمانوں کو راہِ راست سے منحرف کرنے میں بہت زیادہ دشواریاں پیش آتیں۔

یہ اصول جیسے وہابیہ کے لیے ضروری ہیں اُسی قدر بلکہ اس سے زیادہ مسلمانوں کے لیے خطرناک ہیں اور اُن سے بچنا مسلمانوں کے لیے انتہا ناخیر

پیدا ہوتی ہیں اور دین کا محکم و استوار نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔

وہابیت کے دو اصول

ان دو اُصولوں میں سے (۱) یہ ہے کہ اسلاف کرام اور بزرگوں کا اتباع نہ کرنا چاہیئے اور متقدمین کی پیروی درست نہیں۔

(۲) یہ کہ علمائے دین اور آئمہ مجتہدین کی پیروی نہ کرنی چاہیئے، ہر شخص قرآن و حدیث سمجھتا ہے اس کے لیے بڑا علم درکار نہیں۔

یہ دونوں اُصول جس طرح وہابیت کو رواج دینے کے لیے ضروری ہیں ایسے ہر بد مذہبی کے لیے لازم ہیں۔

یہ ظاہر ہے کہ جب تک آدمی اپنے بزرگوں کے طریقے اور متقدمین کی روش کرنہ چھوڑے ان کا اتباع لازم سمجھے اس وقت تک کوئی خود غرض گمراہ کنندہ اُس کو اپنا طریقہ و مذہب قبول کرانے میں کامیاب نہیں ہو سکتا جب وہ اُس کو اپنی کوئی بات بتائیگا وہ فوراً انکار کرے گا اور کہے گا جواب میں اس کے ماننے سے مجبور ہوں۔ یہ میرے بزرگوں کے خلاف ہے۔

جب اُس سے اُس کے دین کی کوئی بات چھڑانے کی کوشش کی جائے گی جبھی وہ چونک اُٹھے گا اور راضی نہ ہوگا اور اس کا یہ جواب بالکل مسکت ہوگا کہ میں اپنے بزرگوں کا طریقہ نہیں چھوڑ سکتا بلکہ وہ اس طریقہ کے خلاف کسی بات کا سننا گوارا نہ کرے گا اور گمراہ کنندہ ناکام نامراد رہ جائے گا۔

اب اگر وہ مغل دونوں طریقہ سے بہکائے اور یہ کہے کہ تم جو یہ عمل کرتے ہو نہ کرو کیونکہ تمہارے دین اور قرآن و حدیث کے خلاف

ہے یا یہ جو نہیں کرتے ہو کہ یہ کہ قرآن و حدیث میں اس کا حکم ہے تو اس کا وہ یہ جواب دے گا کہ قرآن و حدیث پر تو میرا ایمان ہے لیکن یہ بات میں اپنے علماء سے دریافت کروں اگر وہ بتا دیں گے کہ قرآن و حدیث میں ایسا ہے تو میں سر جھکا کر تسلیم کروں گا اور اگر انھوں نے فرمایا کہ قرآن و حدیث میں ایسا نہیں ہے تو ان کے مقابل میں آپ کی بات ماننے اور ماننے کے لیے تیار نہیں :-

یہ جواب سنتے ہی بیدین گمراہ کنندہ کی ہمت ٹوٹ جائے گی اور اس کی اس پر چھا جائیگی وہ جانتا ہے کہ قرآن و حدیث کا نام لے کر بات کو بدلا جا سکتا ہے۔ مگر وہ عالم کے پاس گیا تو وہ اس پر حقیقت حال ظاہر کر دے گا اور اس کا فریب کسی طرح نہ چل سکے گا۔ اس لیے وہ ضروری سمجھتا ہے کہ پہلے علماء کی طرف سے بدظن کرے اور ان کے ساتھ تعلق قطع کرائے جب وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکے گا تمام گمراہ فرقے ان اصولوں پر کاربند ہونے کے لیے مجبور ہیں۔ سب سے پہلے روافض و خوارج نے یہ طریقہ اختیار کیا اور مسلمانوں کو ان کے بزرگوں اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب سے بدگمان کرنے میں انتہائی کوششیں کیں اور جن لوگوں کو انھوں نے صحابہ کرام سے بدگمان کیا اور جن پر ان کا یہ جادو چل گیا انھیں کو وہ دین سے منحرف کر کے گمراہ کر لینے میں کامیاب ہوئے اور جنہوں نے اپنے بزرگوں کا دامن نہ چھوڑا وہ ان کے مکائد سے امن میں رہے۔

ہر فرقہ اسی بات کا مدعی ہے کہ قرآن و حدیث کے مطابق اسی کا مذہب ہے، رافضی، خارجی، وہابی، مرزائی وغیرہ کون اس کا

دعویٰ نہیں کرتا ہر ایک اپنے مدعائے باطل کی تائید میں آیات و احادیث پیش کرنے میں جری ہے۔

مگر علمائے اسلام ان کا ملمع کھول دیتے ہیں اور آیات و احادیث کے پیش کرنے میں گمراہ لوگ جو دھوکا دیتے ہیں علماء اس کو ظاہر کر دیتے ہیں اس لیے ہر گمراہ یہ کوشش کرتا ہے کہ مسلمان اپنے علماء سے تعلق چھوڑ دیں تاکہ وہ انھیں بہکا سکے۔

مولوی اسمٰعیل صاحب نے تقویت الایمان میں اپنے مدعا کو شروع کرنے سے پہلے انھیں دو اصولوں کو بیان کیا اور ان پر بہت زور دیا ان کی عبارت ملاحظہ کیجئے۔

> اس زمانہ میں دین کی بات میں لوگ کتنی راہیں چلتے ہیں کتنے پہلوں کی رسموں کو پکڑتے ہیں کتنے قصے بزرگوں کے دیکھتے ہیں اور کتنے مولویوں کی باتوں کو جو انھوں نے اپنے ذہن کی تیزی سے نکالی ہیں سند پکڑتے ہیں اور کتنے اپنی عقل کو دخل دیتے ہیں۔

(تقویۃ الایمان [illegible]) (ص ۲ [illegible])

یہ وہابیت کا پہلا اصول ہے جس میں متقدمین کے طریق۔ بزرگوں کے حالات علماء کے ارشاد اور عقل کے فیصلے سب سے روکا جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ ہر طرح آنکھ میچ کر مولوی اسمٰعیل صاحب کے حکم کو مان لو۔ اگر وہ متقدمین کے خلاف ہو تو انھیں بھی چھوڑ دو اگر بزرگوں کے حالات اور سلف صالح کی روش کے مخالف ہوں تو ان کو بھی ترک کر دو۔ اگر علمائے دین اور آئمہ متقین کی تعلیم و ہدایت کے برعکس ہو تو اُن سے بھی ہاتھ اٹھاؤ۔ اگر اس سب کے باوجود خود تمہاری عقل میں نہ آئے تو اس

سے بھی رو گرداں اور صم بکم ہو کر اسمٰعیل کا کہا مان لو۔ متقدمین اور اسلاف صالحین اور علماء دین اور عقل سب سے قطع تعلق کر کے تقویت الایمان کے متبع ہو جاؤ۔

مولوی اسمٰعیل صاحب نے اپنی بدعات و اختراعات منوانے کا اصول تو ایجاد کیا۔ مگر قرآن کریم اور حدیث شریف میں اس گمراہی کے اصول کا پہلے ہی قلع قمع کر دیا گیا۔

قرآن شریف کی پہلی سورت میں اللہ تعالیٰ رب العزۃ ارشاد فرماتا ہے۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِينَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۝

ترجمہ: ہم کو سیدھا راستہ چلا۔ راستہ ان کا جن پر تو نے احسان کیا

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کے رستے کو اپنا سیدھا رستہ فرماتا ہے اور اس کی طرف ہدایت کی دعا تعلیم فرماتا ہے اور مولوی اسمٰعیل صاحب اس کے خلاف پہلوں کی رسموں بزرگوں کے حالات علماء دین کی تدقیق۔ عقل کے ارشاد سب کے چھوڑنے کو کہتے اور قرآن پاک کی مخالفت کرتے ہیں۔

عجیب بات یہ کہ پہلوں کی رسمیں بزرگوں کے حالات علماء کے ارشاد عقل کا حکم تو ماننے کے قابل نہ ہو مگر مولوی اسمٰعیل صاحب کا حکم ماننے کے قابل ہو جائے اگرچہ وہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد اور قرآن کی آیات کے خلاف ہو۔ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ ط جس کو مولوی اسمٰعیل صاحب بزرگوں کی رسمیں کہتے ہیں۔ قرآن پاک صِرَاطَ الَّذِينَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔ فرماتا ہے (فاعتبروا یا اولی الابصار)

پہلوں، بزرگوں، عالموں میں آئمہ علماء صلحاء اور غوث، قطب۔

تبع تابعین ۔ تابعین ۔ صحابہ ۔ خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سب ہی آ گئے ۔

ظالم نے دین کا سارا نظام درہم برہم کر ڈالا ۔ حضرت امام علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی اپنی تفسیر مدارک التنزیل میں آیت مذکورہ کے تحت ارشاد فرماتے ہیں ۔

{ وَالْاِشْعَارُ بِاَنَّ الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ تَفْسِيْرُهٗ صِرَاطُ الْمُسْلِمِيْنَ لِيَكُوْنَ ذٰلِكَ شَهَادَةً لِصِرَاطِ الْمُسْلِمِيْنَ بِالْاِسْتِقَامَةِ عَلٰى اَبْلَغِ وَجْهٍ وَاٰكَدِهٖ }

ترجمہ اور اس بات کا اشعار کہ صراط مستقیم کی تفسیر صراط المسلمین یعنی مسلمانوں کی راہ ہے اس لیے ہے تاکہ یہ مسلمانوں کی راہ کی استقامت کی ابلغ وجہ پر شہادت ہو ۔

امام محی السنہ علاؤ الدین علی بن محمد بن ابراہیم بغدادی معروف بہ خازن اپنی تفسیر لباب التاویل میں فرماتے ہیں ۔

{ هٰذَا بَدَلٌ مِّنَ الْاَوَّلِ اَیِ الَّذِيْنَ مَنَنْتَ عَلَيْهِمْ بِالْهِدَايَةِ وَالتَّوْفِيْقِ وَهُمُ الْاَنْبِيَاءُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ ذَكَرَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِیْ قَوْلِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصّٰلِحِيْنَ }

ترجمہ یہ اول کا بدل ہے یعنی صراطِ مستقیم ان لوگوں کا راستہ ہے جن پر تو نے ہدایت و توفیق دیکر احسان فرمایا اور وہ انبیا اور مومنین ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ذکر فرمایا اُولٰئک مع الّذین الآیہ وہ ان کے ساتھ ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا یعنی انبیاء اور

صدیق اور شہید اور نیک لوگ :

اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین کی راہ صراطِ مستقیم ہے اور اسی کی طرف ہدایت کی دعا ر اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی سب سے پہلی صورت میں تعلیم فرمائی۔ لیکن مولوی اسمٰعیل صاحب اس کے مخالف ہیں۔ وہ پہلوں کی رسموں، بزرگوں کے قصوں، علماء کی تدقیق سب سے مسلمانوں کا علاقہ قطع کر دینا چاہتے ہیں، اللہ تبارک و تعالیٰ دوسری آیت میں ارشاد فرماتا ہے :-

پ ۵ سورۃ النساء

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيْرًا

ترجمہ اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری پلٹنے کی جگہ ہے۔

اس آیت کریمہ میں مؤمنین کی راہ چھوڑنے پر جہنم کی سزا مقرر فرمائی۔ یہ وہی مؤمنین کی راہ ہے جس کو مولوی اسمٰعیل صاحب تقویۃ الایمان میں پہلوں کی رسمیں بزرگوں کے قصے۔ مولویوں کی باتیں بتا کر چھڑانا چاہتے ہیں۔

مولوی اسمٰعیل صاحب کا یہ اصول قرآن پاک کی مخالفت پر مبنی ہے اور قرآن پاک کا یہ کمال ہے کہ مدتوں کے بعد پیدا ہونے والے گمراہ خلق کو بہکانے کے لیے جو اصول بناتے ہیں اس کتاب ہدایت میں پہلے ہی اس کا رد فرما دیا گیا۔ والحمد للہ اس مدعا پر صدہا آیات و احادیث پیش کی جا سکتی ہیں۔ مگر نظر بر اختصار دو ہی آیتوں پر اکتفا کیا گیا اب مولوی اسمٰعیل صاحب

کا دوسرا اصول بھی ان ہی کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیے تقویت الایمان میں لکھتے ہیں

وہابیہ کا دوسرا اصول

> اور یہ عوام الناس میں مشہور ہے کہ اللہ و رسول کا کلام سمجھنا بہت مشکل ہے اس کو بڑا علم چاہیئے ہم کو وہ طاقت کہاں کہ ان کا کلام سمجھیں اور اس راہ پر چلنا بڑے بزرگوں کا کام ہے سو ہماری کیا طاقت کہ اس کے موافق چلیں بلکہ ہم کو یہی باتیں کفایت کرتی ہیں سو یہ بات غلط ہے اس واسطے کہ اللہ صاحب نے فرمایا ہے کہ قرآن مجید میں باتیں بہت صاف صریح ہیں ان کا سمجھنا مشکل نہیں۔

تقویت الایمان [illegible] ص ۲۴

مولوی اسمٰعیل صاحب کی یہ گفتگو عوام الناس کے حق میں ہے جو بیچارے صاف اردو کی عبارتوں کو سمجھنے میں بھی قاصر ہوتے ہیں آپ ان کو فرماتے ہیں کہ تمہارا یہ خیال کہ قرآن و حدیث کا سمجھنا مشکل ہے اور اس کے لیے بڑا علم چاہیئے غلط ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ ہر جاہل قرآن پاک اور حدیث شریف سمجھ سکتا ہے اس کے لیے علم درکار نہیں جہلا کو جرأت دلائی جاتی ہے کہ وہ بے علمی سے قرآن و حدیث میں رائے زنی کر کے علماء سے الجھیں اور گمراہی میں پڑیں۔ اسی اصول کی بدولت غیر مقلد پیدا ہوئے ہر جاہل اپنے آپ کو ائمہ دین سے افضل و بہتر سمجھنے لگا، اور قرآن و حدیث ہاتھ میں لے کر مسلمانوں سے درپئے جنگ و جدل ہوا۔ آج جو بہت سے مصروفِ جنگ نظر آرہے ہیں وہ اسی اصول ضلالت کا نتیجہ ہیں۔ ستم یہ کہ مولوی اسمٰعیل صاحب اپنے اس گمراہ کن اصول کو قرآن پاک کی طرف نسبت کر کے اللہ تعالیٰ پر افترا کرتے ہیں۔ حاشا کہ یہ ناپاک مضمون قرآن پاک میں ہو۔ اس جرأت کی کیا انتہا کہ اپنے دل سے ایک گمراہی کی بات

Marfat.com

نکالی اور اس کو قرآن پاک کی طرف نسبت کر دیا اور ثبوت میں آیت شریف بھی لکھ ڈالی اور یہ لکھ دیا کہ

اللہ صاحب نے فرمایا ہے کہ قرآن مجید میں باتیں بہت صاف صریح ہیں ان کا سمجھنا مشکل نہیں۔ (تقویۃ الایمان ص۳)

یہ اللہ تعالیٰ پر افترا ہے قرآن کریم پر بہتان ہے اس میں کہیں یہ نہیں فرمایا کہ قرآن شریف کا سمجھنا کچھ مشکل نہیں اور عوام کو یہ جرأت نہیں دلائی۔ مولوی اسمٰعیل صاحب کی یہ عبارت کسی آیت کا ترجمہ نہیں اس کے بعد جو آیت انھوں نے پیش کی ہے اس کو بھی ملاحظہ فرمایئے کہ یہ مضمون اس سے ثابت نہیں مولوی اسمٰعیل صاحب لکھتے ہیں، چنانچہ سورہ بقر میں فرمایا ہے۔

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ۝

ترجمہ یعنی اور بیشک اُتاریں ہم نے طرف تیری باتیں کھلی اور منکر اس کے وہی ہوتے ہیں جو لوگ بےحکم ہیں ف:- یعنی ان باتوں کا سمجھنا کچھ مشکل نہیں (یہ فائدہ بے فائدہ جناب اپنی طرف سے بڑھا کر کچھ آگے فرماتے ہیں) اور اللہ رسول کے کلام سمجھنے کو بہت علم نہیں چاہیئے کہ پیغمبر تو نادانوں کے راہ بتانے کو اور جاہلوں کو سمجھانے کو اور بے علموں کے علم سکھانے کو آئے تھے

(تقویۃ الایمان ص۲۶)

قطع نظر اس کے کلام شانِ ادب سے دُور ہے یہ دعویٰ کہ اللہ و رسول کے کلام سمجھنے کو بہت علم نہیں چاہیئے یعنی ہر جاہل سمجھ سکتا ہے بالکل باطل اور نہایت فتنہ انگیزی ہے آیات کا بیّنات کے ساتھ موصوف ہونا یہ معنی نہیں رکھتا کہ قرآن پاک سیکھنے اور علماء سے پوچھنے کی ضرورت نہیں رہی۔

مولوی اسمٰعیل صاحب اس کے بعد لکھتے ہیں۔

Marfat.com

{جو کوئی یہ آیت سنکر پھر یہ کہنے لگے کہ پیغمبر کی بات سوائے عالموں
کے کوئی سمجھ نہیں سکتا اور ان کی راہ پر سوائے بزرگوں کے
کوئی چل نہیں سکتا سو اس نے اس آیت کا انکار کیا۔}

عوام کا تعلق علماء سے قطع کرانے میں مولوی اسمعیل صاحب کتنی کوشش بلیغ کر رہے ہیں یہاں تک کہہ گئے کہ جو یہ کہے کہ پیغمبر (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی بات سوائے عالموں کے کوئی سمجھ نہیں سکتا اس نے اس آیت کا انکار کیا اور آیت کا انکار یقیناً کفر ہے تو دین کے سمجھنے کے لیے عالم کی ضرورت بتانے والا مولوی اسمٰعیل صاحب کے نزدیک کافر خارج از اسلام ہے۔ پہلے تو مولوی محمود حسن صاحب دیوبندی کے قصیدہ کے دو شعر پڑھیے جو انھوں نے مولوی رشید احمد صاحب و مولوی محمد قاسم صاحب کی تعریف میں لکھا ہے اور اس کے بعد غور کیجیے کہ تقویۃ الایمان کے حکم سے مولوی محمود حسن صاحب کافر خارج از اسلام منکر قرآن ہو گئے کہ انہوں نے قرآن و حدیث کے سمجھنے کے لیے عالم کو ضروری سمجھا لکھتے ہیں۔

پر نہ ہوں سائق و قائد جو رشید و قاسم ہم کو کیونکر ملیں یہ نعمت یزداں دونوں
کون سمجھائے ہمیں مطلب اللہ و رسول کون سکھلائے ہمیں سنت و قرآن دونوں

مولوی اسمٰعیل صاحب کا فتویٰ گھر میں ہی کام آگیا اور مولوی محمود حسن صاحب دیوبندی ان کی چھری سے ذبح ہو گئے، اب اس مسئلہ کے متعلق آیات و احادیث ملاحظہ فرمائیے:۔

{رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ
وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ}

ترجمہ:۔ اے ہمارے رب ان میں انھیں میں سے ایسا رسول مبعوث فرما جو ان پر تیری آیات تلاوت فرمائے اور انھیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے

اسی طرح دوسرے پارہ میں ارشاد فرمایا۔ یُزَکِّیْکُمْ وَیُعَلِّمُکُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ
اسی طرح سورۂ جمعہ میں فرمایا یُعَلِّمُہُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ ۔

اِن تمام آیات میں قرآن پاک کی تعلیم کا بیان ہے اور حضور کی اُس صفت کا ذکر ہے کہ آپ اپنی اُمت کو قرآن پاک تعلیم فرماتے ہیں تو اگر قرآن پاک کو ہر جاہل اور بے علم بھی سمجھتا اور اُسے سیکھنے اور دریافت کرنے کی ضرورت نہ ہوتی تو حضور کا تعلیم فرمانا اور سکھانا بیکار ہوتا اور قرآن پاک میں یہ حضور کی صفت نہ قرار دیا جاتا۔ بیسویں پارہ میں ارشاد فرمایا۔ وَتِلْکَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُہَا لِلنَّاسِ وَمَا یَعْقِلُہَا اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ۔ ترجمہ: یہ مثالیں ہیں جنہیں ہم لوگوں کے لیے بیان فرماتے ہیں اور انھیں نہیں سمجھتے مگر عالم لوگ ثابت ہو گیا کہ مولوی اسمٰعیل صاحب کا یہ دعویٰ کہ قرآن پاک کے سمجھنے کے لیے علماء کی ضرورت نہیں، قرآن پاک کے بالکل خلاف ہے اس مدعا پر بکثرت آیات پیش کی جا سکتی ہیں مگر بخیال اختصار اسیقدر پر اکتفا کیا گیا

مولوی اسمٰعیل صاحب، تقویۃ الایمان اور ہمارا مسلک

تقویۃ الایمان کے کثیر کفریات اور حضرات انبیاء اور سید انبیاء علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی توہین و تنقیص کے کلمات اور بے ادبانہ گستاخیوں اور گستاخیوں سے کتاب بھری ہوئی ہے ایسے کلمات بیشک کفر ہیں۔
شفا شریف جلد ۲ صفحہ ۲۱۱ میں ہے۔ اَجْمَعَ مَنْ سَبَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوْ عَابَہٗ اَوْ اَلْحَقَ بِہٖ نَقْصًا فِیْ نَفْسِہٖ اَوْ نَسَبِہٖ اَوْ دِیْنِہٖ اَوْ خَصْلَۃٍ مِّنْ خِصَالِہٖ اَوْ عَرَّضَ بِہٖ اَوْ شَبَّہَہٗ بِشَیْءٍ عَلٰی طَرِیْقِ السَّبِّ لَہٗ اَوِ الْاِزْدِرَاءِ

عَلَیۡهِ اَوِ التَّصۡغِیۡرِ لِشَانِهٖ اَوۡ لِتَنَقُّصٍ وَ الۡعَیۡبِ لَهٗ فَهُوَ سَابٌّ لَهٗ وَالۡحُکۡمُ فِیۡهِ حُکۡمُ السَّابِ لیکن چونکہ اسمٰعیل کی نسبت یہ مشہور تھا کہ اس نے اپنے ان تمام اقوال سے توبہ کر لی تھی اس لیے علماء محتاطین نے اس کو کافر کہنے سے احتیاطاً زبان روکی اور اقوال کو کفر و ضلال بتایا اس کا تو اللہ کو علم ہے کہ اس نے واقع میں توبہ کی تھی یا نہیں اگرچہ آجکل کے وہابیہ جو اس کے کفریات کی حمایت و ترویج کرتے ہیں وہ توبہ کے منکر ہیں چنانچہ مولوی رشید احمد گنگوہی سے کسی نے سوال کیا کہ ایک بات یہ مشہور ہے کہ مولوی اسمٰعیل صاحب شہید نے اپنے انتقال کے وقت بہت سے آدمیوں کے روبرو بعض مسائل تقویۃ الایمان سے توبہ کی ہے آپنے بھی یہ بات کہیں سنی ہے یا محض افتراء ہے اس کے جواب میں لکھتے ہیں توبہ کرنا ان کا بعض مسائل سے محض افتراء اہل بدعت کا ہے (فتاوی رشیدیہ حصہ اول ص۶۲) لیکن جب علماء نے سنا کہ اسکی نسبت توبہ کی شہرت ہے انہوں نے احتیاط کی اور یہی کرنا ہی چاہیئے تھا جیسا کہ آئمہ دین نے یزید کی تکفیر و لعن سے احتیاط کی علامہ علی قاری ضوء المعالی شرح بدء الامالی ص۸۶ میں فرماتے لا یخفی ان الاستحلال امر قلبی غائب من ظاهر الحال و سوء فعله و جمعه او لا یحتمل انه مات تائبا عنه اخیرا فلا یجوز لعنه لا ظاهرا و لا باطنا۔ احتمال توبہ کی وجہ سے علماء کرام یزید جیسے بدبخت شقی پلید کے حق میں لعن اختیار فرماتے ہیں یہی حال اسمٰعیل کا ہے جس کی توبہ کی شہرت تھی لیکن اسمٰعیل کے بعد وہابیہ کے اور دوسرے پیشواؤں نے شانِ انبیاء علیہم السلام میں شدید گستاخیاں کیں اور توہین کے نہایت ناپاک کلمات لکھے اور باوجود بار بار رد کے ان پر مصر رہے توبہ کی طرف مائل نہ ہوئے ان کی تکفیر میں علماء عرب و عجم نے کوئی تامل نہ فرمایا اور نہ ایسی حالت میں شریعت طاہرہ تامل کی اجازت دیتی ہے اللہ تعالیٰ ان حضرات کو ان کے نیت و حسن عمل کی جزا عطا فرمائے اور اپنے بندوں کو کفر و ضلالت سے بچائے آمین۔ وصلی اللہ تعالیٰ

پہلا حصہ ختم ہوا

Marfat.com

کی شخصی اور ذاتی حالات پر کلام کرنا اور اس کی صحت و تندرستی قوت و طاقت شکل و شباہت عادات و خصائل وغیرہ کی بحثیں ایک چیز ہیں اور اس کی تدابیر ملکی ہوشیاری اور عقل سلیم و طریق حکمرانی پر گفتگو کرنا یہ ایک علیحدہ امر ہے جس کو امر اول سے کوئی علاقہ نہیں گو یا دونوں ایک ہی شخص کے احوال ہیں مگر ہر ایک شعبہ جداگانہ طور پر ایک مستقل اور علیحدہ امر ہے ان دونوں کو ایک سمجھنا فرق و امتیاز کو اٹھا دینا سخت غلطی ہے۔

انسان کے جسمانی عوارض صحت و مرض اور ان کے اسباب و علامات پر مطالب مفصل و دراز کرنا ایک فن ہے لیکن اسی کی اخروی سعادت و شقاوت اور روحانی خصائل کو معرض بحث میں لانا دوسری چیز ہے۔ اسی کی تقسیم تمدنی و معاشرتی کا ذکر ان دونوں کے علاوہ ایک تیسری شے ہے اس کے طرز زندگی اور آپس کے تعلقات اور باہمی روابط و شرکت عمل سے بحث کرنا ان سب کے سوا ایک چوتھا کام ہے غرضیکہ جب کسی چیز کے متعدد پہلو ہوں تو ہر پہلو پر مستقل کلام ایک ممتاز حیثیت رکھتا ہے

سلطنت اسلامیہ اور مقامات مقدسہ

حالات حاضرہ میں سلطنت اسلامیہ اور مقامات مقدسہ کا معاملہ سب سے اہم ہے جس نے تمام عالم اسلام کو بے چین کر دیا ہے اور اسلامی دنیا دفعۃً ایک اضطرابی حالت پیدا ہو گئی ہے جوش کے دریا میں تلاطم کی کیفیت ہے ... بچے سے لے کر پیر الحسن شیخ تک ہر شخص ایک ہی درد کا شاکی ہے اور ہر ایک صدمہ کا فریادی نظر آتا ہے۔

سیاسی بحثیں

سیاسیات کی بحثیں ہمارے کلام کا موضوع نہیں اور ہمارے رسالہ کے مقاصد سے خارج

ہیں۔ لیکن یہ معاملہ صرف ایک سیاسی پہلو ہی نہیں رکھتا اس کا مذہبی رُخ ہمارے مبحث سے خارج نہیں ہے اس لیے ہم اجمال واختصار کے ساتھ اس کے مذہبی پہلو پر ایک نظر ڈالنا چاہتے ہیں۔

ترکی کی تباہی

سلطنتِ اسلامیہ کی تباہی وبربادی اور مقاماتِ مقدسہ بلکہ مقبوضات اسلام کا مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل جانا ہر مسلمان کو اپنی اور اپنے خاندان کی تباہی وبربادی سے زیادہ اور بدرجہا زیادہ شاق اور گراں ہے اور اس صدمہ کا جسقدر بھی درد ہو کم ہے اور اس درد سے جسقدر بے چینی ہو تھوڑی ہے، مسلمانوں کا اقتدار خاک میں ملتا ہے ان کی سلطنت کے حصے بخرے کیے جاتے ہیں ارضِ اسلام کا چپہ چپہ لٹا جاتا ہے قیامت نما زلازل بلادِ اسلامیہ کو تہ و بالا کر ڈالتے ہیں مقاماتِ مقدسہ کی وہ خاک پاک جو اہل اسلام کی چشم عقیدت کے لیے طوطیا سے بڑھ کر ہے کفار کے قدموں سے روندی جاتی ہے حرمین محترمین اور بلادِ طاہرہ کی حرمت ظاہری طور پر خطرہ میں پڑ جاتی ہے مسلمانوں کے دل کیوں پاش پاش نہ ہو جائیں ان کی آنکھیں کیا وجہ ہے کہ خون کے دریا نہ بہائیں سلطنت اسلامیہ کی اعانت وحمایت، خادم الحرمین کی مدد ونصرت مسلمانوں پر فرض ہے اسلام نے تمام مسلمانوں کو تن واحد کے اعضاء کی طرح مربوط فرمایا ہے ایک عضو کی تکلیف کا درد سب اعضاء پر پڑتا ہے اور اعضاء رئیسہ کے صدمہ سے تمام بدن متاثر ہوتا ہے ؎ چو عضوی بدرد آورد روزگار دگر عضوہا را نماند قرار ؛ عالم اسلام کے کسی حصہ کا صدمہ ہر مسلمان کو محسوس ہونا چاہیئے۔ چہ جائیکہ سلطان المسلمین کا صدمہ خادم الحرمین کا درد

مسلمانوں کی جدوجہد

دوسرے ممالک میں کیا ہو رہا ہے یہ تو ہمیں معلوم نہیں۔ لیکن ہندوستان میں مسلمان برابر جلسہ کر کے پر زور تقریروں میں جوش کا اظہار کر رہے ہیں۔ سلطنت برطانیہ سے ترکی اقتدار کے برقرار رکھنے کی درخواستیں کی جاتی ہیں۔ ترکی مقبوضات واپس دینے کے مطالبے کیے جاتے ہیں۔ اسی مقصد کے لیے رزولیوشن پاس ہوتے ہیں۔ وفد بھیجے جاتے ہیں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ تدبیریں کہاں تک کامیاب ہو سکتی ہیں لیکن امید کے لمبے لمبے ہاتھ دل آزردہ مسلمانوں کی گردنوں میں حمائل ہو کر انہیں جابجا لیے پھرتے ہیں خدا کامیاب کرے مسلمانوں نے ان مساعی میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے ضروری سمجھا ہے کہ ہندوؤں کو اپنے ساتھ شریک کریں اور اپنا ہم آواز بنائیں تاکہ ان کی صدائیں زور آئے اور سلطنت ان کی درخواست کان لگا کر سُنے۔

مذہب کا فتویٰ

اگرچہ یہ مسلمانوں کی شان کے خلاف ہے
حقا کہ با عقوبت دوزخ برابر است رفتن
بہ پائمردیِ ہمسایہ در بہشت :: لیکن مذہب کا فتویٰ اس کو ممنوع اور ناجائز نہیں قرار دیتا۔ اور اسقدر جدوجہد جواز میں رہتی ہے۔

صورتِ حالات

لیکن صورتِ حالات کچھ اور ہے اگر اتنا ہی ہوتا کہ مسلمان مطالبہ کرتے اور ہندو ان کے ساتھ متفق ہو کر بجا ہے اور درست ہے، پکارتے مسلمان آگے ہوتے اور ہندو اُن کے ساتھ ہو کر ان کی موافقت کرتے تو بیجا نہ تھا لیکن واقعہ یہ ہے کہ ہندو امام بنے ہوئے آگے ہیں اور مسلمان آمین کہنے والے کیطرح ان کے ہر صدا کے ساتھ موافقت کر رہے ہیں جیسے مہاتما گاندھی کا حکم ہوتا ہے اس کے

پیچھے مولوی عبدالباری کا فتویٰ، مقلد کیطرح سرِ نیاز خم کرتا چلا جاتا ہے،
ہندو آگے بڑھتے ہیں اور مسلمان ان کے پیچھے پیچھے اپنا دین و مذہب
ان پر نثار کرتے چلے جاتے ہیں -

پہلے تو ہندوؤں نے سود کے پھندوں میں مسلمانوں کی دولتیں
اور جاگیریں لے لیں اب وہ مفلس ہوگئے اور کچھ پاس نہ رہا تو مقامات
مقدسہ اور سلطنت اسلامیہ کی حمایت کی آڑ میں مذہب سے بھی بیدخل
کرنا شروع کر دیا - نادان مسلمانوں نے جس طرح دریادلی کے ساتھ
جائدادیں لٹائیں آج اسی طرح فیاضی کے ساتھ مذہب فدا کر رہے ہیں -
کہیں ہندوؤں کی خاطر سے قربانی اور گائے کا ذبیحہ ترک کرنیکی تجاویز پاس
ہوتی ہیں ان پر عمل کرنے کی صورتیں سوچی جاتی ہیں - اسلامی شعار مٹانے
کی کوششیں عمل میں لائی جاتی ہیں - کہیں پیشانی پر قشقہ کھینچ کر کفر کا شعار
(ٹریڈ مارک) نمایاں کیا جاتا ہے کہیں بتوں پر پھول اور ریوڑیاں چڑھا کر
توحید کی دولت برباد کیجاتی ہے - معاذ اللہ -

کروڑ سلطنتیں ہوں تو دین پر فدا کیجائیں - مذہب کسی سلطنت
کی طمع میں برباد نہیں کیا جا سکتا - مولانا سید سلیمان اشرف صاحب نے
بہت خوب فرمایا کہ لعنت ہے اس سلطنت پر جو دین بیچ کر حاصل کی
جائے - ترکی سلطنت کی بقا کے لیے مسلمان کفر کرنے لگیں شعائر اسلام
کو میٹ دیں - لاحول ولاقوۃ الا باللہ اسلام ہی کے صدقہ میں تو
اس سلطنت کی حمایت کی جاتی ہے ورنہ ہم سے اور ترکوں سے واسطہ
مطلب - جو کوشش کی جائے اپنا دین محفوظ رکھ کر کیجائے - مگر ؎

اِذَا کَانَ الغُرَابُ دَلِیْلَ قَوْمٍ سَیَھْدِیْھِمْ طَرِیْقَ الْھَالِکِیْنَ

جب ہندو پیشواہوں اور مسلمان ان کی کورانہ تقلید پر کمر باندھیں پھر مذہب کا محفوظ رکھنا کیونکر ممکن ہے ۔

مسلمانوں کی نادانی کمال کو پہنچ گئی ۔ نصاریٰ کے ساتھ ہوئے تو اندھے ہو کر موافقت بلاد اسلامیہ میں جا کر لڑے ، مسلمانوں پر تلواریں چلائیں ان کے ملک ان سے چھین کر کفار کو دلائے اب اس خود کردہ کا علاج کرنے چلے اور شست بعد از جنگ یاد آیا تو ہندوؤں کی غلامی میں دین برباد کرنے پر تل گئے ۔

ہندو نادان نہیں ہندو نادان نہیں ان کی کوئی حرکت عبث اور بیکار نہیں وہ ہر کام کے لیے کوئی مقصد رکھتے ہیں ۔

ان کا ہر عمل اسی مقصد کے محور پر گردش کرتا ہے جب تم نے انھیں پیشوا بنایا تو وہ اپنے مقصد کو مقدم رکھیں گے یا آپ کے

ترکِ تعاون انسان مدنی الطبع ہے اس کے کام ایک دوسرے کی امداد اور شرکت عمل سے پورے ہوتے ہیں

جس طرح چرند پرند اپنے اپنے ضروریات میں اپنے ابنائے نوع سے مستغنی اور بے نیاز ہیں اپنے پاؤں سے چلتے ہیں اور اپنی روزی خود تلاش کرتے ہیں اس میں انھیں کسی بنی نوع سے استمداد کی ضرورت نہیں نہ کسی کی نوکری کرتے ہیں نہ کوئی کارخانہ کھولتے ہیں اپنا آشیانہ خود بنا لیتے ہیں ، اس طرح انسان اپنے ابنائے نوع کی شرکت عمل سے غنی اور بے پرواہ نہیں اس کو اپنے خورد ونوش کے لیے کاشتکار کی ضرورت ہوتی ہے وہ کھیتی کے کام انجام دیکر غلہ بہم پہنچاتا ہے پھر پیسنے اور پکانے والے کی حاجت پڑتی ہے گرمی سردی بارش سے

صورت یہی ہے کہ ہم ترک تعاون کی تمام منزلیں طے کرلیں لیکن جس قوت
کے مقابلہ میں یہ اسلحہ تیز کیے جاتے ہیں وہ ان کے تیز ہونے تک
ہمارے ساتھ کیا کرے گی۔ نیز میں اس بحث میں پڑنا نہیں چاہتا کہ ترک
تعاون ممکن ہے یا نہیں اور اگر ہو بھی جائے تو اس کا ہم پر کیا اثر پڑے
گا اور گورنمنٹ پر کیا۔

مسٹر گاندھی

میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ترک تعاون کا خیال
مسٹر گاندھی کے دماغ میں مدت دراز سے مرکوز
ہے اُن کے کارنامہ زندگی سے اس کے دلائل ملیں گے، لیکن وُہ اپنے
اس مقصد میں اپنی خواہش کے موافق کامیابی سے محروم رہے ہیں۔

سلطنت اسلامیہ کے معاملہ میں عیسائیوں کی زیادتیوں سے جو مسلمانوں
کے جذبات کو صدمے پہنچے تو انہوں نے مسلمانوں کو اُبھار کر اپنے اس
خیال میں شریک کرلینے کا موقع سمجھا اور تھوڑی سی لفظی شرکت کرکے
انھیں اپنے ساتھ ملا لیا۔ مگر عجب دانائی کے ساتھ انھیں کو اپنے
مقصد میں شریک کیا اپنا ہمنوا اور موافق بھی بنایا اور انھیں کو رہین منت
اور ممنونِ احسان بھی کیا۔ اب مسلمان ان کی اس عنایت کے صلہ میں کہیں
گائے کی قربانی ترک کرتے ہیں کہیں قشقے کھینچتے ہیں کہیں بتوں پر چڑھاوے
چڑھاتے ہیں۔ کس کس خرافات میں مبتلا ہیں۔

اس قدر عرض کردینا اور بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ ہندوؤں کی
رضاجوئی کے لیے قربانی کا ترک حرام شعارِ اسلام ہونے کی وجہ سے
اس کا ترک ممنوع اس کے علاوہ ترک قربانی میں ایک سخت جرم ہے
جس کو مسلمان گوارا بھی نہیں کرسکتا وہ یہ کہ ہندو گائے کی پرستش

Marfat.com

کرتے ہیں بتوں کی طرح گائے اُن کا معبود ہے اس کی قربانی محض امن کرنے کے لیے چھوڑنا بُت پرستی کی اعانت ہے کیا اسلام اس کو روا رکھ سکتا ہے۔

مسٹر گاندھی کا طرزِ عمل

ایک طرف تو مسٹر گاندھی مسلمانوں سے یہ خطاب کرتے ہیں کہ تمہارے مطالبات بالکل بجا ہیں اور تم حق بجانب ہو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں دل آزردہ مسلمان ان الفاظ سے جوش میں آجاتے ہیں اور یہ خیال کر لیتے ہیں کہ مسٹر گاندھی سلطنتِ اسلامیہ کے مقبوضات واپس دلا دیں گے۔

دوسری طرف مسٹر گاندھی لہجہ بدل کر یہ فرما دیتے ہیں کہ دیکھو خبردار قانون کے حدود سے باہر قدم رکھنا۔ امن عامہ میں خلل اندازی کرنے سے باز رہنا۔ میں تمہارے ساتھ نہیں، جس سے وہ گورنمنٹ کو مسلمانوں کی شوریدہ سری اور قانون شکنی اور امن عامہ میں فساد انگیزی کا ثبوت دینا چاہتے ہیں اور اپنے آپ کو امن عامہ اور قانون کا حامی ظاہر کرتے ہیں۔ مسلمانوں کا طرزِ عمل تو گورنمنٹ کی نگاہوں میں خراب کر دیا اور اپنے آپ ادھر بھی سرخرو رہے ادھر بھی۔ کیا دانائی ہے۔

مسلمان کیا کریں

سلطنتِ اسلامیہ کی اعانت اور مقامات مقدسہ کی حمایت و حفاظت کے لیے مسلمان ہر ممکن تدبیر عمل میں لائیں لیکن اپنے دین و مذہب کو محفوظ رکھیں اپنے آپ کو ہندوؤں کے ہاتھوں میں نہ دے ڈالیں اپنے پاؤں پر کھڑے ہوں۔ اپنی عقل و ہوش کو معطل نہ کریں اپنے ہوش و خرد کو کام میں لائیں نہایت غور و فکر کے ساتھ اپنے نیک و بد اپنے انجام و مآل پر نظر ڈالیں۔

Marfat.com

بے شک سلطانِ اسلام اور سلطنتِ اسلامیہ کی اعانت فرض ہے لیکن یہاں کے مسلمانوں کی عزت و حرمت اور زندگی کو بے فائدہ خطرہ میں ڈالنا بھی جائز نہیں ہندوستان میں وہ طرزِ عمل اختیار کرنے سے پرہیز لازم ہے جس سے آئندہ اسلام کی بے حرمتی کا اندیشہ ہو اور یہاں کے مسلمان اپنے مذہبی فرائض انجام دینے میں بھی مجبور ہو جائیں لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ حریفانِ وطن کی چالوں سے بھی مطمئن رہنا چاہیے اپنی باگ اپنے ہاتھ میں ہو اپنی تدبیریں اپنی رائے سے کی جائیں ایسی بے رائی کہ ہر بات میں گاندھی پر نظر ہے کچھ کام نہیں آسکتی فرض کرو آج گاندھی تمہارے موافق ہیں اور تم ہر مشورے میں ان کی رائے کے محتاج ہو کل اگر گاندھی کا رنگ بدل جائے تم کیا کرو گے یہ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ تم میں کوئی ایک بھی مدبر نہیں اگر ایسا ہے تو خاموش رہنا چاہیے

گورنمنٹ سے مقابلہ

یہ ظاہر ہے کہ گورنمنٹ بظاہر ہر طرح طاقتور بیدار اور آئین ملک داری سے خوب واقف ہے اور تم انتہا درجہ کے کمزور کمزور کا زبردست سے تصادم ہو تو جو نتیجہ نکل سکتا ہے وہی ہماری اور گورنمنٹ کی لڑائی کا ہو سکتا ہے ایسی حالت میں گورنمنٹ سے مقابلہ کے لیے تیار ہو جانا عاقبت اندیشی سے دور ہے

کیا جہاد فرض ہے

یہ کون کہتا ہے کہ جہاد فرض نہیں آج موقع ہو تو ترکی کا ملک بزور تلوار واپس لیا جائے اور مقامات مقدسہ کو اپنی جانیں نثار کر کے محفوظ کیا جائے اللہ اکبر کے نعرے لگا کر اٹھ کھڑے ہوں اور دشمنوں کی صفیں الٹ دیں، لیکن! طاقت کا دیکھنا بھی تو شرط ہے۔ ہم نے ہتھیار تو خواب میں بھی نہیں

Marfat.com

معلوم کہ بندوق کدھر سے چلائی جاتی ہے، اپنے اتفاق واتحاد کا یہ حال
کہ دو شخص ایک خیال پر ہی نہیں۔ آج بھی جب مقرر پر زور تقریریں کر
کے مجمع کو ہلا دیتے ہیں اور سلطنت اسلامیہ کے درد و غم سے آہ و بکا کا
ایک شور برپا ہو جاتا ہے مگر وہ تقریریں کتنوں کے حلق سے نیچے اترتی
ہیں اور کتنوں کے دل واقعی رنجیدہ ہوتے ہیں اس کا ثبوت شادی
کے ان جلوسوں سے ملتا ہے جو تاشے باجے کے ساتھ آئے دن بازاروں
میں نکلتے رہتے ہیں یا وہ جشن و طرب کی محفلیں رقص و سرود کی مجلسیں
ترتیب دی جاتی ہیں تھیٹروں کے پنڈال مسلمانوں سے لبریز نظر آتے
ہیں کیا انھیں کے قلوب میں سلطنت اسلامیہ کا درد ہے کیا یہی بے چین
اور مضطرب ہیں ایسی حالت میں بجز اس کے کہ ہم اپنی ہستی کو فنا
کر دیں اور کیا کر سکتے ہیں ایک وقت وہ بھی تھا کہ جب سید عالم علیہ
الصلاۃ والسلام کو کفار نے مکہ مکرمہ میں نہ رہنے دیا کعبہ مقدسہ میں
بت رکھتے تھے اللہ کا حبیب جس کے اشاروں پر چاند سورج پھرتے تھے
اشجار و نباتات مطیع فرماں تھے ملائکہ کے لشکر امداد کے لیے حاضر
خدمت رہتے تھے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ کو آباد کرتا ہے اس وقت
جہاد کا حکم نہیں دیا جاتا تلوار نہیں اٹھائی جاتی اس سے معلوم ہوتا ہے
کہ جہاد کے لیے اپنی قوت ظاہری کا دیکھنا بھی شرائط میں سے ہے
طاقت نہ ہو تو ایسا خیال غلط و باطل اور اپنی ہستی کو بیکار ضائع کرنا ہے۔

یہ کچھ ترکی کی اعانت نہیں کہ ہم جیل خانوں کو آباد کریں نہ اس سے
سلطنت اسلامیہ کو کچھ فائدہ پہنچ سکتا ہے۔

مولانا فاخر فیتیمیں | حضرت مولانا مولوی سید محمد فاخر صاحب

Marfat.com

بجوراجمی آلہ آبادی جیل میں گئے اور ان کو ایک سال قید با مشقت کی سزا ہوئی
یہ سچ ہے کہ انھوں نے اپنے اجداد کرام کی استقامت و استقلال کا نمونہ
دکھا دیا اور وہ نہایت بہادری اور دلیری کے ساتھ مردانہ مصائب برداشت
کرنے کے لیے شاد شاد جیل پہنچے ان کے جذبات سچے تھے اور انھوں
نے امتحان میں اپنی صداقت کا ثبوت دیا۔ جس وقت مولانا موصوف کا خیال
آتا ہے بیساختہ آنکھوں سے آنسو نکل پڑتے ہیں۔ جو شخص سیکنڈ کلاس
کے سفر کا عادی تھا جس کے لیے مسلمان آنکھیں بچھاتے تھے جس نے
نہایت آرام و راحت کے ساتھ زندگی بسر کی آہ آج وہ جیل میں قید کی
مشقت کس طرح برداشت کرتا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے اُن کو رہا
فرمائے مسلمانوں نے ان کے پسماندوں کے لیے کیا کیا۔ کم از کم دو سو
روپیہ ماہانہ ان کے ضروریات کے لیے درکار ہیں اور سنا گیا کہ مولانا
مقروض بھی ہیں ادائے قرض کی فکروں میں رہتے تھے اب کیا کر سکتے
ہیں قرض کا بار دمبدم بڑھتا ہی جائے گا مسلمانوں نے اس کا انتظام کیا
کیا ہے اگر قوم اس وقت مولانا کی ضروریات اور ان کے اہل و عیال کے
ساتھ ہمدردی کرے اور اُن کے اخلاص و ایثار کی قدر کرے تو یہ اس کی سعادت
ہے۔ مولانا عالم ہیں سید ہیں اولیاء کرام کی اولاد ہیں دائرہ شریف کے
سجادہ نشین ہیں ہر طرح خدمت و عظمت کے مستحق ہیں۔ لیکن مجھے علم نہیں
کہ اب تک ان باتوں کا کیا انتظام ہوا ہے جہاں مسلمان ہزارہا روپیہ خرچ
کر رہے ہیں امید ہے مولانا کے لیے دریغ نہ کریں گے اور اپنی قدردانی
اور دریا دلی کا ثبوت دیں گے اگرچہ میں تسلیم کرتا ہوں کہ مولانا سید محمد فاخر
صاحب نے اپنے جذبات کی صداقت ثابت کر دی لیکن میں ان کے اس

طرزِ عمل سے متفق نہیں۔ ایک عالم کے جیل میں جانے سے مسلمان اس کے علوم سے محروم ہو گئے، اس کے علاوہ اور کیا فائدہ ہوا۔ کیا ترکی کو کوئی قوت بہم پہنچ گئی۔ آئین کے اندر رہ کر کوشش کرتے اسے بھی گئے۔

ترکوں کی اعانت کا طریقہ

ہر مرض کے علاج کے لیے اس کے اسباب کی تلاش از بس ضروری ہے ترکی کو یہ روزِ بد کیوں دیکھنا پڑا مقدر ایسا ہی تھا مگر عالمِ اسباب میں اس کے لیے اسباب ہیں سب سے بڑا سبب جو اصل ہے اور دنیا بھر میں مسلمانوں کو کہیں کسی معاملہ میں کوئی ناکامی ہو اس سب کی علت ہے وہ احکامِ اسلام سے علیحدگی ہے مسلمان جب پکے مسلمان ہوں اور ہر امر میں فرمانِ اسلام کے سامنے سرِ نیاز خم کریں تو وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ انشاء اللہ تعالیٰ کامیاب، بامراد ہی رہیں گے یہ بحث بہت تفصیل چاہتی ہے لہٰذا اس کو انھیں الفاظ میں مختصر طور پر سمجھئے۔

ترکی میں مسلمانوں کی خانہ جنگیاں انھیں کمزور کرتی چلی گئیں اگر اتفاق کافی ہوتی تو دشمن انھیں کیا مغلوب کر سکتے۔

ترکوں کے بدخواہ ان کے اپنے حلقوں میں پیدا ہو گئے جنہوں نے دشمنوں سے موافقت کی اور ترکوں نے ان پر اعتبار کیا۔

طوائف الملوکی اور ہر شخص کا اپنی ڈیڑھ اینٹ کی سلطنت علیحدہ قائم کرنے کی طمع رکھنا یہ اسباب تھے جنہوں نے برباد کر دیا اگر ترکی اسلام کی اعانت کرنا ہے تو واقعی اعانت جب ہی ہو سکتی ہے کہ یہ اسباب رفع کیے جائیں کیا اس مقصد کے لیے مسلمانوں کا کوئی وفد قسطنطنیہ پہنچا جو ترکوں میں اسلامی ہمدردی پیدا کرنے اور غداری سے نا...

ہونے کی کوششیں کرتا اور اسلامی اتحاد کا جوش پیدا کر کے انہیں سلطنت اسلامیہ کی حمایت میں کھڑا کر دیتا اور ملت فروشوں کی اصلاح کرتا اور آئندہ ملت فروشی کو عام نگاہوں میں ذلیل بنا کر اس زہریلی وبا کے اثر سے وہاں کے باشندوں کو بچانے کی تدابیر کرتا اور مسلمانانِ دنیا کے جذبات کی ترجمانی کر کے ان میں نئی سرگرمی پیدا کرتا جس سے خود بخود سلطنت کے مردہ قالب میں جان آجاتی اور دشمن اس کی قوت سے مرعوب ہو کر دست تعدی دراز کرنے میں جری نہ رہ سکتے۔

کیا عربوں کو ترکوں کے ساتھ موافق کرنے کے لیے کوئی جماعت گئی جو وقت کی نزاکت اور عام تباہی اور آنیوالے خطرات سے آگاہ کرے۔ انہیں ترکوں کی مدد پر آمادہ کرتی کیا عربوں کی باہمی کشاکش اور جنگجوئی کو روکنے کے لیے کوئی تدبیر عمل میں لائی گئی اگر دو مسلمان لڑیں تیسرا ان میں صلح کرا دے کبھی اس کے لیے کوئی فکر کی گئی یا صرف شریف مکہ کو کوسنے اور برا کہنے سے سارے مقاصد حاصل ہو سکتے ہیں سلطنت اسلامیہ کی حمایت و اعانت کی یہ تدبیریں ہیں یا یہ کہ فقط سودیشی پر زور دیا جائے، بالخصوص ایسی حالت میں کہ مسلمانوں کے ہاتھ میں کوئی تجارت بھی نہیں مجھے اس وقت یہ غور کرنا ہے کہ ہمارے ان افعال سے ترکوں کو کیا نفع پہنچ سکتا ہے امید کہ اہل الرائے اپنے دماغوں کو عقل زائل کرنیوالے جوش سے خالی کر کے اس پر غور فرما دیں۔ یہ جو کچھ کیا گیا نظر با سباب ظاہر تھا والامر بید اللہ۔

حقیقۃ الامر حقیقۃ الامر یہ ہے کہ مشیت الٰہیہ کے سامنے تمام تدابیر ہیچ ہیں وہ جس کو چاہتا ہے عزت دیتا

ہے جس کو چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے تُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ
تَشَاءُ جس کو وہ ذلیل و خوار کرے تمام عالم ایک شمہ اس کی ذلت
سے کم نہیں کر سکتا۔ جس کو وہ غلبہ دے کوئی اس کو مغلوب و مقہور نہیں
کر سکتا اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ ۔ سلطنت ترکی کمزور اور عاجز ہو سکتی ہے
ادشاہ اسلام کا اقتدار فنا ہو سکتا ہے برین و بحرین کے مالک کو ہائی کمشنر
کے سامنے وزراء کی وساطت سے درخواستیں کرنا پڑتی ہیں وہ اپنے
دود ملک میں اپنی رعایا تک نامہ و پیام پہنچانے کے لیے عیسائی افسروں
سے التجا کرنے پر مجبور ہو سکتے ہیں جمعہ کی نماز کے لیے بادشاہ کے
ساتھ مسلح فوج کا جلوس نکالنے کی غرض سے ترکی فرمانروا کے وزراء کو
ئی کمشنروں کی خدمت میں عرضی دینے کی نوبت آ سکتی ہے اُن کے
شاہانہ جبروت و اقتدار کا اس طرح خاتمہ ہو سکتا ہے مگر فرمانِ الٰہی کے
نفاذ کو کوئی طاقت نہیں روک سکتی پریذیڈنٹ ولسن کے اصول کالعدم
ہو سکتے ہیں لیکن آسمانی عدالت کے فیصلوں اور احکم الحاکمین کے احکام میں کوئی
دست اندازی نہیں کر سکتا۔ تمام قوتیں اس کے سامنے عاجز ہیں وہ
مغروروں کے غرور کو پشے سے پامال کرا دیتا ہے فرعون کی خود بینی کو دریائے نیل
میں غرق کر کے ذلیل کرتا ہے مسلمان اعمال بجائے توبہ کریں اور سچی توبہ۔
استغفار پڑھیں خلوتوں میں تنہائیوں میں عجز و نیاز سے ساتھ الحاح و زاری
کے ساتھ خلوص صادق سے پروردگار عالم کے حضور میں اپنی مصیبتیں عرض
کریں۔ ترکی سپاہ بے سلاح کی جا سکتی ہے اُن کے ہتھیار چھینے جا سکتے
ہیں مگر دردمند کی آہ کا تیر نہیں چھینا جا سکتا۔ مستجاب دعاؤں سے عالم کو
ہے عالم میں انقلاب ڈالنے والا اور جبال کے مانند و پست کو زیر و زبر کرنے

والا عاجز کو غالب اور غالب کو مغلوب کرنے پر قادر ہے جو چھوٹے پرندوں بے حقیقت چڑیوں سے اصحاب فیل کو تباہ کرا کے بیت اللہ کی حفاظت فرماتا ہے اس کی بارگاہ میں عرض کرو تمہارے وفد ناکام ہو سکتے ہیں۔ ڈیپوٹیشن بیکار ہو سکتے ہیں مسٹر گاندھی کی تدبیریں ضائع جا سکتی ہیں۔ لیکن دردمند کی آہیں مصیبت زدوں کی سحر خواستہ دعائیں اس کے کرم سے رد نہیں ہو سکتیں مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا کا واسطہ دے کر آنسو بہاتے ہوئے دعا تو کرو وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا پھر دیکھو کیسی آسمانی مدد آتی ہے کیسی نصرت ہوتی ہے کیسی فتح مبین عطا فرماتا ہے کس طرح ظالم تباہ و برباد کیے جاتے ہیں ؎ اجابت از در حق بہر استقبال می آید۔ (السواد الاعظم ماہ شوال المکرم ۱۳۳۸ھ)

۲۔ میں عالم کا بادشاہ ہوں

میں عالم کا بادشاہ ہوں جہاں کا فرماں روا ہوں، بر و بحر میں میرا حکم نافذ ہے مشارق و مغارب میں میرا سکہ رائج ہے معمورہ دنیا میرے زیر نگیں ہے، تری و خشکی کا چپہ چپہ میری قلمرو ہے، دشت و جبل میں میرے پھریرے لہراتے ہیں، ہشت اقلیم میں میرے علم بلند ہیں۔ دنیا میرے دبدبے سے کانپتی ہے جہاں میری سطوت سے تھراتا ہے۔ میرے رعب جلالت کے حضور عالم سرافگندہ ہے، ہر متنفس میرا بندہ فرمان ہے، ہر متکبر میرے آگے سر بگریبان ہے، قیاصرہ و اکاسرہ میرے آستانہ بوس ہیں، ہیبت و اقتدار والے بادشاہ عظمت و جلال والے سلاطین میرے

نقشِ قدم پر جبیں سا ہیں دُنیا کو زیر و زبر کر دینے والے ملوک میرے حلقہ بگوش ہیں، میری آستانہ بوسی سلاطین کی عزت ہے، خواتین کی آبرو ہے میں بچپن سے دشمنوں میں پلا بڑھا ہوں، اعدا کے جھگڑوں میں رہا ہوں ہمیشہ مفسدوں کی جماعتیں میرے مقابلہ کے لیے اٹھیں اور ناکام ہوئیں شریروں نے سر اٹھائے اور پامال ہو گئے۔ بدسگالوں نے مکر و کید کی چالیں چلیں اور برباد ہوئیں، مخالفت کی ہواؤں میں میں نے نشوونما پائی، بارہا مصیبت کی آندھیاں آئیں اور میرا کچھ نہ بگاڑ سکیں، آفتوں کے طوفان اُمڈے اور میرا کچھ نہ کر سکے بلاؤں کے تلاطم برپا ہوئے اور مجھے شمہ بھر نہ ہٹا سکے، زمانہ ہمیشہ برسرِ جنگ رہا اور مغلوب ہوا۔ دُنیا مدۃ العمر مصروفِ کید رہی اور خائب و خاسر ہوئی، حوادث کے لشکر آئے مصائب کی فوجیں ٹوٹیں اور سب کو ہزیمت ہوئی، میرا ستارۂ اقبال روز بروز بلند ہوتا گیا میری سلطنت و حکومت کے حدود مبدأ وسیع ہوتے رہے۔

نہ مٹا پر نہ مٹا دبدبہ میرا لیکن — مٹ گئے آپ ہی سب مجھ کو مٹانے والے

ہر چند کہ میرے دشمن ناکام ہوئے لیکن عداوت کے سمندر میں طغیانی کی موجیں اُٹھتی ہی رہیں، میرے مقابلہ کے لیے متحارب قومیں متحد ہوئیں مختلف قبائل مجتمع ہوئے ملک کے ملک کالی اور ڈراؤنی گھٹاؤں کی طرح اُمنڈ اُمنڈ کر آئے۔

دُنیا کے نامور بہادروں نے مجھے ضرر پہنچانے کی مستحکم قسمیں کھائیں بے شمار لوگوں نے اپنے جان و مال آبرو میری ایذا رسانی کی فکروں میں ضائع کیے سلطنتیں مجھے نقصان پہنچانے کی تدبیروں میں مدتوں سرگرداں رہیں، دوست نما دشمنوں نے میری جماعت میں شامل

Marfat.com

ہو کر اخلاص و عقیدت کے پردہ میں قرنوں مکارانہ چالیں چلیں مگر کسی کی پیش نہ گئی کوئی میرے بڑھتے قدم کو روکنے میں کامیاب نہ ہوا۔ یہ تمام زد میں قلعے اور آہنی دیواریں میرے جنبش قدم سے تودہ ہائے خاک کی طرح منتشر ہو گئیں اور اُن کا ذرہ ذرہ آوارہ ہو گیا اور میرے اشاروں سے تمام طلسم ٹوٹ کر رہ گئے میرے دشمن سرنگون ہوئے اور اُن کے عناد کی کرہ ساماں عمارتیں طرفۃ العین میں نابود ہو گئیں، میں ہی ہوں جس نے دنیا کو تہذیب کا سبق دیا، اخلاق حمیدہ اور عادات پسندیدہ سکھائے، انسان کو آدمی بنایا، علم سے جہان کو معمور کیا، شائستگی اور ادب کو رواج دیا، راست بازی اور نیکوکاری کی بنیادیں رکھیں۔ خدا شناسی کی راہیں واضح کیں، معارف و حکم کے درس دیئے، طہارت کے آئین بتائے، عبادت و ریاضت کے طریقے بتائے علوم یقینیہ سے خلق کو مالا مال کیا، جہالت و ضلالت کی فوجوں کو شکست دی اسیران ہوا کو وساوس و اوہام کے پنجوں سے رہا کیا، مردم خوار دل آزادی کی عادتیں چھڑائیں ظلم اور ناانصافی کا ذریعہ برکندہ کیا۔ الغرض انسان کو قبائح و قبائح کے ناپاک دلدل سے نکال کر پاک کیا۔ اور فضائل و محاسن کے لباس ہائے فاخرہ سے آراستہ و پیراستہ کیا میں نے توحید کے علم بلند کیے، کفر و شرک کے عروج کو پامال کیا، بتکدوں سے بتوں کو نکالا، بتخانوں کو مسجد بنایا، جہاں رسوم شرک ادا کی جاتی تھیں، وہاں توحید کی صدائیں بلند ہونے لگیں، جھوٹے معبودوں کی جھوٹی خدائی باطل ہوئی۔ میں نے آتش خانوں کو صدہا سالہ آگ سرد کر دی، مخلوق پرستی سے مخلوق کو بچایا، یہود و نصاریٰ

ہنود و مجوس گبر و ترسا کی پیشانیاں خداوند عالم کی بارگاہ میں سجدہ کے
لیے جھکائیں ، میں چھٹی صدی عیسوی میں مکہ مکرمہ کے مقام پر پیدا ہوا
اللہ تعالٰے نے میرا نام **اسلام** رکھا میں نے کونین کے تاجدار دارین
کے سردار حضور سید انبیا محبوب کبریا محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے
آغوش اقدس میں تربیت پائی سردارِ رسل کی گود میرا گہوارہ تھی
رحمت عالم نے میرے لیے کیا کیا تکلیفیں گوارہ فرمائیں صحابہ نے مجھ پر
جانیں تصدق کیں ، احد اور تبوک میں حضور کے جاں نثاروں نے میرے
لیے سر نذر کیے ، بیر معونہ میں ستر حافظ قرآن صحابی مجھ پر فدا ہو گئے
اپنے جانبازوں کی کہاں تک شمار کراؤں ہزارہا مقبولان بارگاہ ہر زمانہ
میں مجھ پر نثار ہوتے رہے ، تا آنکہ فاطمۃ کے لخت جگر علی مرتضٰے کے
نور نظر سلطانِ دارین کے فرزند کربلا کے جلتے ریت میں تین دن
بھوکے پیاسے رہ کر اپنے نونہالوں کو مجھ پر قربان کر گئے اور خود بھی مجھ پر
قربان ہو گئے اور خود بھی مجھ پر تصدق ہو گئے اُن کی بیبیاں میری وجہ
سے بیوہ ہوئیں اُن کے بچے میرے لیے یتیم ہوئے ۔ انھوں نے میری
وجہ سے کربلا کی زمین کو اپنے خونوں سے لالہ زار بنایا مصطفٰے کے لاڈلے
امام حسین (رضی اللہ عنہ) مجھی پر جان دے گئے ، میری ہی وجہ سے
ذبح کیے گئے ، میرے ہی پیچھے اُن کا تن نازنین (آہ) جو سید انبیاء کا
بوسہ گاہ تھا گھوڑوں کے سموں سے روندا گیا ، استخوان اقدس
سُرمہ ہو گئیں ، نرگس نیم خواب نے خاک پر بستر کیا ، گلاب کی پتیاں
خاک میں مل گئیں سرو دلجو پیوند زمین ہو گیا ، سر مبارک نیزے پر
تشہیر کرایا گیا ، بے گناہ اسیر بنائے گئے ، سید زادے دشت بدشت

چرانے گئے، کیسی کیسی نفیس جانوں کی میرے لیے قربانیاں ہوئیں، کیسے کیسے قیمتی
خون میرے لیے دریا کی طرح بہائے گئے، جنید و شبلی میرے ہی پروانے تھے معروف و
کرخی سری و سقطی بھی پرستش والے تھے، امام اعظم میرے ہی غلام ہیں مالک و شافعی
میرے ہی خدام ہیں، بلاد اسلامیہ کے کتب خانے میرے ہی احکام سے لبریز ہیں قرآن
پاک کے اوراق میں میرے ہی حسن و جمال کی توصیف ہے ممالک و بلدان اقطار کناف
سے وطن مالوف چھوڑ کر لاکھوں عاشق میرے ہی لیے بحر و بر کے سفر کرکے احرام
پوش جان فروش بن کر ہر سال میرے آستانہ پر حاضری دیتے ہیں دشت و جبل میں
میرے فدا کار میری دعوت پر لبیک پکارتے ہیں، روزانہ پانچ وقت میرے
حکم سے روئے زمین کے ہر طبقے اور خطے میں گردن فرازوں کے سر خاک پر
رکھے جاتے ہیں ہر سال عید الاضحٰی کے زمانے میں کفار کے معبود مجھ پر قربان
کیے جاتے ہیں میرا بول بالا ہے اور میرا حکم اعلٰے گو کہ ہر زمانے میں دشمن میری
عداوت کے لیے کمربستہ رہے اور کیا دوں نے اپنی چالوں میں فرو گذاشت نہیں
کی لیکن دورِ حاضر کے دوست نما دشمن پہلوں سے بڑھ گئے، یہ میرا نام لے کر
میری حمایت کے پردے میں میری بیخ کنی چاہتے ہیں میری مدد کی آڑ میں
میری ہستی مٹانے کی کوشش کرتے ہیں میرے ہوا خواہ بن کر میرے دشمنوں
کی امداد کرتے ہیں اور ان کی مردہ حسرتوں میں جان ڈالنے کے لیے مسیح الملک
بن جاتے ہیں، گائے کی قربانی جو میرا شعار ہے ہنود کا معبود ہونے کی جہت
سے چھوڑنے کے در پے ہوتے ہیں، ان کی خوشنودی کے لیے سب مجھے
ناخوش کرتے ہیں، رضا کاران اسلام نام رکھ کر رام لیلا کے انتظام کرتے
ہیں اور کفر کی ترویج میں کفار کی معاونت اور میری مخالفت کرتے ہیں، ما
ٹیکے لگاتے ہیں قشقے کھینچتے ہیں عام جلسے کرکے میرے حلقہ بگوشوں کو

میرے شعار ترک کرنے کی ترغیب دیتے ہیں کفار کو پیشوا بناتے ہیں، بت پرستوں کو رہنما ٹھہراتے ہیں، انبیاء علیہم الصلوٰۃ سے منحرف ہوتے اور دشمنانِ اسلام کو نبی اعتقاد کرتے ہیں، (مولوی اسحاق علی ظفر الملک نے رفاہ عام لکھنؤ کے جلسہ عام میں کہا "اگر نبوت ختم نہ ہوگئی ہوتی تو مہاتما گاندھی نبی ہوتے بالفاظ دیگر یہ کہ مسٹر گاندھی بالقوہ نبی ہے اگر بالفعل نہ سہی" (دبدبہ سکندری یکم نومبر ۱۹۲۰ء) مجھے ان سے جو صدمے پہنچے ہیں وہ بہت سخت ہیں، میں پروردگار عالم کے حضور میں اُن کی شکایت کروں گا سید انبیا علیہ التحیۃ والثنا کے روضہ طاہرہ پر فریاد لے کر جاؤں گا، اور عرض کروں گا۔

اے بسرا پردۂ طیبہ بخواب خیز کہ شد مشرق و مغرب خراب

کفر کا زور ہے اسلام دبا جاتا ہے ع المدد اے شہ دیں کفر مٹا نیوالے لیکن یہ یاد رکھیں کہ قرون سابقہ میں میرے لاکھوں بدخواہ اور مٹا ڈالنے والے خود مٹ گئے یہ بھی بے نام ونشان ہو جائیں گے اور میری سطوت صولت نہ گھٹا سکیں گے اگرچہ ان کا مزد پیچوں سے بڑھ کر ہے مگر یہ کب تک اور ان کا مزد کب تک آخر میرے حلقہ بگوش غالب ہوں گے یہ ناکام اور میرا ہی بول بالا ہوگا، سید انبیا صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں۔ لَا یَزَالُ طَائِفَۃٌ مِنْ اُمَّتِیْ ظَاھِرِیْنَ عَلَی الْحَقِّ لَا یَضُرُّھُمْ مَنْ خَالَفَھُمْ وَالْحَقُّ یَعْلُوْا وَلَا یُعْلٰی۔

(السواد الاعظم۔ ماہ صفر ۱۳۳۹ھ)

ہندوؤں اور غیر مسلموں سے ہر قسم کی دوستی و تعاون حرام ہے

۱۹۲۱ء میں جبکہ خلافت کمیٹی کے کارپردازوں نے نان کوآپریشن یعنی ترک تعاون کی تحریک اٹھائی تھی مگر ہندوؤں اور غیر مسلموں سے ہر قسم کی دوستی و تعاون میں برابر بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے تھے، اس وقت سیدی صدر الافاضل قدس سرہٗ نے ایک جامع و بسیط مقالہ تحریر فرما کر ملک کے گوشہ گوشہ میں شائع کرایا تھا۔ اس مقالہ کو موالات کے عنوان سے موسوم فرمایا ہے اگرچہ یہ مسئلہ اس وقت مسلمانانِ ملک کیلئے بروقت رہنمائی تھی۔ مگر نفس مضمون کی جامعیت اور اس کی افادیت آج بھی اسی طرح قائم و باقی ہے، عامۂ اہلسنت کے علاوہ علماء اہلسنت کے لیے ایک نصیحت آموز درس ہے، بنظر غائر مطالعہ کریں اور صاحب تحریر قدس سرہٗ کو دعاؤں اور ایصال ثواب سے یاد کریں۔ (المرتب)

موالات

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

موالات اور ولاء اور تولّی سب کا مادہ ولی ہے جو لغت میں قرب و اتصال کے معنی میں آتا ہے، چونکہ یار و مددگار و دوست محرم اسرار اور رفیق مختار کار کو بھی قرب و اتصال حاصل ہوتا ہے، اس لیے ان کو بھی ولی کہتے ہیں اور کسی کو ایسا دوست بنانا موالات کہلاتا ہے کہ اس کو ناصر و مددگار یا مصاحب و واقف اسرار یا اپنے امور

Marfat.com
Marfat.com

میں متصرف و مختار بنایا جائے، قرآنِ پاک میں یہ لفظ ان معانی میں وارد ہے۔
موالات کا مفہوم بتانے کے لیے دوستی ایک جامع اور اچھا لفظ ہے

موالات بکفار

کفار کے ساتھ دوستی و موالات کی چند صورتیں ہیں۔ کافریں دو حیثیتیں ہیں (۱) مذہبی (۲) شخصی

مذہبی حیثیت

مذہبی حیثیت سے کفار کے ساتھ محبت و وداد، ربط و اتحاد و دوستی و یکدلی تو مومن سے ممکن ہی نہیں اور بالفرض کسی شخص کو کافر کے ساتھ اس کے دین کی وجہ سے محبت، یا ادنیٰ میلان و رغبت ہو یعنی اس وجہ سے کہ یہ اس کے دین کو محبوب رکھتا ہے یا پسند کرتا ہے تو وہ مومن نہیں، اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے۔

آیت (۱) لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ۔ (سورہ مجادلہ ع ۳)

ترجمہ: تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں۔

امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں اس آیت کے تحت میں فرماتے ہیں

المعنی انه لا يجتمع الايمان مع وداد اعداء الله و ذالك لان من احب احدا امتنع ان يحب مع ذلك عدوه (تفسیر کبیر جلد ۸ ص [illegible])

معنی یہ ہیں کہ ایمان دشمنانِ خدا کی دوستی کے ساتھ جمع نہیں ہوتا اور یہ اس لیے کہ جو کسی کو محبوب رکھتا ہے نہیں ہو سکتا کہ باوجود اس کے اس محبوب کے دشمن سے محبت کرے۔

آیت (۲) وَلَوْ كَانُوا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوهُمْ أَوْلِيَاءَ (سورہ مائدہ ع۱۱)

اور اگر وہ اللہ اور نبی اور قرآن پر ایمان رکھتے تو کفار کو دوست نہ بناتے۔

تفسیر مدارک میں ہے،

یعنی ان موالات المشرکین تدل علی نفاقھم (تفسیر مدارک جلد۱ صـ۴۸۵)

یعنی مشرکین سے ان کا دوستی کرنا اس پر دلیل ہے کہ وہ منافق ہیں۔

آیت (۳) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ۔ (سورہ مائدہ رکوع۸)

اے ایمان والو تم یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، ان میں سے بعض بعض کے دوست ہیں اور جو تم میں سے انہیں دوست بنائے وہ انہیں میں سے ہے۔

تفسیر روح البیان میں ہے۔

ای من یتخذھم اولیاء فانہ منھم ای ھو علی دینھم ومعھم فی النار وھذا اذا اتخذھم لدینھم (تفسیر روح البیان جلد۱ صـ۵۷)

جو ان کو دوست بنائے وہ انہیں میں سے ہے یعنی ان کے دین پر ہے اور ان کے ساتھ ہے دوزخ میں اور یہ اسی صورت میں ہے جبکہ انہیں ان کے دین کی وجہ سے دوست بنایا ہو۔

امام فخر الدین رازی انکم اذا مثلھم کے تحت فرماتے ہیں۔

قال اھل العلم ھذا یدل علی ان من رضی بالکفر فھو کافر۔ تفسیر کبیر جلد۳ صـ۴۸۹

اہل علم نے فرمایا کہ یہ اس پر دلالت کرتا ہے جو کفر کے ساتھ راضی ہوا وہ کافر ہے۔

مفتی ابو السعود نے آیہ کریمہ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا کی تفسیر میں فرمایا۔

اَتُرِيْدُوْنَ بِذٰلِكَ اَنْ تَجْعَلُوا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ حُجَّةً بَيِّنَةً عَلٰى اَنَّكُمْ مُنَافِقُوْنَ فَاِنَّ مُوَالَاتَهُمْ اَوْضَحُ اَدِلَّةِ النِّفَاقِ۔ (تفسیر ابو السعود جلد ۸ صفحہ ۲۸۲)

کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ کے لیے اپنے اوپر اپنے منافق ہونے کی ظاہر حجت قائم کرو کیونکہ کافروں سے موالات کرنا منافق ہونے کی واضح تر دلیل ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ کسی کافر سے اس کے دین کی وجہ سے دوستی کرنا یا اس کے دین کو پسند کرنا یا اس کے ساتھ راضی ہونا کفر ہے اور کسی مومن سے بحالت ایمان ممکن نہیں کہ ایسی دوستی کر سکے اور بالغرض کسی نے ایسا کیا تو وہ مومن نہ رہا۔

(۲) دوسری حیثیت شخص و ذاتی ہے، یعنی کافر کے ساتھ اس کے دین و ملت کی وجہ سے تو دوستی نہیں ہے مگر اس کی ذات کے ساتھ انس و محبت ہے، یہ محبت بھی اگر اس درجہ پر پہنچ جائے کہ کافر دوست کے دین اور شعار دین کی نفرت قلب سے نکل جائے یا کم ہو جائے، یا وہ دین اسلام کی مخالفت اور اس کے ساتھ استہزاء کرے اور اپنی محبت کی وجہ سے اس پر راضی رہے یا صبر کرے تو یہ محبت بھی منافی ایمان اور آیات مذکورہ بالا کے عموم میں داخل ہے۔

آیت (۵) وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا

اور بیشک اللہ تم پر کتاب میں اتار چکا کہ جب تم اللہ کی آیتوں کو سنو کہ ان کا انکار کیا جاتا اور

فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا

اور ان کی ہنسی بنائی جاتی ہے تو ان لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو، جب تک وہ اور بات میں مشغول نہ ہوں ورنہ تم بھی انہیں جیسے ہو بیشک اللہ منافقوں اور کافروں سب کو جہنم میں جمع کرے گا ۔ (سورہ نساء رکوع ۲۱)

خازن اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

یعنی انکم ایها المجالسون مع المستهزئین بآیات اللہ اذا رضیتم بذلك فانتم مثلهم فی الکفر سواء قال العلماء وهذا یدل علی ان من رضی بالکفر فهو کافر

یعنی اے آیات الٰہیہ کے ساتھ ہنسی کرنے والوں کے ہمنشینو جب تم اس کے ساتھ راضی ہوئے تو تم اور وہ کفر میں برابر ہو، علماء نے فرمایا اور یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ جو شخص کفر کے ساتھ راضی ہو وہ کافر ہے (تفسیر خازن جلد ۱ صـ ۴۱۴)

تفسیر ابو السعود میں ہے:

ای لا تقعدوا معهم فی ذلك الوقت انکم ان فعلتموه کنتم مثلهم فی الکفر (کذا فی البیضاوی وروح البیان) (تفسیر ابو السعود جلد ۲ صـ ۲۷۹)

یعنی اس وقت تم ان کے ساتھ نہ بیٹھو بیشک اگر تم یہ کرو گے تو کفر و عذاب میں ان کی مثل ہو جاؤ گے۔

آیت (۶)۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَاۗءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَاۗءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَي الْاِيْمَانِ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ

اے ایمان والو نہ بناؤ تم اپنے باپوں اور بھائیوں کو دوست اگر وہ کفر کو ایمان پر محبوب رکھیں اور جو تم میں سے انہیں دوست بنائیں۔

Marfat.com
Marfat.com

فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ (سورہ توبہ) بیشک وہی ظالم ہیں۔

امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں:

وَمَنْ یَّتَوَلَّھُمْ مِّنْکُمْ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ قال ابن عباس یرید مشرک مثلھم لانہ رضی بشرکھم والرضا بالکفر کفر۔

اور جو تم میں سے انہیں دوست بنائیں وہ ظالم ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ جو ان سے دوستی کرے وہ ان کی طرح مشرک ہے اس لیے کہ وہ راضی ہوا ان کے شرک کے ساتھ اور کفر کے ساتھ راضی ہونا کفر ہے۔ (تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۶۰۹)

امام رازی نے آیہ کریمہ لَا تَجِدُ قَوْمًا (الآیہ) کی تفسیر میں عدم اجتماع ایمان مع وداد کفار کی دو وجہیں ذکر کیں ان میں سے اوّل یہ ہے۔

احدھما انھما لا یجتمعان فی القلب فاذا حصل فی القلب وداد اعداء اللہ لم یحصل فیہ الایمان فیکون صاحبہ منافقا۔

ایک وجہ یہ ہے کہ ایمان اور کفار کی محبت قلب میں جمع نہیں ہوتی پس جب دل میں دشمنانِ خدا کی محبت حاصل ہوئی اس میں ایمان حاصل نہیں ہوتا تو وہ شخص منافق ہوا۔

اور اگر محبت اس درجہ پر نہیں پہنچی تو اس کے دو حال ہیں۔ یا وہ محبت جبلی ہوگی جیسے اولاد کو والدین کے ساتھ یا ماں باپ کو اولاد کے ساتھ، یا بھائی کو بھائی کے ساتھ طبعاً بے اختیار ہوتی ہے، تو یہ مرتبہ محبت جس پہ اختیار نہیں، زیر حکم نہیں اور امر و نہی اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے کیونکہ مدار تکلیف وسعت و اختیار ہے جو چیز اختیار سے باہر ہے بندہ اس پر مکلف بھی نہیں۔ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا۔

تفسیر مدارک میں ہے،

لان التکلیف لایرد الا بفعل یقدر علیہ المکلف کذا فی شرح التاویلات

کیونکہ تکلیف اسی پر وارد ہوتی ہے جس پر مکلف قدرت رکھے۔

مفتی ابو السعود فرماتے ہیں۔

احب الیکم من اللہ ورسولہ بالحب الاختیاری المستتبع لاثرہ الذی ھو الملازمۃ وعدم المفارقۃ لالحب الجبلی الذی لا یخلو عنہ البشر فانہ غیر داخل تحت التکلیف الدائر علی الطاقۃ

(اگر باپ اولاد وغیرہ) تمہیں اللہ، رسول سے زیادہ محبوب ہوں، محبت اختیاری جو اپنا اثر ملازمت عدم مفارقت اپنے ساتھ رکھتی ہے، نہ جبلی محبت جس سے بشر خالی نہیں ہوتا کیونکہ تکلیف جو طاقت پر دائر ہے یہ اس کے تحت داخل ہی نہیں۔ (تفسیر ابو السعود جلد ۲ صفحہ)

تفسیر بیضاوی میں اسی آیت کے تحت میں ہے۔

المراد الحب الاختیاری دون الطبعی فانہ لایدخل تحت التکلیف التحفظ عنہ (تفسیر بیضاوی ص۳۴۲)

مراد محبت اختیاری ہے، نہ طبعی کیونکہ محبت طبعی سے بچنا تحت تکلیف داخل نہیں۔

اور جو محبت طبعی و جبلی نہیں، اور اس درجہ پر بھی نہیں کہ کفر و شعار کفر کی نفرت قلب سے کم کر دے یا دین میں مداہن بنا دے، یعنی امور خلاف شرع پر انکار و اعراض اور کراہت و نفرت برقرار رکھے اور اس سے اسلام یا مسلمانوں کو ضرر بھی نہ ہو۔ جب بھی شانِ مومن کے خلاف اور ممنوع ہے اور مطلقاً مودۃ کفار کی ممانعت میں اس قدر آیات وارد ہیں کہ مختصر میں ان کا جمع کرنا دشوار ہے۔

آیت (۷) - یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّکُمْ اَوْلِیَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَیْھِمْ بِالْمَوَدَّۃِ وَقَدْ کَفَرُوْا بِمَا جَآءَکُمْ مِّنَ الْحَقِّ (الآیہ) (سورہ ممتحنہ ع۱)

اے ایمان والو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ تم انہیں خبریں پہنچاتے ہو، دوستی سے حالانکہ وہ منکر ہیں، اس حق کے جو تمہارے پاس آیا۔

آیت (۸) - اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مَا ھُمْ مِّنْکُمْ وَلَا مِنْھُمْ الآیہ (سورہ مجادلہ ع ۳)

کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جو ایسوں کے دوست ہوئے جن پر اللہ کا غضب ہے وہ نہ تم میں سے ہیں نہ ان میں سے تم

آیت (۹) یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ الآیہ (سورہ ممتحنہ ع ۳)

اے ایمان والو ان لوگوں سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ کا غضب ہے۔

آیت (۱۰) - اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رٰکِعُوْنَ ○ وَمَنْ یَّتَوَلَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْغٰلِبُوْنَ ○ (سورۃ مائدہ ع ۸)

تمہارے دوست نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے کہ نماز قائم کرتے ہیں، اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں، اور جو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کو اپنا دوست بنائے تو بیشک اللہ ہی کا گروہ غالب ہے۔

آیت (۱۱) - وَلَوْ کَانُوْا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالنَّبِیِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْہِ

اور اگر وہ ایمان لاتے اللہ اور اس کے نبی پر اور اس پر جو ان کی طرف

مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَاۤءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۔
(سورۂ مائدہ ع ۷)

اترا تو کافروں سے دوستی نہ کرتے مگر ان میں تو بہتیرے فاسق ہیں ۔

علامہ اسماعیل حقی آیت (۷) کے تحت لکھتے ہیں ۔

فان قلت کیف قال لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء والعداوة والمحبة لکونهما متنافیتین لا تجتمعان فی محل واحد والنهی عن الجمع بینهما فرع امکان اجتماعهما قلت انما کان الکفار اعداء المؤمنین بالنسبة الی معاداتهم الله و رسوله و مع ذلک یجوز ان یتحقق بینهم الموالاة الصداقة بالنسبة الی الامور الدنیویة والاغراض النفسانیة فنهی الله تعالی عن ذلک یعنی فلم یتحقق وحدة النسبة من الوحدات الثمان وحیث لم یکتف بقوله عدوی بل زاد قوله وعدوکم دل علی عدم مروتهم

اگر تو یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کیسے فرمایا کہ تم میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ بجائیکہ عداوت و محبت منافاۃ کی وجہ سے ایک محل میں جمع نہیں ہوسکتیں اور ان کو جمع کرنے سے ممانعت کرنا ان کا اجتماع ممکن ہونے کی فرع ہے ، (یعنی محبت و عداوت کا ایک محل میں جمع ہونا ممکن ہو تب تو اس کی ممانعت کی جائے اور جب ممکن ہی نہیں تو ممانعت کے کیا معنی) میں اس کے جواب میں کہتا ہوں ، بیشک کفار اللہ اور رسول کے دشمن ہونے کے باعث مومنین کے دشمن ہیں ، اور باوجود اس کے ممکن ہے کہ دنیوی اور نفسانی اغراض کی وجہ سے کافر

Marfat.com
Marfat.com

لا یوالی الکافر وان کان اباہ و اخاہ وابنہ (شفاء جلد ۲ صفحہ ۲۱۲)

کہ دین کے معاملہ میں آدمی کا اپنے اہل و اقارب سے مقاطعہ کرنا واجب ہے، پس مومن کافر کو دوست نہیں بناتا، خواہ وہ اس کا باپ ہو یا بھائی یا بیٹا۔

انھیں علماء نے لَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيرًا ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ" کی تفسیر میں فرمایا۔

هذا الاستثناء یرجع الی القتل لا الی الموالات لان موالاۃ الکفار والمنافقین لاتجوز بحال۔

یہ استثنا (جو آیت میں مذکور ہے) قتل کی طرف راجع ہے نہ موالات کی طرف کیونکہ کفار و منافقین کی دوستی کسی حال میں جائز نہیں۔ (تفسیر خازن جلد ۱ صفحہ ۳۸۶)

امام فخر الدین رازی آیہ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ الآیہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

والثانی انهما تجتمعان لکنها معصیۃ وکبیرۃ وعلی هذا الوجه لایکون صاحب هذا الوداد کافرا بسبب هذا الوداد بل کان عاصیا فی امرالله۔

دوم یہ کہ وہ دونوں (موالاۃ کفار اور ایمان) جمع ہو جائیں لیکن کفار کی دوستی گناہ کبیرہ ہیں اور اس وجہ پر یہ دوستی کرنے والا اس دوستی کی وجہ سے کافر نہ ہوگا بلکہ گناہگار ہوگا۔ (تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۱۷۰)

صورت اخیرہ کے سوا محبت کفار کی باقی صورتوں کے احکام سابق میں مذکور ہو چکے کہ وہ منافی ایمان ہیں، اس صورت کا حکم امام رازی علیہ الرحمۃ نے یہ بتایا کہ معصیت و کبیرہ ہے۔

پھر اس مودت کی ممانعت میں مبالغہ فرمانے کے وجوہ میں پہلی وجہ

Marfat.com

وجہ تو وہی ذکر فرماتے ہیں کہ یہ مودت ایمان کے ساتھ جمع نہیں ہوتی، اس کا پہلی صورتوں میں ذکر ہو چکا ہے دوسری وجہ میں فرماتے ہیں،

قوله ولو كانوا اباءهم او ابناءهم واخوانهم او عشيرتهم والمراد ان الميل الى هؤلاء اعظم انواع الميل ومع هذا يجب ان تكون هذه الميل مغلوبا مطروحا بسبب الدين (تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ...)

آیۂ کریمہ ولو کانوا آباءھم الآیہ میں مراد یہ ہے کہ باپ بیٹوں بھائیوں عزیزوں کی طرف میلان و رغبت کے اقسام میں سے بڑی چیز ہے اور باوجود اس کے طلب یہ ہے کہ دین کی وجہ سے چھوڑ دینا مطلوب ہو۔

اس سے چند سطر کے بعد فرماتے ہیں :

المعنى ان من انعم الله عليه بهذه النعمة العظيمة كيف يمكن ان يحصل في قلبه مودة اعداء الله (تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ...)

معنی یہ ہیں کہ جن پر اللہ تعالیٰ نے اس نعمت عظیمہ ایمان کے ساتھ انعام فرمایا۔ کیونکر ممکن ہے کہ ان کے دل میں دشمنانِ خدا کی محبت حاصل ہو سکے

امام علامہ ابو البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں ۔ من الممتنع ان تجد قوما مومنين يوادون المشركين والمراد انه لا ينبغي ان يكون ذلك وحقه ان يمتنع ولا يوجد بحال مبالغة في التوصية بالتصلب في مجانبة اعداء الله ومباعدتهم والاحتراز عن مخالطتهم ومعاشرتهم

یہ ناممکنات سے ہے کہ آپ ایمانداروں کو مشرکین سے دوستی کرتے پائیں، مراد یہ ہے کہ ایسا نہ ہونا چاہیئے اور اس دوستی کا حق ہی یہ ہے کہ یہ ناممکن ہو اور کسی حال میں نہ پائی جائے، یہ دشمنانِ خدا کی مخالطت معاشرت سے پرہیز اور دوری ...

علیحدگی پر سختی سے قائم رہنے کے لیے زور دیا جاتا ہے۔

اس مضمون پر کثرت سے آیات و عبارات ملتی ہیں کہ اگر ان سب کو جمع کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو۔

مذکورہ بالا آیات و عبارات سے یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ کافر کے ساتھ اس کے دین کی وجہ سے محبت کرنا تو مومن سے ممکن و متصور ہی نہیں اور اگر بالفرض کسی کو ایسی محبت ہو تو وہ مومن نہیں کافر ہے۔

اور کافر کی ذات سے اس درجہ کی محبت ہونا کہ اسلام کی مخالفت و استہزاء پر بھی اس محبت کی وجہ سے راضی ہو جائے یا کافر دوست کی رضا جوئی کی وجہ سے صبر کرے یا کافر کی محبت کے باعث کفر و شعار کفر کے ساتھ اس کے قلب کی نفرت ناقص رہے تو یہ بھی دولت ایمان سے محروم اور زمرۂ کفار میں داخل ہے اور اگر محبت اس درجہ کی نہیں کہ اپنے دین کی پرواہ نہ رہے یا کافر کے دین کی نفرت دل سے کم ہو بلکہ باوجود اس کے کہ دل میں کفر اور شعار کفر و مراسم کفر کی پوری نفرت اور اپنے دین کی اہانت و مخالفت گوارا نہ کر سکے تو بھی کافر کی طرف قلب کا میلان اور اس کے ساتھ محبت کرنا (بشرطیکہ یہ محبت جبلی و طبعی نہ ہو) معصیت و کبیرہ اور ممنوع و ناجائز ہے اور مسلمان کی شان کے خلاف ہے۔

ے گوارا نہ کر سکنے کے یہ معنی نہیں کہ فقط دل سے اس کے ساتھ راضی نہ ہو اور اس کی حالت پر گرفتہ و کشیدہ رہے بلکہ یہ معنی ہیں کہ ایسا ہو تو اپنی ناگواری کا اظہار کرے اور ان کی مجلس سے اٹھ جائے۔ تفسیر روح البیان میں لا تقعدوا معهم حتى يخوضوا في حديث غيره کی تفسیر میں فرمایا فيه دلالة على ان المراد بالرضا بالكفر [illegible] مقتضى الانكار عليهم بالقيام عن مجالسهم بالانكار بالقلب او باللسان (تفسیر روح البیان جلد ۱ صفحہ ۵۰۵)

مومن جو اللہ سبحانہ پر ایمان رکھتا ہے، اس کی شان نہیں کہ دشمنان
خدا کی محبت اس کے قلب میں رہے اور اس کے دل کو ان کے ساتھ
ربط و وابستگی ہو، ایمان اس کا روادار نہیں کہ انسان حلاوت ایمان
کی لذت سے پورے طور پر بہرہ مند ہونے کے بعد یک یوں کہیے کہ محبوب
حقیقی کی محبت کے ذوق سے آشنا ہو کر دشمنان خدا کی مودت و دوستی کی
تلخی برداشت کر سکے اور اس کا دل جو محبوب حقیقی کے عشق و محبت کی جلوہ
گاہ بن چکا ہے مغضوبان الٰہی کی الفت و وداد کی تاریکیوں کو قبول کر سکے،
دز بان شیرینی کی عادی اور خوگر ہو وہ تلخی سے استلذاذ کرے یہ متصور
نہیں۔ مجازی و معمولی محبتوں میں محبوب کے دشمنوں کے ساتھ قلب کو نفرت
ہوجاتی ہے اور دوست کا ادنیٰ مخالف دشمن سے بدتر معلوم ہوتا ہے
حتی کہ قرابتوں کے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں تو کس طرح ممکن ہے کہ عشق الٰہی
کی دولت سے مالا مال ہو کر کوئی دل کفار کی طرف مائل ہو سکے اور باوجود
ایمان کے دل میں محبت کفار کی گنجائش رہے، یہ آیات و عبارات مذکورۃ
الصدر کا حاصل و مفاد ہے اور اس سے محبت و مودت کفار کا حال معلوم ہوا

کفار کے ساتھ مخالطت و معاملت

یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کہ مخالطت و معاملت مطلقاً داخل موالات
و ممنوع نہیں، کیونکہ موالات اور دوستی کا اطلاق جیسا کہ محبت و رابطہ
قلب پر ہوتا ہے ایسے ہی رفیقانہ تعلقات اور دوستانہ میل جول پر بھی ہوتا ہے
کفار کے ساتھ ایسی مجالست و مصاحبت مواکلت و مشاربت تا امور
ان بھی ممنوع ہے [illegible] اپنے امور ان کے ہاتھ میں دینا

Marfat.com

بھی ناجائز ہے ، اس کی قدرے تفصیل گزارش کروں ،

(۱) کفار کے ساتھ ایسا طرزِ عمل ، ایسا میل جول ایسا معاملہ جو دوستی اور محبت کی صورت رکھتا ہو اور علامت موالات ہو سکے گو محبت و مودت کے ساتھ نہ ہو، وہ بھی داخل موالات اور ناجائز ہے ۔

علامہ شیخ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ آیہ کریمہ لَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا کی تفسیر میں فرماتے ہیں ،

ای جانبوھم مجانبۃ کلیۃ ولاتقبلوا منھم ولایۃ ولانصرۃ ابدا (کذا فی تفسیر ابی السعود)

ان سے بالکل علیحدہ رہو اور اُن کی نصرت و ولایت ہرگز نہ قبول کرو (روح البیان جلد ۱ ص ۴۰۴)

علامہ مفتی ابوالسعود وَلَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰى کی تفسیر میں فرماتے ہیں

ای لایتخذ احد منکم احدا منھم ولیا بمعنی لاتصافوھم ولاتعاشروھم مصافات الاحباب ومعاشرتھم لا بمعنی لاتجعلوھم اولیاءکم حقیقۃ فانہ امر ممتنع فی نفسہ لایتعلق بہ النھی (تفسیر ابوالسعود جلد ۳ ص ۵۹۵)

تم میں سے کوئی ان میں سے کسی کو دوست نہ بنائے یعنی تم ان سے یاری نہ کرو اور ان کے ساتھ دوستوں کا سا معاملہ اور ان کی سی معاشرت نہ کرو یہ معنی نہیں کہ انہیں حقیقت اپنا دوست نہ بناؤ کیونکہ یہ تو ممکن ہی نہیں اسکے ساتھ ہی کیونکر متعلق

(۲) جو تعلق اور میل جول کہ حقیقتاً محبت و مودت کے ساتھ نہیں ہے اور نہ دوستی و موالات کی علامت ہو سکتا ہے ، مگر اس سے مسلمان کا کوئی مقصد اور حاجت معتبرہ بھی نہیں اور کفار کا اس میں نفع ہے ، وہ بھی موالات کیسا ملحق اور ناجائز ہے کیونکہ یہ اگر علامت موالات نہیں تو کم از کم صورت موالات تو ہے ۔

تفسیر ابوالسعود صفحہ ۵۹۵ میں ہے ؛

وفیہ زجر شدید للمؤمنین عن اظہار صورۃ الموالاۃ لھم وان تکن موالاۃ فی الحقیقۃ ۔

اس میں مومنین کو کفار کے ساتھ صورت موالاۃ ظاہر کرنے پر زجر شدید فرمایا ہے۔ گو حقیقتاً موالات نہ ہو۔ (کذا فی روح البیان)

(۴) جس تعلق میں ربط قلب، مودت بھی نہ ہو اور وہ علامت دوستی بھی نہ ہو اور مسلمان کا اس میں کوئی مقصد بھی ہو۔ مگر اسلام یا مسلمانوں کے حق میں اس سے کوئی ضرر ہوتا ہو وہ بھی اسی کے ساتھ ملحق اور ناجائز ہے جیسے مسلمانوں سے لڑائی کے وقت بطمع زر لشکر کفار میں داخل ہونا یا نہیں رسد یا مال سے مدد پہنچانا وغیرہ اس کے امثال۔

تفسیر خازن میں ومن یتولھم منکم فانہ منھم کے تحت میں فرماتے ہیں

یعنی ومن یتول الیھود والنصاریٰ دون المؤمنین فینصرھم علی المؤمنین فھو من اھل دینھم وملتھم (خازن جلد ا صـ ۴۷۲)

جو مومنین کو چھوڑ کر یہود و نصاریٰ کو دوست بنائے اور مومنین کے مقابلہ میں ان کی مدد کرے وہ انہیں دین وملت والوں میں سے ہے۔

تفسیر مدارک میں فتری الذین فی قلوبھم مرض یسارعون فیھم کے تحت میں فرماتے ہیں۔

فی معاونتھم علی المؤمنین وموالاتھم

جن کے دلوں میں بیماری ہے وہ کفار کے ساتھ موالات اور مومنین کے مقابلہ میں ان کی مدد کرنے میں جلدی کرتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ موالات کی مسطورہ بالا صورتیں ممنوع ہیں جن کے احکام مع دلائل مفصلاً مذکور ہو چکے اور جن کا لب لباب یہ ہے کہ کفار کو دوست بنانا ان پر اعتماد کرنا ان کو راز دار ٹھہرانا۔ ان کو مددگار سمجھنا

Marfat.com

ان کو اپنے امور کا والی اور دخیل کار قرار دینا انہیں قوت پہنچانا ان سے بے ضرورت دوستانہ میل جول اختلاط وارتباط کی رسمیں برتنا مسلمانوں کے مقابلہ میں ان کی امداد کرنا ۔ یہ سب باتیں ممنوع اور داخل موالات ہیں ۔ اور قرآن پاک میں ان کی ممانعت فرمائی گئی ہے ، لیکن شریعت مطہرہ کے احکام سراسر حکمت ہیں اور مسلمانوں کی مصلحتیں ان میں ملحوظ ۔ جہاں کفار کا غلبہ ہو یا وہ حاکم و والی ہوں اور مجانبت کلیہ وانقطاع تام سے مسلمانوں کے ضرر کا اندیشہ ہو ۔ وہاں ان کے ساتھ ایسے امور میں شرکت جو ممنوع نہیں ہیں ۔ اور جس سے اسلام اور اہل اسلام کو کوئی ضرر نہیں پہنچتا ہے ، جائز ہے ، قلب کفر و کفار کی محبت سے فارغ ہونا چاہیئے ۔

آیت ومن یفعل ذالک فلیس من اللہ فی شیئ الا ان تتقوا منھم تقاۃ ط

اور جو ایسا کرے گا (کافروں سے دوستی کا برتاؤ کریگا) اسے اللہ سے کچھ علاقہ نہ رہا مگر یہ کہ تم ان سے کچھ ڈرو ۔

تفسیر ابو السعود میں ہے ۔

الا ان تخافوا من جھتھم امرا یجب اتقاؤہ ای الا ان یکون الکافر علیک سلطان فتخافہ علی نفسک ومالک فحینئذ یجوز لک اظھار الموالاۃ وابطان المعاداۃ ۔

مگر یہ کہ تمہیں انکی طرف سے کسی ایسی بات کا خوف ہو جس سے ڈرنا ضروری ہے یعنی مگر جبکہ کافر کو تم پر غلبہ ہو اور تم کو اس سے اپنی جان و مال کا خوف ہو اس وقت تمہیں موالات اور ابطان معادات جائز ہے ۔

تفسیر خازن میں فرماتے ہیں ۔

معنی الآیۃ ان اللہ نھی المؤمنین

معنی آیت کے یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے

والامور الدینیہ فلیس فیہ ھذا الوعید	معاملہ خرید و فروخت کے لیے یا ان سے کوئی کام خدمت لینے کے

لیے باوجود مخالفت اعتقاد اور مخالفت امور دینی کے یہ اس وعید میں داخل نہیں۔

یہی علامہ آیہ لاتجد قوما الآیہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

واما المعاملۃ للمبایعۃ او للمجاورۃ او للمرافقۃ بحیث لاتضر بالدین فلیست بمحرمۃ۔ (روح البیان جلد ۴ ص ۵۶)	لیکن معاملہ کرنا خرید و فروخت کے لیے یا پڑوس کی وجہ سے یا ہمراہی کے سبب سے اس طور پر کہ اس سے دین میں ضرر نہ ہو تو حرام نہیں۔

اس قسم کے معاملات میں مسلمانوں کو کفار کے ساتھ محل و موقع پر حسب حاجت مکارم اخلاق کا برتاؤ بھی جائز ہے، تاکہ وہ بھی اہل اسلام کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کریں، ہدایہ میں ہے۔

وان علم انھم یاخذون منا ربع عشر او نصف عشر یاخذ منھم بقدرہ وان کانوا یاخذون الکل لایاخذ الکل لانہ غدر وان کانوا لایاخذون اصلا لایاخذ لیترکوا الاخذ من تجارنا ولانا احق بمکارم الاخلاق۔	اگر یہ معلوم ہو کہ وہ (اہل حرب) ہم مسلمانوں سے چہارم عشر یا نصف عشر لیتے ہیں تو اتنا ہی لے اور اگر مسلمانوں کا کل مال لے لیتے ہوں تو یہ کل نہ لے اسلیے کہ یہ غدر ہے اور اگر وہ بالکل نہ لیتے ہوں تو یہ بھی بالکل نہ لے تاکہ وہ ہمارے تجار سے لینا ہی چھوڑ دیں اس لیے کہ ہم اخلاق کریمہ کے سزاوار تر ہیں

ہنود و نصاریٰ اور محارب و غیر محارب کا فرق

کفار خواہ کوئی بھی ہوں۔ مجوس یا ہنود، نصاریٰ یا یہود ان سے موالات
سب سے ممنوع اور منہی عنہ ہے اس باب میں محارب و غیر محارب میں
کوئی فرق نہیں، بات یہ ہے کہ کفار سب ہی اسلام و اہل اسلام کے دشمن
ہیں الکفر ملۃ واحدۃ اپنے موقع پر کوئی بھی مسلمانوں سے درگزر کرنے
والا نہیں، جس کو موقع ملا اس نے جنگ کی جس کو موقع نہیں ملا وہ ہر
دم موقع کی تلاش میں ہے اور اس کے سینے میں بھی وہی عداوت
بھرا دل ہے وہی جوش غضب ہے جو محارب کے دل میں۔ یہ اس سے
کسی طرح کم نہیں، لڑائی بھی قسم قسم کی ہے۔ کوئی تلوار لے کر مقابلہ میں
آتا ہے، کوئی دوست بن کر خفیہ تدابیر سے کام کر جاتا ہے، اور صیاد
کی طرح گرفتارِ مصیبت کرنے کے لیے دانہ سامنے رکھتا ہے اور جال
خاک میں چھپاتا ہے اور اپنی کیادی و مکاری سے ضررِ عظیم پہنچاتا ہے،
مسلمانوں کا دوست ان میں ایک بھی نہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا
بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ
خَبَالًا وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ
الْبَغْضَاۗءُ مِنْ اَفْوَاهِھِمْ وَمَا
تُخْفِيْ صُدُوْرُھُمْ اَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا
لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ
هٰٓاَنْتُمْ اُولَاۗءِ تُحِبُّوْنَھُمْ وَلَا

اے ایمان والو غیروں کو اپنا راز دار نہ
بناؤ، وہ تمہاری برائی میں کمی نہ
کریں گے، ان کی آرزو ہے جتنی
تمہیں ایذا پہنچے دشمنی ان کی زبانوں
سے ظاہر ہو چکی اور جو ان کے سینے
پوشیدہ رکھتے ہیں اور بھی بڑا ہے ہم
نے تمہیں کھول کر نشانیاں سنا دیں

يُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ — اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ —

اگر نہیں عقل ہو سنتے ہو یہ جو تم ہو تم تو انہیں چاہتے ہو اور وہ تمہیں نہیں چاہتے ۔ حالانکہ تم سب کتابوں پر ایمان لاتے ہو اور وہ جب تم سے ملتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اور جب اکیلے ہوں تو تم پر انگلیاں چبائیں غصہ سے تم فرما دو کہ مر جاؤ اپنی غیظ میں اللہ خوب جانتا ہے ، دلوں کی بات تمہیں کوئی بھلائی پہنچے تو انہیں برا لگے اور تم کو برائی پہنچے تو اس پر خوش ہوں اور اگر تم صبر اور پرہیزگاری کئے رہو تو ان کا داؤں تمہارا کچھ نہ بگاڑیگا بیشک ان کے سب کام اللہ کے احاطہ میں ہیں ۔

کفار کی عداوت قرآن پاک نے اس صراحت کے ساتھ بیان فرمائی اور ان کے آتش عناد کے تیز شرارتوں سے بچنے کے لئے مسلمانوں کو آگاہ فرمایا ، ہر صاحب عقل سلیم اور ہر ذی ہوش جانتا ہے کہ جن کے قلوب عداوت سے لبریز اور جن کے باطن دشمنی و عناد کا دریائے طوفان خیز ہیں ان سے غافل و مطمئن ہونا ان کو خیرخواہ اور دوست سمجھنا خودکشی کا مرادف ہے ۔

عداوت جس کی طبیعت بن گئی وہ موقع نہ پانے سے دوست سمجھ لینے کے قابل نہیں ہو جاتا ، اگر کوئی شخص یہ کہے کہ سانپ دو قسم کے ہیں ایک تو وہ جو مجھ پر حملہ کر چکا وہ تو بیشک احتراز کے قابل ہے ۔ لیکن دوسرا وہ جس نے مجھ پر کوئی حملہ نہیں کیا ہے اس سے احتراز کرنا کم ہمتی اور بدخلقی

ہے، حملہ آور اور غیر حملہ آور کے ساتھ ایک سلوک نہایت بیجا ہے بایں دلیل کالے زہریلے سانپ سے احتراز نہ کرے اس کو گود میں پرورش کرے تو اس کو لایعقل و نادان کہا جائے گا، اور ہلاکت اس کا مآل کار ہوگا،

قرآن پاک نے اس پر جابجا تنبیہ فرمائی ہے اور مسلمانوں کو باخبر اور ہوشیار کیا ہے'

إِنْ يَثْقَفُوكُمْ يَكُونُوا لَكُمْ أَعْدَاءً وَّيَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ وَأَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوءِ وَوَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ ـ

کفار اگر تم پر موقع پائیں تو تمہارے دشمن ہونگے اور تمہاری طرف اپنے ہاتھ اور اپنی زبانیں بدی کے ساتھ دراز کریں گے اور ان کی تمنا ہے کہ کسی طرح تم کافر ہو جاؤ ـ

تفسیر خازن میں فرماتے ہیں:

إن يثقفوكم، اى يظفروا بكم ويروكم يكونوا لكم اعداء ويبسطوا اليكم ايديهم والسنتهم بالسوء - اى بالضرب والقتل والشتم والسب (وودوا) اى تمنوا (لو تكفرون) اى ترجعون الى دينهم كما كفروا والمعنى ان اعداء الله ولا ينا صحونهم لما بينهم من الخلاف فلاتناصحوهم انتم وتوادوهم

(کفار اگر تم کو پائیں) یعنی اگر تم پر دسترس پائیں اور تمہیں دیکھ لیں۔ (تو تمہارے دشمن ہو جائیں گے، اور تمہاری طرف اپنے ہاتھ اور اپنی زبانیں بدی کے ساتھ دراز کریں گے یعنی ضرب و قتل اور سب و شتم کے ساتھ) اور آرزو کریں گے کہ تم کافر ہو جاؤ، یعنی ان کے دین کی طرف پلٹو جیسا کہ وہ کافر ہو گئے، اور معنی یہ ہیں کہ دشمنان خدا اللہ والوں کے ساتھ اخلاص و محبت نہیں کرتے کیونکہ ان کے درمیان مخالفت ہے

پس تم بھی ان سے دوستی و محبت نہ کرو۔"

تفسیر مدارک میں ہے:۔

(ان یثقفوکم) ای یظفروا بکم و یتمکنوا منکم (یکونوا اعداء) خالصی العداوۃ ولا یکونوا لکم اولیاء کما انتم (و یبسطوا الیکم ایدیھم و السنتھم بالسوء) بالقتل و الشتم (و ودوا لو تکفرون) و تمنوا لو ترتدون عن دینکم فاذاً موادۃ امثالھم خطاء عظیم منکم. و الماضی وان کان یجری فی باب الشرط مجری المضارع ففیہ نکتۃ کان قیل ودوا قبل کل شئ کفرکم و ارتدادکم یعنی انھم یریدون ان یلحقوا بکم مضار الدنیا و الدین من قتل الانفس و تمزیق الاعراض و ردکم کفارا اسبق المضار عندھم و اولھا لعلمھم ان الدین اعز علیکم من ارواحکم لانکم بذالون لھا دونہ والعدو اھم شئ عندہ صاحبہ

یعنی اگر تم پر موقع پائیں اور قادر ہوں تو تمہارے دشمن خالص العداوۃ بن جائیں، اور تمہاری طرح وہ تمہار دوست نہ ہوں اور تمہاری طرف اپنے ہاتھ اور زبان بدی کے ساتھ دراز کریں قتل و شتم کے ساتھ اور تمنا کرتے ہیں کہ تم اپنے دین سے مرتد ہو جاؤ۔ ایسی حالت میں ایسوں سے دوستی کرنا خطائے عظیم ہے اور ماضی اگرچہ باب شرط میں مضارع کے قائم مقام ہوتی ہے پس اس میں نکتہ ہے گویا کہ کہا گیا کہ انہیں ہر چیز سے پہلے تمہارے کافر و مرتد ہو جانے کی آرزو ہے، یعنی وہ چاہتے ہیں کہ تمہیں دینی و دنیوی ضرر پہنچائیں جانوں کا قتل آبروریزی اور تمہیں کافر بنانا سب سے پہلا ضرر ہے ان کے نزدیک کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ دین تمہیں جانوں

Marfat.com

جانوں سے زیادہ پیارا ہے کیونکہ اس کے لیے انہیں خرچ کرنے والے ہو اور دشمن کے نزدیک وہی چیز اہم ہوتی ہے جو اس کے حریف کے نزدیک سب سے اہم ہو۔

قرآن پاک نے صاف بتایا کہ مسلمانوں کی عداوت کفار کے قلوب میں راسخ ہے، وہ ان کی مصیبت سے خوش اور راحت سے ناخوش ہوتے ہیں، ان کی زبانوں سے جو کچھ ظاہر ہوتا ہے، دلوں میں اس سے سخت تر عناد ہے وہ اگر موقع پائیں تو ہاتھ اور زبان سے تکلیف پہنچائیں، قتل کریں، ماریں، گالیاں دیں۔ بر اکہیں کوئی تکلیف ایسی نہیں ہے کہ ان کے اختیار میں ہو اور وہ درگزر کر جائیں۔

اب ثابت ہو گیا کہ ترکِ موالات کا حکم تمام کفار سے ہے، محارب و غیر محارب اور ہنود و نصاریٰ کا فرق باطل ہے، موالات تمام کفار سے ممنوع ہے اور ہنود تو بدترین کفار میں سے ہیں۔

بعض صاحبوں کا یہ خیال کہ ہندو ہم سے برسرِ جنگ نہیں ہیں، انہوں نے ہمیں گھر دل [1] سے نہیں نکالا، وہ ہمارے اخراج پر مظاہرہ نہیں کرتے اس لیے ان کے ساتھ موالات جائز اور نصاریٰ کے ساتھ اس وجہ سے ناجائز ہے کہ وہ برسرِ جنگ ہیں۔

قطع نظر اس سے کہ یہ بیان واقع کے خلاف ہے رات دن کے حالات ظاہر و مخفی عداوتیں، حریفانہ چالیں، قسم قسم کی ایذائیں جو ہنود پہنچاتے رہتے ہیں آرہ [2] اور کرتارپور کے واقعات مسلمانوں کو قتل کرنا

---

[1] اور اب کفار کا بغض و عناد قیامِ پاکستان کے وقت ۱۹۴۷ء اور [illegible] آج تک ہندوستان میں مسلمانوں کا قتلِ عام اور مکانوں سے اخراج [illegible]
[2] یہ واقعات ۱۹۱۷ء سے ۱۹۲۶ء تک ہوئے۔

عورتوں، بچوں کو جلانا گھروں کو پھونکنا، قرآن شریف اور مسجدوں کی بے حرمتی کرنا اور طرح طرح کی ایذائیں سب اسی کے مکذب ہیں، ان سب سے قطع نظر کیجئے تو یہ تفرقہ قرآن پاک کی کثیر آیتوں کے خلاف ہے جو اوپر مذکور ہو چکیں، اور جو اس سے زیادہ ہیں کہ مختصر میں جمع کی جائیں آیۂ کریمہ

لَا یَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْكُمْ فِی الدِّیْنِ .... وَلَمْ یُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِیَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْۤا اِلَیْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ ط

اللہ تمہیں ان سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین میں نہ لڑے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہ نکالا کہ ان کے ساتھ احسان کرو اور ان سے انصاف کا برتاؤ برتو بیشک انصاف والے اللہ کو محبوب ہیں۔

اس موقع پر استدلال میں پیش کرنا مستدل کی فاحش غلطی ہے اس لیے کہ اول تو یہ آیت جس معنی پر مستدل کو نفع دے سکے منسوخ ہے، تفسیر جلالین میں ہے:

وھذا قبل الامر بالجہاد۔

یہ حکم جہاد سے قبل تھا (تفسیر جلالین ص۴۵۵)

علامہ عبدالرحمٰن بن محمد دمشقی رسالہ ناسخ و منسوخ لکھتے ہیں:

سورۃ الممتحنۃ فیھا من المنسوخ ثلثۃ احکام الحکم الاول قولہ تعالیٰ لا ینھاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین الی قولہ تعالیٰ ان اللہ یحب المقسطین نسخ بقولہ تعالیٰ اقتلوا المشرکین۔

سورۂ ممتحنہ میں تین حکم منسوخ ہیں حکم اول لا ینھاکم تا مقسطین آیہ اقتلوا المشرکین سے منسوخ ہوا

تفسیر کبیر میں ہے

وقال قتادۃ نسخہا اٰیۃ القتال　　قتادہ نے کہا کہ اس کو آیت قتال نے منسوخ کیا۔ (تفسیر کبیر جلد ۸ صد ۱۹۰)

اور بالفرض اگر آیت منسوخ نہ ہو تو بھی اس سے یہ استدلال کسی طرح درست نہیں، کیونکہ الذین لم یقاتلوکم سے کفار ہی مراد ہوں، اس پر کوئی دلیل قاطع نہیں ہے۔

(۱) اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ اس سے اہل عہد مراد ہیں۔ جنہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ترک قتال و مظاہرہ پر عہد کیا تھا اور وہ قوم خزاعہ تھی۔ اس آیت میں حضور کو حکم کیا گیا کہ اس معاہدہ کی مدت تک وفا فرمائیں، یہ قول ابن عباس اور مقاتلین اور کلبی کا ہے۔

(۲) مجاہد کا قول ہے کہ وہ لوگ مراد ہیں، جو مکہ مکرمہ میں ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت نہیں کی۔

(۳) اور کہا گیا ہے کہ وہ عورتیں اور بچے ہیں۔

(۴) حضرت عبداللہ بن زبیر سے مروی ہے کہ یہ آیت اسماء بنت ابی بکر (رضی اللہ عنہم) کے حق میں نازل ہوئی جن کے پاس ان کی والدہ بحالت شرک ہدیہ کے طور پر چند چیزیں لیکر آئی تھیں اور انہوں نے ان کا ہدیہ قبول کیا نہ انہیں گھر میں داخل ہونے کی اجازت دی۔ حضور نے ان کو حکم فرمایا کہ ہدیہ قبول کریں اور انہیں گھر میں داخل ہونے دیں اور ان کے ساتھ احسان و اکرام کریں۔

(۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بنی ہاشم کی ایک قوم مراد ہے۔

Marfat.com

(۶) حسن سے مروی ہے کہ مسلمانوں نے حضور سرورِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اپنے مشرک رشتہ داروں کے ساتھ صلہ واحسان کی اجازت چاہی، بہرحال اقوال بہت ہیں، و اسکلے فی التفسیر الکبیر۔ اس پر جزم کرلینا کہ آیت من الذین سے کفار ہی مراد ہیں کس طرح ممکن ہے جائز ہے کہ وہ کافر مراد ہوں جو لڑنے کے قابل نہیں جیسے عورتیں بچے بوڑھے چنانچہ مفسرین کے یہ تمام اقوال ملتے ہیں۔

اور فرض کرو کہ کافر ہی مراد ہیں تب بھی استدلال صحیح نہیں بکہ مراد کفار معاہدین ہیں، کیونکہ آیت سے ان کے ساتھ بر واقساط ثابت ہوگا اور وہ ان سے ترک موالات کے منافی نہیں نہ اس سے موالات کا جواز لازم آتا ہے، موالات ممنوع ہونے پر بھی ان کے ساتھ بر واقساط ممکن ہے، ماحاصل آیت سے یہ ثابت کرنا کہ ہنود سے غیر محارب ہونے کی وجہ سے موالات جائز ہے کسی طرح صحیح نہیں۔

تفسیر روح البیان میں ہے۔

کان الظاھر بحسب امر المقابلۃ فی الآیتین ان یقال فی الاولیٰ ان تبروھم کما فی الثانیۃ او یعکس ویقال فی الثانیۃ ان تبروھم کما فی الاولیٰ او یذکر کل منہما فی الآیتین لکن العدول لاجل ان الآیۃ العقلیۃ والنقلیۃ اھل النقلیۃ دلتنا علی ان موالاۃ الکافر غیر جائزۃ مقاتلا

دونوں آیتوں میں جو مقابلہ ہے اس کے لحاظ سے ظاہر یہ تھا کہ پہلی آیت میں ان تبروھم فرمایا جاتا اور دوسری میں پہلی کی طرح ان تبروھم فرمایا جاتا۔ یا ہر ایک کو دونوں آیتوں میں ذکر کیا جاتا لیکن دلائل عقلیہ شرعیہ نقلیہ اس پر دال ہیں کہ کافر کی موالات ناجائز ہے خواہ وہ مقاتل

کان اوغیرہ بخلاف المبرۃ فانھا جائز لغیر المقاتل غیر جائزۃ لغیر المقاتل غیر جائزۃ للمقاتل کالموالاۃ ۔

ہو یا غیر مقاتل بخلاف مبرہ کے کیونکہ غیر مقاتل کے لیے جائز اور مقاتل کے لیے یہ بھی موالات کی طرح ناجائز ہے؛

ان عبارات سے ثابت ہوا کہ کافر سے مطلقاً موالات ممنوع ہے، عام ازیں کہ وہ محارب ہو یا غیر محارب اور یہ مضمون آیات کثیرہ سے ثابت ہے:

آیت - یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَۃً مِّنْ دُوْنِکُمْ لَا یَاْلُوْنَکُمْ خَبَالًا ۔

اے ایمان والو غیروں کو اپنا راز دار نہ بناؤ۔ وہ تمہاری برائی میں دریغ نہ کریں گے

تفسیر خازن میں اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں ۔

وقیل المراد بھذہ جمیع اصناف الکفار ویدل علی صحۃ ھذا القول معنی الایۃ لان اللہ تعالیٰ قال لا تتخذوا بطانۃ من دونکم فمنع المومنین ان یتخذوا بطانۃ من دون المومنین فیکون ذلک عن جمیع الکفار ۔

کہا گیا اس سے کفار کے جمیع اصناف مراد ہیں اور اس قول کی صحت پر آیت کے معنی دلالت کرتے ہیں۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ لا تتخذوا بطانۃ من دونکم تو مومنین کو غیروں کے راز دار بنانے سے منع فرمایا یہ تمام کفار کے لیے ممانعت ہوئی ۔ (خازن جلد ۱ صد ۲۴۵)

آیت : یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِیْعُوا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یَرُدُّوْکُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِکُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ ط ۔

اے ایمان والو اگر تم کافروں کے کہے پر چلے تو وہ تمہیں الٹے پاؤں پلٹا دیں گے پھر ٹوٹا کھا کے پلٹ جاؤ گے ۔

تفسیر مدارک میں اس آیت کے تحت مسطور ہے

قیل ھو عام فی جمیع الکفار وعلی المؤمنین ان یجانبوھم ولا یطیعوھم فی شیئ حتی لا یتجبروا ھم الی موافقتھم -

کہا گیا کہ یہ تمام کفار کے حق میں عام ہے اور مسلمانوں پر لازم ہے کہ ان سے علیحدہ رہیں کسی بات میں ان کا کہا نہ مانیں تاکہ وہ انہیں اپنی موافقت پر مجبور نہ کریں - (تفسیر مدارک جلد ا صفحہ ۲۹۱)

تفسیر کبیر میں یاایھا الذین امنوا لاتتخذوا ... الآیۃ کی تفسیر میں ہے

اعلم انہ تعالی نھی فی الآیۃ المتقدمۃ عن اتخاذ الیھود و النصاریٰ اولیاء و ساق الکلام فی تقریرہ ثم ذکر ھھنا النھی العام عن موالاۃ جمیع الکفار وھو ھذہ الآیۃ --

جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلی آیت میں یہود و نصاریٰ کو دوست بنانے سے ممانعت فرمائی اور اس کی تقریر میں کلام جاری فرمایا پھر یہاں تمام کفار سے موالات کی عام ممانعت فرمائی -

ان آیات وعبارات سے معلوم ہوا کہ کفار حربی ہوں - خواہ غیر حربی جنگجو ہوں یا نہ ہوں سب سے موالات ممنوع اور انقطاع واجب ہے - حتیٰ کہ اگر وہ اعوان وانصار نہیں و مددگار بنکر آئیں تو بھی اُن کے ساتھ موالات ناجائز اور مجانبت واجب ہے اور ان کی نصرت وامداد نامقبول -

آیت: لا یتخذ المؤمنون الکافرین اولیاء من دون المؤمنین

ومن ایمان والوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں -

تفسیر مدارک میں ہے

عن ان یوالوا الکافرین بقرابۃ

کفار سے موالات اور دوستی سے

Marfat.com
Marfat.com

تفسیر خازن میں آیہ لاتتخذوا منھم ولیا ولانصیرا کے تحت ہے

یعنی ینصرکم علی اعدائکم لا نھم اعداء۔ (تفسیر خازن جلد ۱ صفحہ ۳۸۶)

یعنی کفار کو ایسا مددگار نہ بناؤ کہ وہ تمہارے دشمنوں پر تمہاری مدد کریں کیونکہ وہ دشمن ہیں۔

مدارک شریف میں اسی آیت کے تحت میں فرمایا۔

وان بذلوا لکم الولایۃ والنصرۃ فلا تقبلوا منھم (تفسیر مدارک جلد ۱ صفحہ ۲۴۶)

اگر وہ تمہارے لیے ولایت و نصرت صرف کریں تو ان سے قبول نہ کرو۔

تفسیر کبیر میں انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین اٰمنوا الایہ کی تفسیر میں ہے

لاشک ان الولایۃ المنھی عنھا ھی الولایۃ بمعنی النصرۃ — جلد ۳ صفحہ ۶۲۰

اس میں شک نہیں کہ ولایت ممنوعہ ولایت بمعنی نصرت ہی ہے

کچھ آگے چل کر فرماتے ہیں۔

انما ذکراللہ ھذہ الکلام طیبا لقلوب المؤمنین وتعریفا لھم بانہ لاحاجۃ بھم الی اتخاذ الاحباب والانصار من الکفار وذالک لان من کان اللہ ورسولہ ناصرالہ ومعینالہ فای حاجۃ بہ الی طلب النصرۃ والمحبۃ من الیھود والنصاری۔ تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۶۲۰

اللہ تعالیٰ نے یہ کلام اس لیے ذکر فرمایا کہ مومنین کے قلوب کو مسرت حاصل ہو اور ان کو معلوم کرائی جائے کہ انہیں کفار کو یار و مددگار بنانے کی ضرورت و حاجت نہیں ہے کیونکہ اللہ و رسول جس کے ناصر و مددگار ہوں، اس کو یہود و نصاریٰ سے مدد چاہنے اور محبت کرنے کی کیا حاجت، پھر اسی تفسیر میں فرماتے ہیں:-

والمراد ان اللہ تعالیٰ امر المسلمان

مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان

Marfat.com

لا یتخذ الحبیب و الناصر الا من المسلمین (تفسیر کبیر جلد ۱ صـ ۶۲۲)

کو حکم فرمایا کہ دوست اور مددگار نہ بنائے مگر مسلمان کو۔

اور آگے چل کر فرماتے ہیں۔

فلا تتخذوھم اولیاء و انصارا و احبابا فان ذلک لا لامر الخارج عن العقل و المروأۃ۔

تم انہیں اولیا اور یار و مددگار نہ بناؤ کیونکہ یہ ایسا ہے جیسے کوئی بات عقل و مروت سے خارج ہو۔ (تفسیر کبیر جلد ۲ صـ ۶۲۳)

کفار غیر محارب کفار تو ہیں دوستی و موالات تو اہل بدعت اور فساق و فجار سے بھی ممنوع ہے۔

تفسیر خازن میں لا تقعدوا معھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ کی تفسیر میں فرمایا۔

قال ابن عباس دخل فی ھذہ الایۃ کل محدث فی الدین و کل مبتدع الی یوم القیمۃ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس آیت میں قیامت تک کے بدعتی داخل ہیں۔ (تفسیر خازن جلد ۱ صـ ۴۲۱)

تفسیر کبیر میں آیۂ لا یتخذ و قوما کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

فالایۃ زجر عن التودد الی الکفار و الفساق عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یقول اللھم لا تجعل لفاجر و لا لفاسق عندی نعمۃ فانی وجدت فیما اوحیت لا تجد قوما الی آخرہ۔

آیت میں کفار و فساق کی دوستی و محبت سے بزجر منع کیا گیا ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے حضور یوں دعا فرماتے تھے۔ یا رب مجھ پر کسی فاجر و فاسق کا احسان مت رکھ کہ میں نے قرآن پاک میں یہ آیت پائی ہے لا تجد الایہ (تفسیر کبیر جلد ۹ صـ ۱۸۱)

تفسیر روح البیان میں ہے:

و ینبغی ان یعلم ان المومن کما یلزم لہ ان یقطع الموالات عن الکفار کذٰلک یقطع ذٰلک عن الاقرباء الفجار۔

جاننا چاہیئے جیسا کہ مومن پر کفار سے قطع موالات لازم ہے ایسا ہی بدکار فاجر رشتہ داروں سے بھی مقاطع ضروری ہے۔

اسی روح البیان میں ہے:

عن سہل بن عبد اللہ التستری قدس سرہ من صحح ایمانہ فانہ لا یانس الی مبتدع ولا یجالسہ ولا یواکلہ ولا یشاربہ ولا یصاحبہ و یظہر من نفسہ العداوۃ والبغضاء۔ (تفسیر روح البیان جلد ۴ صفحہ ۴۷۵)

سہل بن عبد اللہ تستری قدس سرہ سے منقول ہے جس نے اپنا ایمان درست کر لیا، اس کو اہل بدعت سے انس نہ ہوگا نہ وہ اس کے ساتھ ہمنشینی کرے نہ اس کا ہم نوالہ وہم پیالہ ہو نہ اس سے یارانہ کرے اور اس سے نفرت و عداوت ظاہر کرے گا۔

اسی تفسیر میں ہے:

ینبغی المؤمن الکامل ان ینقطع عن صحبۃ الکفار والفجار واھل البدع والاھواء وارباب الغفلۃ والانکار

مومن کامل کو چاہیئے کہ کفار و فجار اور اہل بدع و ہوا، اور ارباب غفلت و انکار کی صحبت سے انقطاع کرے۔ (تفسیر روح البیان جلد ۱ صفحہ ۵۸۵)

تفسیر احمدی میں ہے:

ان القوم الظالمین یعم المبتدع والفاسق والکافر والقعود مع

قوم ظالم مبتدع اور فاسق و کافر سب کو عام ہے اور سب کیساتھ

کلھم ممتنع ۔ تفسیر احمدی صفحہ ۳۰۸ | بیٹھنا ممنوع ہے ،

جبکہ مبتدع اور فاسق وفاجر کے ساتھ بھی موالات ممنوع ہے تو کافر کے ساتھ ممنوع ہونے میں کیا تامل ہے ، کافر غیر محارب کافر تو ہے ، اس سے ترک موالات کوئی تعجب کی بات نہیں ، شریعت مطہرہ فاسق مومن سے بھی ترک موالات کا حکم فرماتی ہے ، اور ہنود تو مشرک و بت پرست ہونے کی وجہ سے بدترین کفار میں سے ہیں ۔ تفسیر خازن میں تحت آیہ یا ایھا الذین آمنوا لا تتخذوا الذین اتخذوا دینکم ھزوا الایہ فرمایا ۔

انما فصل بین اھل الکتاب والکفار وان کان اھل الکتاب من الکفار لان کفر المشرکین من عبدۃ الاصنام اغلظ و افحش من کفر اھل الکتاب ۔ (تفسیر خازن جلد ۱ صفحہ ۴۷۵) | اہل کتاب اور کفار کا جدا جدا ذکر فرمایا اگرچہ اہل کتاب داخل کفار ہیں اس لیے کہ مشرکین بت پرستوں کا کفر اہل کتاب کے کفر سے اغلظ و افحش ہے ۔

اب ظاہر ہو گیا کہ ہنود سے بھی ترک موالات فرض ہے ، اور آیت لا ینھٰکم اللہ الایہ سے کفار غیر محاربین کے ساتھ جواز موالات ثابت کرنا باطل محض ہے ، ہنود نہ تو غیر محارب ہیں نہ ذمی ، بلکہ وہ اہل کتاب سے بدرجہا بدتر ہیں ان سے موالات درکنار بر و احسان بھی جائز نہیں ، کیونکہ آیت ممتحنہ سے اگر بر و احسان کا جواز ثابت ہوتا ہے تو ذمی کے لیے ، نہ کہ حربی کے لیے تفسیرات احمدیہ میں ہے ۔

الاولی فی جواز الاحسان الی الذمی والثانیۃ فی عدمہ الی الحربی ۔ | پہلی آیت ذمی کے ساتھ جواز احسان کے بیان میں ہے اور دوسری اس کے عدم جواز میں حربی کے ساتھ ۔ (تفسیر احمدی صفحہ ۵۰۰) ۔
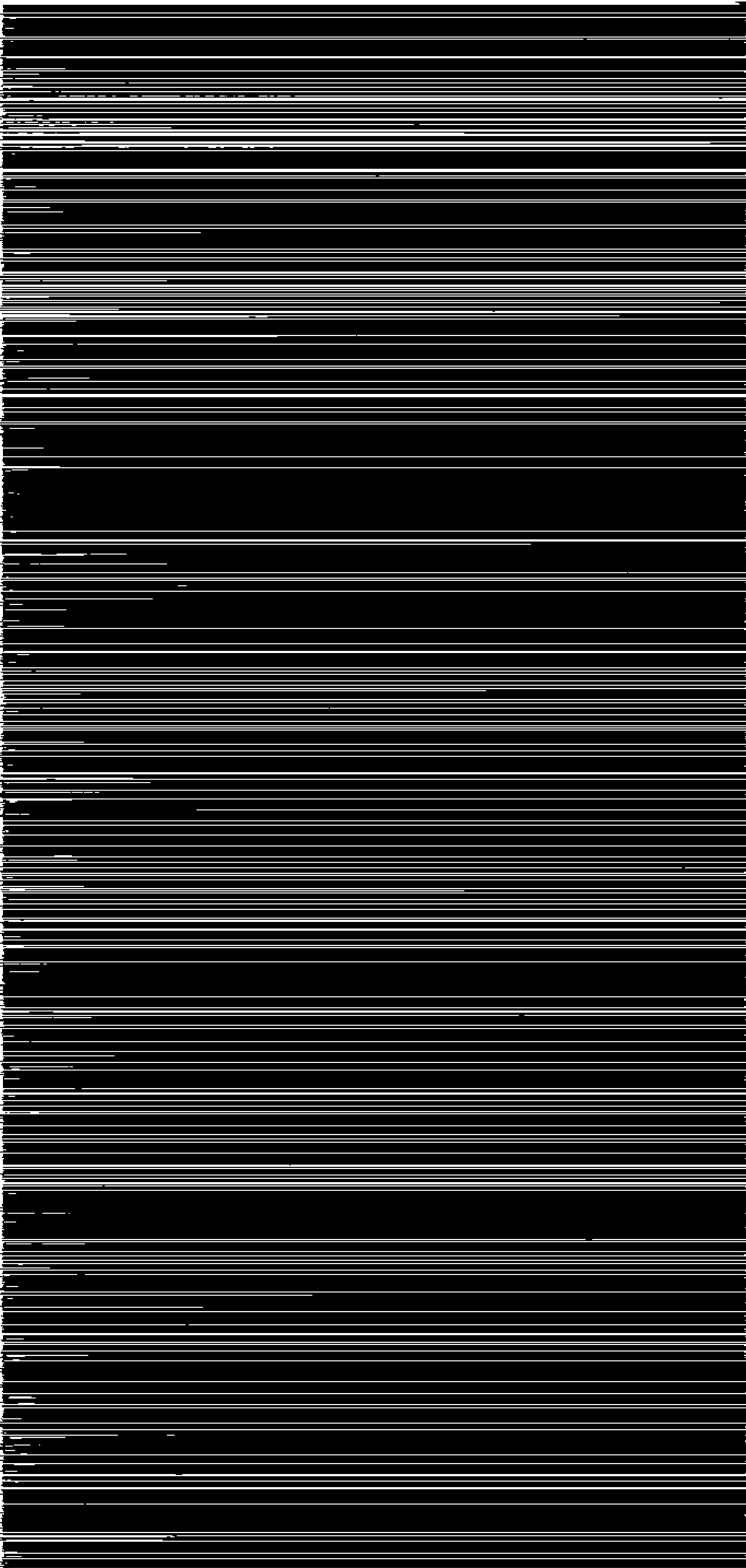
کافر کی گواہی قبول نہ کی جائے گی۔

اگر اس مسئلہ میں عبارات فقیہہ کا التزام کیا جائے تو بہت زیادہ ہوں، لہٰذا میں اسی قدر پر اکتفا کر کے کلام ختم کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ بنی نوع کو قبول حق کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ

محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

کتبہ العبد المعتصم بذیل سید المرسلین محمد

نعیم الدین المراد آبادی غفرلہ — ولوالدیہ

یہ تھا تحریک پاکستان کا پہلا تعمیری قدم

غیر مسلموں سے اختلاط و ارتباط محبت و موالات پر سیدی صدر الافاضل قدس سرہٗ کا جامع و بسیط مقالہ آپ نے ملاحظہ فرما لیا اور یہ بات بھی واضح طریق پر معلوم ہو گئی کہ غیر مسلموں سے دوستی و موالات تک جائز نہیں تو ان کو سیاست میں شریک کار اور معاملات میں دخیل کا بنانا کہاں جائز ہو گا؟ اب سے تقریباً چالیس برس پہلے یہ مسلمانوں کو دو قومی نظریہ کا سبق پڑھایا اور ان کو ہندوؤں اور غیر مسلموں سے جدا رہنے کا ارشاد فرمایا گیا تو اب آزادی ہند حصول پاکستان یا اکھنڈ بھارت کے لیے ان سے اتحاد و وداد کیسے جائز ہو گا؟ پاکستان کی تعمیری بنیاد گویا سب سے پہلے مسلمانان ہند کے لیے سیدی صدر الافاضل قدس سرہٗ نے رکھی، جب مسلم لیگ نے دو قومی نظریہ کی بنیاد پر تحریک پاکستان کا نعرہ بلند کیا تو وہی لوگ اس نعرہ کے

Marfat.com

حامی و مددگار بنے جو شروع سے اس اختلاط و ارتباط سے مجتنب تھے علمائے اہلسنت وجماعت ہی کی مساعی جمیلہ تھی کہ پاکستان کی تحریک کے وقت نظریۂ پاکستان کی صدق دل سے مسلمانوں نے متحدہ کوشش کی مگر یہ اختلاط ارتباط کے حامی اور ہندوؤں کے ساتھ مخلوط کوشش کرنے والے خدا اور رسول کے باغی اور ملت کے غدار مسلمان اور ملا تو آخر وقت تک وطنیت پرستی کا ہی نعرہ لگاتے رہے اور آج بھی اس نظریہ کے اکثر و بیشتر حامی ملا و عوام پاکستان کے سخت دشمن ہیں اور ہندوؤں، غیر مسلموں کی جے پکارتے ہیں۔ اکھنڈ بھارت کے شرمندہ تعبیر نہ ہونے والے خواب دیکھتے ہیں۔ — مولیٰ تعالیٰ ان کی ہدایت فرمائے۔ اب میں دیگر اعاظم و اکابر علماء اہلسنت کی تحریرات پیش کرتا ہوں، جنہوں نے گاندھی گردی کی آندھی اور خلافت کمیٹی کی فتنہ پردازی کے موقع پر مسلمانوں کو راہِ ہدایت دکھائی تھی

اعلیٰحضرت مجدد مأتہ حاضرہ اور ترکوں کی حمایت

مسلمانوں کیلئے مفید مشورے

چنانچہ گزشتہ جنگ عظیم میں ترکوں پر اندوہناک مصائب اور دشمنان اسلام کے ظالمانہ طرز عمل نے مسلمانان عالم میں ایسی بے چینی پیدا کر رکھی تھی کہ اس کو ضبط تحریر میں نہیں لایا جا سکتا۔

مگر افسوس کہ حاسد در طبیعتیں ترکی کی اعانت اور مقامات مقدسہ کی حمایت کے پردے میں خاصان خدا کو اپنے حسد و عناد کا آلہ بنا کر بدنام کرنا چاہتے تھے، چنانچہ اعلیٰحضرت مجدد مأتہ حاضرہ قدس سرہٗ اور دیگر علماء اہلسنت کی نسبت وہ وہ بہتان و الزام تراشیاں کیں کہ العظمۃ اللہ۔

کبھی کہا گیا کہ ان کو سلطنت ترکیہ سے کوئی ہمدردی نہیں اور کبھی گیا کہ وہ انگریزوں سے تنخواہ پاتے ہیں لاحول ولاقوۃ الا باللہ کبھی کہا گیا کہ اعلیحضرت ترک موالات کے مخالف ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ترک موالات کا سبق انہیں سے سیکھا تھا، لیکن حسد ورانہیں پر غراتے تھے اس کا وبال ان پر یہ رہا کہ ترک موالات کے مسئلہ میں منہ کے بل گرتے رہے، اور جو راہ عمل بھی بنائی وہ غلط ہی رہی۔

ایسے خطرناک دور میں اعلیحضرت قدس سرہٗ کی ایک تحریر منیر اخبار "دبدبہ سکندری" رامپور نمبر ۱۷ جلد ۴۵ ۱۳۳۱ھ میں شائع ہوئی بعد کو سیدی صدر الافاضل نے "السواد الاعظم" جلد ۲ نمبر ۱ ۱۳۳۹ھ میں شائع کی، جس میں اعلیحضرت نے مسلمانان ہند کی حالت اور بائیکاٹ کے متعلق اپنی رائے مبارک اور مسلمانوں کے طرز عمل کے متعلق چار مخصوص مفید باتوں کی ہدایت فرمائی اور سلطنت ترکی کی امداد کی ترغیب دی، اس سے اعلیحضرت قدس سرہ کے جذبات صادقہ اور وسعت نظر کا پتہ چلتا ہے، کاش کہ اس وقت سے ان ہدایات پر عمل کیا گیا ہوتا تو آج مسلمان بہت کامیاب ہوچکے ہوتے، اب بھی ان ارشادات کو دستور العمل بنائیں تو مسلمانوں کا تشتت وافتراق اور ان کی بے بسی کا خاتمہ ہوسکتا ہے، افادہ عوام کے لئے اعلیحضرت قدس سرہٗ کی وہ تحریر من وعن نقل کی جاتی ہے۔ جو ملک التجار حاجی لعل خاں صاحب کلکتہ کے مکتوب ۱۹ ربیع الاول ۱۳۲۹ھ کے جواب میں ہے۔

مکتوب حاجی لعل خاں صاحب مرحوم بہ قبلہ وکعبہ حضرت مرشدی و مولائی دام ظلکم العالی تنائے

قدمبوسی کے بعد مژدہ بانہ گزارش، السوئیل کے پرچے برائے ملاحظہ مرسل ہیں، ارشاد ہو کہ آج کل مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیئے اور امداد ترک کا کیا طریقہ ہے۔

الجواب

ملاحظہ مکرم زید اکرمہ حامیٔ سنت ماحی بدعت برادرِ طریقت حاجی معل خانصاحب دام مجدہم و علیکم السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ اموئید کے چھ پرچے آئے۔ انہیں بالاستیعاب دیکھا گمان یہ تھا کہ شاید کوئی خبر خوشی کی ہو۔ مگر اس کے برعکس اس میں رنج و ملال کی خبریں تھیں۔ بے گناہ مسلمانوں پر جو مظالم گزر رہے ہیں اور سلطنت ان کی حمایت نہیں کر سکتی صدمہ کے لئے کیا کم تھے کہ اس سے بھی بڑھ کر ترکوں کی اس تازہ تبدیل روش کا ذکر تھا۔ جس نے میرے خیال کی تصدیق کر دی ان اللہ لایغیر ما بقوم حتیٰ یغیروا ما بانفسھم۔ بیشک اللہ کسی قوم کو گردش میں نہیں ڈالتا۔ جب تک وہ اپنی حالت خود نہ بدل ڈالیں اللہ اکرم الاکرمین اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل سے ہماری اور ہمارے اسلامی بھائیوں کی آنکھیں کھول دے۔ اصلاح قلوب و احوال فرمائے، خطاؤں سے درگزر کرے۔ غیب سے اپنی مدد اتارے۔ اسلام و مسلمین کو غلبہ قاہرہ دے آمین الٰہ الحق آمین۔ و حسبنا اللہ و نعم الوکیل۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

مگر بے دل نہ چاہیئے۔ لاتیأسوا من روح اللہ انہ لاییأس من روح اللہ الا القوم الکٰفرون۔ اللہ واحد قہار غالب علیٰ کل غالب اس دین کا حافظ و ناصر ہے و کان حقا علینا نصر المؤمنین

وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین - حضور سیدنا سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا تزال طائفۃ من امتی ظاہرین علی الحق لا یضرہم من خذلہم ولا من خالفہم حتی یاتی امر اللہ وہم علی ذٰلک غالباً یہاں امر اللہ وہ دعدہ صادقہ ہے جس میں سلطان اسلام شہید ہوں گے اور روئے زمین پر اسلامی سلطنت کا نام و نشان نہ رہے گا - تمام دنیا میں نصاریٰ کی سلطنت ہوگی - اگر معاذ اللہ وہ وقت آ گیا ہے - جب تو کوئی چارہ کار نہیں - شائی ہو کر رہے گی، مگر وہ چند ہی روز کے واسطے ہے، اس کے متصل ہی حضرت امام مہدی کا ظہور ہوگا - پھر سیدنا روح اللہ عیسیٰ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام نزول اجلال فرمائیں گے، اور کفر تمام دنیا سے کافور ہوگا، تمام روئے زمین پر ملت، ایک ملت اسلام ہوگی، اور مذہب ایک مذہب اہل سنت، غیب کا علم اللہ عزوجل کو ہے، پھر اس کی عطا سے اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو، مگر فقیر جہاں تک نظر کرتا ہے ابھی وہ وقت نہیں آیا، اگر ایسا ہے تو ضرور نصرت الٰہیہ نزول فرمائے گی، اور کفار ملاعنہ کردار کو پہنچیں گے - بہرحال بندگی بیچارگی، دعا کے سوا کیا چارہ ہے، وہی جو ہمارا رب ہے ہماری حالت پر رحم فرمائے، اور اپنی نصرت اتارے، یہی جھٹکے جو پہنچ رہے ہیں انہی پر زُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا ادا ختم فرما دے اور اَلَا اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيبٌ کی بشارت سنا دے وَحَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ -

آپ پوچھتے ہیں کہ مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے؟ اس کا جواب میں کیا دے سکتا ہوں اللہ عزوجل نے تو مسلمانوں کی جان و مال جنت کے عوض خرید لیے ہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ مگر ہم میں [illegible] کے خیال [illegible] مسلمانوں میں یہ طاقت کہاں کہ وطن و مال و اہل و عیال چھوڑ کر ہزاروں کوس جائیں۔ اور

میدان میں مسلمانوں کا ساتھ دیں، مگر مال تو دے سکتے ہیں، اسکی بھی حالت سب آنکھوں دیکھ رہے ہیں، وہاں مسلمانوں پر یہ کچھ گزر رہی ہے، یہاں وہی جلسے ہیں، وہی رنگ، وہی تھیٹر، وہی سینما، وہی امنگ، وہی تماشے وہی بازیاں، وہی غفلتیں، وہی فضول خرچیاں، ایک بات کو بھی کمی نہیں ابھی ایک شخص نے ایک دنیاوی خوشی کے نام سے پچاس ہزار روپئے دیئے، ایک عورت نے ایک چنیں دیہاں جبر گہ کو پچاس ہزار روپے دیئے، ایک رئیس نے ایک کالج کو ڈیڑھ لاکھ روپے دیئے، اور یونیورسٹی کے لیے تو تیس لاکھ روپے سے زائد جمع ہو گیا، ایک رات میں ہمارے اس مفلس شہر سے اس کے لیے چھبیس ۲۶ ہزار روپے چندہ ہوا، بمبئی میں ایک کم درجہ کے شخص نے صرف ایک کوٹھری چھبیس ۲۶ ہزار روپے کو خریدی فقط اسلیے کہ اسکے وسیع مکانِ سکونت سے ملحق تھی، جسے میں بھی دیکھتا یا ہوں، اور مظلوم اسلام کی مدد کے لیے جو کچھ جوش دکھائے جا رہے ہیں آسمان سے بھی اونچے ہیں، اور جو عملی کارروائی ہو رہی ہے زمین کی تہ میں ہے پھر کس بات کی امید کیجائے، بڑی ہمت دی یہ نکالی ہے کہ یورپ کے مال کا بائیکاٹ ہو۔ میں اسے پسند نہیں کرتا، نہ ہرگز مسلمانوں کے حق میں کچھ نافع پاتا ہوں اوّل تو یہ کہنے ہی کے الفاظ ہیں، نہ اس پر اتفاق کرینگے نہ ہرگز اس کو نباہیں گے اس عہد کے پہلے توڑنے والے جنٹلمین حضرات ہی ہونگے، جنکی گزر بغیر یورپین اشیاء کے نہیں، یہ تو سارا یورپ ہے، پہلے صرف اٹلی کا بائیکاٹ ہوا تھا، ان پر کتنوں نے عمل کیا، اور کتنے دن نباہا، پھر اس سے یورپ کو ضرر بھی کتنا اور ہو بھی تو کیا فائدہ؟ کہ وہ سَو ترکیبوں سے اس سے دس گنا وہ ضرر پہنچا سکتے ہیں لہذا ضرر رسانی کا ارادہ صرف وہی مثل ہے کہ کمزور اور پٹنے کی نشانی۔ بہتر ہے کہ مسلمان اپنی سلامت روی پر قائم رہیں، کسی شریر قوم کی چال نہ سیکھیں

اپنے اوپر مفت کی بدگمانی کا موقع نہ دیں۔ ہاں اپنی حالت سنبھالنا چاہتے تو ان لڑائیوں ہی پر کیا موقوف تھا، ویسے ہی چاہیئے تھا کہ اولاً باستثنا ان معدود باتوں کے جن میں حکومت کی دست اندازی ہو اپنے تمام معاملات اپنے ہاتھ میں لیتے، اپنے سب مقدمات اپنے آپ فیصل کرتے، یہ کروڑوں روپے جو اسٹامپ و دکالت میں گھسے جاتے ہیں، گھر کے گھر تباہ ہو گئے اور ہوتے جاتے ہیں، محفوظ رہتے۔ ثانیاً اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدتے کہ گھر کا نفع گھر میں رہتا، اپنی حرفت و تجارت کو ترقی دیتے کہ کسی چیز میں کسی دوسری قوم کے محتاج نہ رہتے، یہ نہ ہوتا کہ یورپ و امریکہ والے چھٹانک بھر تانبا کچھ صناعی کی گڑھت کر کے گھڑی وغیرہ نام رکھ کر آپ کو دے جائیں اور اسکے بدلے پاؤ بھر چاندی آپ سے لیجائیں۔ ثالثاً بمبئی کلکتہ، رنگون، مدراس، حیدر آباد وغیرہ کے تونگر مسلمان، اپنے بھائی مسلمانوں کے لیے بینک کھولتے، سود شرع نے حرام قطعی فرمایا ہے، مگر اور سو طریقے نفع لینے کے حلال فرمائے ہیں جن کا بیان کتب فقہ میں مفصل ہے، اور اسکا ایک نہایت آسان طریقہ کتاب کفل الفقیہ الفاھم میں چھپ چکا ہے، ان جائز طریقوں پر نفع بھی لیتے کہ انھیں بھی فائدہ پہنچتا، انکے بھائیوں کی بھی حاجت برآتی اور آئے دن جو مسلمانوں کی جائدادیں جو بنیوں کی نذر ہوئی چلی جاتی ہیں ان سے بھی محفوظ رہتے اگر مدیون کی جائداد ہی لیجاتے تو مسلمان ہی کے پاس رہتی، یہ تو نہ ہوتا کہ مسلمان ننگے، اور بنیے چنگے۔ رابعاً سب سے زیادہ اہم سب کی جان، سب کی اصل اعظم وہ دین متین تھا جس کی رسی مضبوط تھامنے نے اگلوں کو ان مدارج عالیہ پر پہنچایا چار دانگ عالم میں انکی ہیبت کا سکہ بٹھایا، نان شبینہ کے محتاجوں کو بلند تاجوں کا مالک بنایا، اور اسی کے چھوڑنے نے پچھلوں کو یوں چاہ ذلت میں گرایا فانا للّٰہ وانا الیہ راجعون ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم۔

Marfat.com
Marfat.com

دینِ متین، علمِ دین کے دامن سے وابستہ ہے، علمِ دین سیکھنا، پھر اس پر عمل کرنا اپنی دونوں جہان کی زندگی جانتے، وہ انھیں بتا دیتا کہ اندھو! جسے ترقی سمجھ رہے ہو سخت تنزل ہے، جسے عزت جانتے ہو اشد ذلت ہے۔ مسلمان اگر یہ چار باتیں کر لیں، تو انشاء اللہ العزیز آج انکی حالت سنبھل جاتی ہے۔ آپ کے سوال کا جواب تو یہ ہے، مگر یہ تو فرمایئے کہ سوال وجواب سے حاصل کیا؟ جب کوئی اس پر عمل کرنیوالا نہ ہو، عمل کی حالت ملاحظہ ہو:۔

اول تو یہ عمل ہے کہ گھر کے فیصلہ میں اپنے دھیلے سے کچھ بھی کمی ہو تو منظور نہیں۔ اور کچہری جاکر اگرچہ گھر کی بھیجائیں، ٹھنڈے دل سے پسند۔ گرہ گرہ زمین پر طرفین سے دو دو ہزار لگ جاتے ہیں۔ کیا آپ ان حالتوں کو بدل سکتے ہیں فعل انتم منتھون دوم کی یہ کیفیت کہ اول تو خاندانی لوگ حرفت وتجارت کو عیب سمجھتے ہیں، اور ذلت کی نوکریاں کرنے، ٹھوکریں کھانے، حرام کام کرنے، حرام مال کمانے کو فخر و عزت۔ اور جو تجارت کریں بھی تو خریداروں کو اتنا حس نہیں کہ اپنی ہی قوم سے خریدیں گرچہ پیسہ زائد سہی کہ نفع ہے تو اپنے ہی بھائی کا ہے۔ اہلِ یورپ کو دیکھا ہے دیسی مال اگرچہ ولایتی کی مثل اور اس سے ارزاں بھی ہو ہرگز نہ لینگے، اور ولایتی گراں خریدینگے۔ ادھر بیچنے والوں کی یہ حالت کہ ہندو آنہ روپیہ نفع لے، مسلمان ۔۔۔ چونی سے کم پر راضی نہیں۔ اور پھر لطف یہ کہ مال بھی اُس سے ہلکا، بلکہ خراب، ہندو تجارت کے اصول جانتا ہے کہ جتنا تھوڑا نفع رکھے اتنا ہی زیادہ ملتا ہے۔ اور مسلمان صاحب چاہتے ہیں کہ سارا نفع ایک ہی خریدار سے وصول کر لیں۔ ناچار خریدنے والے مجبور ہو کر ہندو سے خریدتے ہیں۔ کیا تم یہ عادتیں چھوڑ سکتے ہو؟ فعل انتم منتھون۔ سوم کی یہ حالت کہ اکثر امراء کو اپنے ناجائز عیش سے کام ہے، ناچ رنگ وغیرہ، بیحیائی یا بیہودگی کے کاموں میں ہزاروں، لاکھوں

اُڑادیں، وہ ناموری سے مدِ پاست ہے۔ اور مرتے بھائی کی جان بچانے کو ایک
خفیف رقم دینا ناگوار۔ اور جنھوں نے بنیوں سے سیکھ کر لین دین شروع کیا
وہ جائز نفع کی طرف توجہ کیوں کریں، دین سے کیا کام، اللہ و رسول کے احکام
سے کیا غرض۔ ختنہ نے انھیں مسلمان کیا، اور گائے کے گوشت نے مسلمانی قایم رکھی
اس سے زائد کیا ضرورت ہے۔ نہ انھیں مرنا ہے، نہ اللہ واحد قہار کے حضور جانا
نہ اعمال کا حساب دینا انا للہ وانا الیہ راجعون ٥ پھر سود بھی لیں تو بنیا اگر
بارہ آنے مانگے، تو یہ ڈیڑھ دو سے کم پر راضی نہیں ہوں۔ ناچار حاجت مند
بنیوں کے ہتھے چڑھتے ہیں، اور جائدادیں انکے نذر کر بیٹھتے ہیں چہارم کا
حال ناگفتہ بہ ہے، انٹرینس پاس کو رزاق مطلق سمجھا ہے، وہاں نوکری میں
عمر کی شرط، پاس کی شرط، پھر پڑھائی نہ مفید کہ عمر بھر کام نہ آئے، نہ اس
نوکری میں اسکی حاجت پڑے، ابتدائی ابتدائی عمر کہ تعلیم کا زمانہ ہے یوں گنوائی
اب پاس ہونے میں جھگڑا ہے، تین تین بار فیل ہوتے ہیں اور پھر لیٹے چلے جاتے
ہیں؟ اور قسمت کی خوبی کہ مسلمان ہی اکثر فیل کیے جاتے ہیں، پھر تقدیر سے
پاس بھی مل گیا، تو اب نوکری کا پتہ نہیں اور ملی بھی تو صریح ذلت کی، اور رفتہ رفتہ
دنیاوی عزت بھی پالی، تو وہ عند الشرع ہزار ذلت۔ کہیے پھر علم دین سیکھنے اور دین
حاصل کرنے اور نیک و بد میں تمیز کرنے کا وقت کہاں آئے گا۔ لاجرم نتیجہ یہ ہوتا ہے
کہ دین کو مضحکہ سمجھتے ہیں، اپنے باپ دادا کو جنگلی، وحشی، بے تمیز، گنوار، نالائق،
بیہودہ، احمق، بے خرد جاننے لگتے ہیں۔ بالفرض غلط اگر ترقی بھی ہوئی، تو نہ ہونے سے
کروڑ درجے بدتر ہوئی۔ کیا تم علم دین سے غفلتیں ترک کروگے فہل انتم منتہون
یہ وجوہ ہیں، یہ اسباب ہیں، مرض کا علاج چاہنا اور سبب کا قایم رکھنا حماقت
نہیں تو کیا ہے۔ اس نے تمہیں ذلیل کر دیا۔ اس نے غیر قوموں کو تم پر ہنسوایا،

Marfat.com

اس نے جو کچھ کیا وہ صرف اس نے ۔ اور آنکھوں کے ابتک اس اوندھی ترقی کا ۔ دنا
ردے جاتے ہیں ۔ ہائے قوم ، وائے قوم ! یعنی ہم تو اسلام کی بیتی گردن سے نکال کر
آزاد ہو گئے ، تم کیوں قلی بنے ہوئے ہو ؟ حالانکہ حقیقۃً یہ آزادی ہی سخت ذلت
کی قید ہے ، جس کی زندہ مثال یہ ترکوں کا تازہ واقعہ ہے ۔ ولا حول
ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۔

اہل الرائے ان وجوہ پر لللہ فرمائیں ، اگر میرا خیال صحیح ہو ، تو ہر شہر و قصبہ میں
جلسے کریں اور مسلمانوں کو ان چار باتوں پر قائم کردیں ، پھر آپ کی حالت خوبی کی طرف
نہ بدلے تو شکایت کیجئے یہ خیال نہ کیجئے کہ ایک ہمارے کیے کیا ہوتا ہے ۔ ہر ایک نے
یونہی سمجھا تو کوئی کچھ نہ کریگا ، بلکہ ہر شخص یہی تصور کرے کہ مجھی کو کرنا ہے ۔ یوں
انشاء اللہ تعالی سب کرلینگے ۔ چند جگہ جاری تو کیجئے ، پھر خربوزہ کو دیکھکر خربوزہ رنگ
پکڑتا ہے ، خدا نے چاہا تو عام بھی ہو جائے گا ۔ اسوقت آپ کو اسکی برکات للہ آئینگی
وہی آیۂ کریمہ کہ ابتدائے سخن میں تلاوت ہوئی إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ الآیہ جس طرح
رویہ کی طرف اپنی حالت بدلنے پر تازیانہ ہے ، یونہی نیک روش کی طرف تبدیل پر
بشارت ہے کہ اپنے یہ کوتکمیل دو گے ، تو ہم تمہاری اس ردی حالت کو بدل دینگے ۔
ذلت کے بدلے عزت دینگے ، اے رب ہمارے ہماری آنکھیں کھول اور اپنے پسندیدہ
راستہ پر چلا ، صدقہ رسولوں کے سورج ، مدینہ کے چاند کا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم
وعلی آلہ وصحبہ وبارک وسلم ۔ آمین

خیر یہ مرثیہ تو عمر بھر کا ہے ، مسلمان ان چار باتوں میں سے ایک کو بھی اختیار
کرتے نہیں معلوم ہوتے ، مگر ضرورت امداد ترک کی نسبت کہیے ! مرثیے ہزاروں
پڑھے گئے ، مگر سوا بعض غرباء کے امراء و رؤسا بلکہ دنیا بھر کے والیان ملک نے
بھی کوئی قابل قدر حصہ لیا ؟ وہ جو فوجی مدد دے سکتے تھے ، وہ جو لاکھوں پونڈ بھیج

Marfat.com

سکتے تھے، وہ ہیں اور بے پرواہی، گویا انھوں نے کچھ سنا ہی نہیں۔ انھیں جانے دیجئے وہ جانیں اور ان کی مصلحت، آپ بیتی کہیے! کتنا چندہ ہوا ہے جس پر یہ ہمدردئ اسلام کا دعویٰ ہے۔ مصارفِ جنگ کچھ ایسے ہلکے ہیں، جتنا چندہ جا چکا ہے، ایک دن کی لڑائی میں اس سے زیادہ اُڑ جاتا ہے۔ اب بھی اگر تمام ہندوستان کے جملہ مسلمان امیر، فقیر، غریب، رئیس اپنے سچے ایمان سے ہر شخص اپنی ایک مہینے کی آمدنی دے دے تو گیارہ مہینے کی آمدنی میں بارہ مہینے گزر کر لینا کچھ دشوار نہ ہو، اور اللہ عزوجل چاہے تو لاکھوں پونڈ جمع ہو جائیں۔ یونیورسٹی کے لیے غریبوں کا پیٹ کاٹ کر تیس لاکھ سے زیادہ جوڑ لیا، اور اس پر سود مل رہا ہے کہ اسکی مقدار بھی چالیس ہزار سے زائد ہو چکی ہے، اور وہ بنی بھی نہیں، یہ روپے تو گھر سے دینا نہیں، اسی کو اللہ واحد قہار کی راہ میں بھیج دیجئے، اسلام باقی ہے تو یونیورسٹی نہ بننا ضرر نہ دے گا، اور اسلام نہ رہا تو یونیورسٹی کیا بخشوا لیگی، بلکہ ہم کہے دیتے ہیں کہ اسوقت ہرگز ہرگز بن بھی نہ سکے گی، اسوقت جو آفت ہو گی اسکا بیان پیش از وقت ہے۔ اور بالفرض تنگدل اور بخیلی ہاتھ پرایا مال بھی یوں دینے کو نہ ہو، تو یہ تمام و کمال روپے سلطنتِ اسلام کو بقائے اسلام کے لیے بطور قرضِ حسن ہی دے دیجئے، اور زیادہ کیا کہوں۔ وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی
عفی عنہ بمحمدن المصطفےٰ النبی الامی
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

غرضکہ تحریراتِ بالا سے علماءِ اہلِ سنت وجماعت کا موقف اور مقصد واضح ہو گیا ہوگا۔ علماءِ اہلِ سنت کو اس سے ہرگز خلاف نہیں تھا کہ حدودِ شرع میں رہتے ہوئے جائز طریقوں سے بقدرِ استطاعت سلطنتِ اسلامی کی حمایت، اور اماکنِ مقدسہ کی حفاظت میں سعی کی جائے، البتہ خلاف تھا، تو اس سے تھا کہ مشرکین سے ودادواتحاد اور انھیں حلیف ومعاہد نہ بنایا جائے، اور نہ اُن کو رازدار و دخیلِ کار ٹھہرایا جائے۔

افسوس ان غدّار نیشلسٹ مسلمانوں نے انھیں یار و مددگار و غمگسار بنایا، خود پس رو بنکر غیر مسلموں کو پیشوا مانا، قرآن وحدیث کی بنا امر بُت پرستی، یا بُت پرستوں پر نثار کی، قرآن و "رامائن" کو ایک ساتھ ڈولے میں رکھ کر پوجا کی، اور مشرکین وشعارِ مشرکین کی بڑی بڑی تعظیمیں کیں۔ ہندوؤں کو مسجدوں میں لیجاکر واعظ ملین بنایا۔ ہندو ومسلم کا امتیاز اُٹھاکر سنگم دریا کے مقدس علامات بنایا۔ ان غداروں نے اپنے ماتھوں پر قشقے لگوائے۔ ہندوؤں اور گئو ماتا کی جے پکاری۔ "بندے ماترم" کے نعرے لگائے۔ گاندھی کا نام خطبۂ جمعہ میں "مقدس ذات، ستودہ صفات" جیسی لغریفات و تحسینات کے ساتھ داخل کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ؀

Marfat.com

مولانا ابوالکلام آزاد سے علماءِ اہلسنت کا مکالمہ
آزاد کی توبہ اور انحراف

خلافت کمیٹی کے شباب کے زمانہ میں علماءِ اہلِ سنت نے جگہ جگہ جلسے کیے، مسلمانانِ ہند کی رہنمائی کی، ہنود و کفار سے اتحاد و اختلاط کی مضرتیں بتائیں، چنانچہ اس موقع پر صرف ایک واقعہ کا ذکر کرتا ہوں، جو "السواد الاعظم" جلد ۲ شمارہ ۵ ۱۳۳۹ھ میں حضرت صدر الافاضل قدس سرہ نے شائع فرمایا۔ جماعت رضائے مصطفیٰ، جو اعلیحضرت قدس سرہ کے خدام و احباب اہلِ سنت نے قائم کی تھی، اسکے اجلاس میں خود بنفسِ نفیس حضرت سیدی قدس سرہ موجود تھے، آپ واقعہ کا ذکر فرماتے ہیں کہ:۔

"وسط رجب ۱۳۳۹ھ کو بریلی میں جمعیۃ العلماء کے جلسے عظیم اجتماعوں کے ساتھ منعقد ہوئے۔ اشتہارات میں رمز و کنایہ کے ساتھ مقابلہ کے اعلان بھی کیے گئے۔ اس موقع پر "جماعت رضائے مصطفیٰ" بریلی نے مناسب سمجھا کہ گفتگو کرکے معاملہ صاف کرلیا جائے، اور مسلمانوں کو ان غلطیوں سے بچایا جائے جنہیں وہ مبتلا ہو رہے ہیں، چنانچہ مناظرہ کے لیے جناب مولانا مولوی احمد علی صاحب اور "مولوی" ابوالکلام صاحب آزاد کے درمیان تحریریں بند میں تک بھیجی گئیں، جب معاملہ طے نہ ہوتا دیکھ کر علماءِ اہلِ سنت کی یہی رائے ہوئی کہ وہ خود جلسہ میں پہنچیں۔ چنانچہ اہلِ سنت کے غالباً دس بارہ عالم جلسہ میں پہنچ گئے اور اعلان صدرِ جلسہ "مولوی" ابوالکلام صاحب آزاد سے وقت مانگا، انہوں نے دس منٹ وقت دیا، جناب مولانا مولوی سید شاہ سلیمان اشرف صاحب بہاری نے تقریر فرمائی۔ مجمع میں پہلے سے جوش پیدا کر دیا گیا تھا، لیکن مولانا سید سلیمان اشرف صاحب

نے اس خوبی سے تقریر فرمائی کہ اپنے اعتراضات بھی پیش کر دیئے اور اُن کی غلطیاں بھی دکھلائیں، اور مجمع میں کوئی بے چینی بھی پیدا نہ ہوئی، بلکہ مجمع قبول کے کانوں سے حضرت مولانا کی تقریر سنتا رہا، بار بار اللہ اکبر کے نعرے اور تحسین و آفرین کی صدائیں سننے میں آ رہی تھیں۔ مولانا کی تقریر میں قربانی ترک کرنے، شعارِ اسلام کو چھوڑنے، شعارِ کفر میں مبتلا ہونے کا تذکرہ تھا۔ حضرت مولانا نے یہ بھی بیان کیا کہ موالات تمام کفار سے ناجائز و ممنوع ہے عام ازیں کہ نصاریٰ ہوں یا ہنود۔ آیت لَا یَنۡھٰکُمُ اللّٰہُ سے موالات ہنود ثابت کرنا غلطی ہے۔ آج تیرہ سو برس تک کسی مفسر نے اس آیت کو آیاتِ تحریم موالاۃ عن الکفار کا ناسخ نہیں سمجھا، پھر اس آیت میں جواز برِ اقساط مذکور ہے نہ جوازِ موالات۔ اسی سلسلہ میں حضرت مولانا شاہ سلیمان اشرف صاحب نے مولوی عبدالباری صاحب کے خط کا تذکرہ بھی کیا، جس میں اُنھوں نے لکھا ہے کہ فقیر نان کوآپریشن کے مسئلہ میں بالکل پس رو گاندھی صاحب کا ہے ان کو اپنا رہنما بنا لیا ہے، جو وہ کہتے ہیں وہی مانتا ہوں، میرا حال تو سر دست اس شعر کے موافق ہے ؎

عمرے کہ بآیات و احادیث گزشت ؛ رفتی و نثارِ بت پرستے کردی

اور بتایا کہ کافر کو دینی مسائل میں رہنما بنانا، آیات و احادیث کی عمر کو بت پرست پر نثار کرنا، شانِ اسلام سے کس قدر بعید ہے۔ یہ ایمان ہے یا کفر ہے، کیا ہے؟ اسطرح مولانا سید سلیمان اشرف صاحب نے ارکین خلافت کمیٹی کی بے راہیاں اور سخت فاحش شرعی غلطیاں ذکر کیں، اور فرمایا کہ مسلمان، گاندھی یا کسی اور کے پس رو اور متبع نہیں ہو سکتے، کسی کے جھنڈے کے نیچے نہیں آ سکتے، البتہ اگر کوئی غیر مسلم ملکی مفاد کے لیے ہمارے جھنڈے کے نیچے آ کر ہماری زیرِ سیادت کوشش کرے

تو ہم اُس سے کام لے سکتے ہیں۔ مذہب کسی سلطنت پر فدا نہیں کیا جاسکتا، اسلام وہ مذہب ہے جس پر سلطنتیں فدا کی جاتی ہیں۔ ہم اپنے مذہب میں ہندوؤں سے اتحاد نہیں کرسکتے۔ ہمیں مقاماتِ مقدسہ خلافتِ اسلامیہ کے مسائل کے خلاف نہیں، خلاف ان حرکات سے ہے جو منافیٔ دین ہیں، مخالفِ اسلام ہیں، انکی روک تھام کے لیے عوام کو ان سے باز رکھیے۔

مولانا سید سلیمان اشرف صاحب نے اس بحث پر نہایت چست اور زبردست و موثر تقریر فرمائی۔ مولانا کی تقریر کے بعد "مولوی" ابو الکلام آزاد نے ایک مختصر سی تقریر کی، جس میں حضرت مولانا سید سلیمان اشرف صاحب کے ساتھ اپنے سابقہ تعلقاتِ دوستی و محبت کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت مولانا کی تشریف لانے اور تقریر فرمانے پر بہت کچھ اظہارِ مسرت کیا، اور مولانا کے اکثر اعتراضات سے پہلو تہی کر کے صرف دو ایک باتوں کے متعلق کچھ کہا، جس میں سے بہت بڑی تو یہ ہے کہ "مولوی" ابو الکلام صاحب نے اس عام مجمع میں تسلیم کیا کہ موالات جیسی نصاریٰ کے ساتھ حرام ہے، ہنود کے ساتھ بھی حرام ہے، اس پر یہاں تک زور دیا کہ ہندوستان کے ۲۲ کروڑ ہندو گاندھی ہو جائیں اور مسلمان انکا اتباع کریں تو میں کہونگا کہ وہ سب بت ہیں اور یہ بت پرست اور اسکے ساتھ ہی ... میں یہ کہا کہ کسی ذمہ دار شخص نے ہندوؤں کے ساتھ موالات جائز نہیں کہی ہے۔ الحاصل اس مجمع میں "مولوی" ابو الکلام نے حضرت مولانا سلیمان اشرف صاحب کے بہت سے اعتراضات کا تو جواب بھی نہیں دیا، اور جنکی نسبت کچھ لب کشائی کی انکو تسلیم کیا، کسی کسی بات میں غیر ذمہ دار شخصوں کی آڑ بھی پکڑی مگر مجمع نے "مولوی" ابو الکلام کی نظر پر ست انکے عجز و اعتراف قصور کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ اسکے بعد جناب مولانا مولوی حامد رضا خاں صاحب نے

Marfat.com
Marfat.com

فرمایا کہ حرمین شریفین و مقامات مقدسہ و ممالک اسلامیہ کی حفاظت و خدمت ہمارے نزدیک ہر مسلمان پر بقدرِ وسعت و طاقت فرضِ عین ہے، اس میں ہمیں خلاف نہ ہے نہ تھا، اسی طرح سلاطین اسلام و جماعت اسلامی کی خیرخواہی میں کچھ کلام نہ ہے نہ تھا، تمام کفار و مشرکین و نصاریٰ و یہود و مرتدین وغیرہم سے ترکِ موالات ہم ہمیشہ سے ضروری و فرض جانتے ہیں۔ ہمیں خلاف آپ حضرات کی ان خلافِ شرع و خلافِ اسلام حرکات سے ہے جن میں سے کچھ مولوی سید سلیمان اشرف صاحب نے بیان کیں، اور جن کے متعلق جماعت کے ستر سوال بنام "اتمام حجتِ تامہ" آپ کو پہنچے ہوئے ہیں، انکے جواب دیجئے۔ جب تک آپ ان تمام حرکات سے اپنی رجوع شائع نہ کر دینگے، اور ان سے عہد پیمانہ ہولینگے ہم آپ سے علیحدہ ہیں۔ اور اسکے بعد خدمت و حفاظتِ حرمین شریفین و مقاماتِ مقدسہ و ممالکِ اسلامیہ میں ہم آپکے ساتھ ملکر جائز کوشش کرنے کو تیار رہیں۔

• مولوی "ابوالکلام" صاحب خاموش رہے، اور "اتمام حجتِ تامہ" کا نام سُنکر ایسا اُڑا گئے گویا سُنا ہی نہیں۔ اسی ضمن میں حضرت مولانا مولوی حامد رضا خاں صاحب نے خود "مولوی" "ابوالکلام" صاحب سے بالخصوص مخاطبہ فرما کر یہ کہا کہ "حضرت! آپ کو بھی تو اپنی حرکات سے توبہ کرنا ہے"؟ اس پر "ابوالکلام" صاحب نے کہا کہ میری کیا حرکات ہیں؟ مولانا حامد رضا خاں صاحب نے فرمایا کہ آپ نے خطبہ جمعہ میں گاندھی کی تعریف پڑھی۔ ابوالکلام صاحب نے اس سے سخت انکار کیا اور کہا کہ میری طرف یہ نسبت کذب ہے۔ اور انھوں نے اسکے قائل پر لعنت کی۔
• "مولوی" "ابوالکلام" صاحب کی یہ حالت دیکھکر مجمع نے یقین کر لیا کہ اعلیٰحضرت مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب مدظلہ کی طرف سے ان پر جسقدر اعتراضات کیے جاتے ہیں، وہ سب درست ہیں، اور مخالفین کے ایک زبردست مقرر کو بھی

Marfat.com

انکے سامنے سرِ تسلیم ہی خم کرنا پڑتا ہے، کبھی وہ واقعات پر تجھ پر رہ جاتا ہے، کبھی تیزی و تحاشی کے لیے اپنے اوپر لعنت کرنے لگتا ہے، مگر مخالف کی یہ تمام کمزوریاں کسی کام کی نہیں جبتک کہ وہ توبۂ صادقہ کر کے اپنی روش نہ بدلے، اور صراطِ مستقیم پر نہ آئے۔

"مولوی ابوالکلام صاحب نے اسی جلسہ میں اُن تمام اُمور سے توبہ بیزاری شائع کرنے کا وعدہ کر لیا تھا، مگر دیکھیے کبتک وہ ایسا کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ توفیق عنایت فرمائے، اور قبولِ حق میں کوئی علاقہ مانع نہ آئے۔" آمین

اور اب تو آزاد صاحب قیدِ زندگی سے بھی آزاد ہو کر آنجہانی ہوچکے ہیں لیکن آخر دم تک ہندوؤں، غیر مسلموں، اور ملت کے غداروں کا ساتھ نہ چھوڑا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

حق و باطل کا مقابلہ اور حق کی فتح

مولانا عبدالباری پر مواخذہ اور انکی توبہ

حضرت مولانا عبدالباری صاحب فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ کی بعض بے جا باتوں اور قولوں پر اعلیٰحضرت قدس سرہٗ نے جو مواخذے کیے، اور انہوں نے جس حسن و خوبی سے علی الاعلان توبہ فرمائی، اس کی تفصیل حضرت تاج العلماء مولانا مفتی محمد عمر صاحب نعیمی قدس سرہٗ کی تحریر سے ملاحظہ فرمائیے، جو [illegible] شائع ہوئی۔ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"دنیا میں باطل کا سکہ بہت رائج ہے، اور اسکی نظر فریب آب و تاب کبھی کبھی اہلِ خرد کو بھی دھوکہ میں ڈال دیتی ہے، اور مدتوں تک وہ اس کے گرویدہ

اور لبتہ عقیدت رہتے ہیں۔ ظاہر بیں طبع کی چمک دمک سے فریب کھاتا ہے اور اس کی ظاہری آب وتاب اسکو اسقدر معتقد بنالیتی ہے کہ مبصرین کی تحقیق سے انتفاع اور فائدہ اُٹھانا اسکے لیے دشوار ہوجاتا ہے۔ ایک جعلی مُشک بیچنے والے کا بیان ہے کہ میں ہمیشہ پہلی مرتبہ اصلی مُشک دکھاتا ہوں، اسکے بعد اپنا خانہ ساز جعلی ونقلی مُشک پیش کرتا ہوں، اور بیشتر خریدار اصلی کو چھوڑ کر نقلی ہی کو پسند کرتے ہیں۔ ہر چند کہ زمانہ میں باطل کو خوب گرمیِ بازار حاصل ہے لیکن ایک نہ ایک دن، کسی نہ کسی وقت باطل کا پردہ فاش ہوجاتا ہے، اور آفتابِ حق وصداقت کے پائندار، اور نہ مٹنے والے انوار کے سامنے اُس کی جھوٹی چمک دمک فنا ہوکر رہتی ہے۔

اس موقع پر مجھے خاص طور پر عالیجناب مولانا عبدالباری صاحب فرنگی محلی کا تذکرہ کرنا ہے، مولانا، فرنگی محل لکھنؤ کے ایک ممتاز فاضل تھے، اور اس زمانہ میں اُنھیں جو شہرت حاصل ہوچکی تھی، وہ اس سے غنی کرتی ہے کہ اُنکا تعارف کرایا جائے۔ مولانا نے موجودہ زمانہ کی جدوجہد میں بہت نمایاں حصہ لیا ہے۔ اور وہ علمی امتیاز کی وجہ سے اپنی جماعت کے سرخیل رہے ہیں۔ ہنود کے اختلاط سے یا سادگی، یا جوش، یا اور کسی وجہ سے مولانا سے بھی بہت سی لغزشیں اور غلطیاں سرزد ہوگئیں، جن میں سے بعض حدِ کفر تک پہنچتی ہیں۔

مولوی عبدالباری صاحب چونکہ ایک عالم شخص تھے اُن کے علم نے اُن کو اس غلطی سے بچایا، اور جب اعلیٰحضرت نے اُنکے اقوال و افعال پر گرفت فرمائی اور بعض اقوال یا افعال پر کفر اور بعض پر ضلال اور بعض پر معصیت کا حکم لگایا، تو مولوی عبدالباری صاحب نے حق پسندی کی ایک مثال پیش کی اس فتوے کے سامنے سرِ تسلیم خم کیا، اور اپنی ان تمام لغزشوں اور غلطیوں سے

۲ مئی سنہ ۱۹۲۱ء کے اخبار ہمدم لکھنؤ میں توبہ شائع کر دی جس کی نقل ذیل میں ہے

انھوں نے اس توبہ سے صرف اپنے آپ ہی کو نہیں بچا لیا ہے، بلکہ عام مسلمانوں پر احسان کیا ہے، جو انکو پیشوا سمجھ کر بے راہی میں مبتلا ہو رہے تھے مولانا نے جس ہمت اور حوصلہ کا کام کیا ہے، اُسکی تعریف سے زبان قاصر ہے۔

اللہ تعالیٰ دوسرے لیڈروں کو بھی توفیق عطا فرمائے کہ وہ توبہ کریں۔

مواخذات یہ مواخذات ایک توبہ نامہ کی شکل میں ہیں، جو حضرت مولانا عبد الباری صاحب کی طرف سے لکھ کر اعلیٰحضرت قدس سرہ نے اپنے فرزندِ اکبر حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب رحمۃ اللہ اور تاجدارِ اہلِ سُنّت حضرت صدر الافاضل قدس سرہ لیکر اُنکے پاس بھیجے تھے، تاکہ وہ اس پر صرف دستخط فرما دیں، لیکن انھوں نے بہت اخلاص کے انداز میں ان امور سے توبہ شائع فرمائی جزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔

مولانا عبد الباری صاحب کی دُعائے توبہ

[اعلیٰحضرت قدس سرہ نے مولانا عبد الباری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحریرات و بیانات پر ایک سو ایک وجوہ کفر و ضلال و اضلال قایم کیے جو طوالت اور بعض دیگر وجوہ کی بنا پر چھوڑے جاتے ہیں، مگر مولانا مرحوم نے ان سب کی نہایت فراخدلی اور اعتماد کے ساتھ تصدیق کی اور مواخذات سے مکمل رجوع کے بعد حسب ذیل عبارت اپنے قلم سے ارقام کر کے زیادہ کی۔ مرتب]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے اللہ! میں نے بہت سے گناہ محض تیرے لیے کیے ہیں، اور بہت گناہ وہ کیے ہیں

تعلق جن میں مخلوق کو بھی لگاؤ ہے۔ میں دونوں قسم کے گناہوں سے توبہ کرتا ہوں
تو معاف کر اور معاف کرا دے۔ اے اللہ! میں نے بہت گناہ ظاہر کیے ہیں
اور بہت سے چھپا کر کیے، دونوں کو بخش دے۔ اے اللہ! میں نے بہت سے گناہ
دانستہ کیے اور بہت سے نادانستہ کیے، سب کی توبہ میں کرتا ہوں۔ اے اللہ!
میرا استغفار قبول فرما۔ اے اللہ! میں نے امور قولاً و فعلاً، تحریراً و تقریراً بھی کیے ہیں
جنکو میں گناہ نہیں سمجھتا ہوں، مولوی احمد رضا خاں صاحب نے اُن کو کفر یا ضلال
یا معصیت ٹھہرایا، اُن سب سے اور انکے مانند امور سے جن میں میرے مرشدین
اور مشائخ سے کوئی قدوہ میرے لیے نہیں ہے، محض مولوی صاحب موصوف پر
اعتماد کر کے توبہ کرتا ہوں۔ اے اللہ! اے اللہ! توبہ قبول کرنے والے میری توبہ
قبول کر، اور مجھے توفیق دے کہ تیری معصیت کا ارتکاب نہ کروں، اور وہ امور
بجا لاؤں جو تیری رضامندی کا باعث ہوں اور تیرے حبیب کی شفاعت کا استحقاق
پاؤں۔ اے اللہ! تیرے حبیب کی محبتِ عظیم کا واسطہ مجھے بخش دے اور مجھ سے
اپنے دین کی نصرت کرا اور اپنے دشمنوں کو ذلت دے۔ وصلی اللہ تعالےٰ
علیٰ خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔
فقیر محمد عبد الباری عفا اللہ عنہ

علی برادران کی توبہ

اسی طرح سیدی صدر الافاضل قدس سرہٗ اتمامِ حجت اور خوفِ آخرت سے
ہشیار کرنے کے لیے مولانا محمد علی جوہر مرحوم کے مکان پر دہلی تشریف لے گئے، مولانا کو
اسلامی احکام سے روشناس کراتے ہوئے آخرت کے عذاب و خسران سے ڈرایا،
اور گاندھی و ہنود و غیر مسلموں سے اتحاد و وداد کے نتیجے سے آگاہ فرمایا

Marfat.com

خدا کی شان ہے کہ وہ ایسا وقت سعید تھا کہ حضرت کی زبانِ فیض ترجمان
ے نکلے ہوئے ایک ایک حرف نے اُنکے دل میں اثر کرلیا۔ وہ کہنے لگے، مولانا!
پ گواہ رہیں میں اب توبہ کرتا ہوں، آئندہ کبھی ہنود وغیر مسلموں سے اتحاد و
داد نہ رکھوں گا۔ حضرت نے فرمایا، میری دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ تمہاری توبہ
ول فرمائے، لیکن مجھے کسطرح معلوم ہو کہ آئندہ کلیتہً آپ مجتنب ہوگئے ہیں؟
ہنے لگے، مولانا! میں نے ہندوؤں کے ساتھ اتنا میل جول رکھ کر مسلمانوں کو
نت نقصان پہنچایا ہے، دعا فرمایئے کہ باقی عمر میں اس نقصان کی تلافی کرسکوں
میں گاندھی کے پاس جارہا ہوں، آپ دیکھیں گے کہ یہ میری اُس سے آخری
قات ہوگی، اور اُس سے اب اتمامِ حجت کے بعد انقطاع ہوجائے گا۔
چنانچہ حسب وعدہ گاندھی کے پاس گئے، مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے
ما چند فارمولے بتائے۔ گاندھی بڑا عیار تھا، اُس نے ماننے سے صاف انکار
دیا۔ نتیجہ میں مولانا اُس سے لڑکر واپس آگئے۔ اور اپنی بیزاری کا اعلان کردیا
الٰہی قدرت اس توبہ سے تین مہینے بعد لندن میں گول میز کانفرنس کے موقع پر
ں کا انتقال ہوگیا، اور مقابر انبیاء علیہم السلام فلسطین میں دفن کئے گئے۔
لی تعالیٰ مولانا مرحوم کی مغفرت فرمائے، اور اُن کے تمام عیوب و کوتاہیوں
سے درگزر کرے۔ آمین
مولانا شوکت علی مرحوم نے بھی اسی طرح مرادآباد آکر حضرت قدس سرہٗ کے
ت حق پرست پر توبہ کی اور اپنی آخرت سنواری۔
چنانچہ مولانا شوکت علی مرحوم جب بغرض توبہ مرادآباد آئے، تو اچانک
نعیمی قدس سرہٗ آستانہ اقدس پر بلا اطلاع چلے آئے۔ چونکہ حضرت [illegible]
نشست بالائی منزل پر ہوتی تھی، اور زینہ بہت تنگ تھا، اور مولانا علیہ الرحمۃ [illegible]

ایک آدمی کے ذریعہ اُوپر اپنی آمد کی اطلاع کرائی۔ چنانچہ اُوپر سے چند کرسیاں نیچے لائی گئیں۔ حضرت سیّدی قدس سرہ نیچے تشریف لائے، اور مولانا نے نہایت فراخ دلی سے کاندھی کر دی، اور خلافت کمیٹی، سلسلہ ہندو نوازی اور احکام اسلامی سے انحراف، سب سے توبہ کر لی۔

غرضکہ اس فتنۂ عظیمہ میں جنکو مولیٰ تعالیٰ نے ہدایت نصیب فرمائی وہ کسی نہ کسی طریقے پر رجوع و توبہ کرتے چلے گئے، اور جو شقی ازلی اور غدارِ ملت تھے، وہ برابر آج تک اسی نظریہ پر قایم ہیں۔

استاذ الشعراء کی رحلت

جس مہینہ میں حضرت مولانا عبد الباری صاحب مرحوم کی توبہ ہوئی، یعنی رمضان المبارک کی ۲۵ تاریخ جمعۃ الوداع کے روز صبح ہی استاذی حضرت صدر الافاضل قدس سرہ کے والد ماجد استاذ الشعراء حضرت مولانا معین الدین صاحب نزہت رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ پرانی وضع کے مقدس عالم اور بزرگ تھے۔ آپ کے اوقات عبادتِ الٰہی میں گزرتے تھے۔ ملک الشعراء ذوق کے تلامذہ میں سے صرف یہی باقی تھے۔ آپ کے شاگرد ہزار ہا ہیں آپ کا کلام بلاغت نظام سند مانا جاتا تھا، فکر بلند، طبیعت نازک، زبان فصیح رکھتے تھے۔ آپ نے ۸۰ سال کی عمر میں چار دن بخار میں مبتلا ہو کر نفی و اثبات کا ذکر کرتے ہوئے راہیِ ملکِ بقا ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط

حضرت کے انتقال پُر ملال کی خبر جب اعلیٰحضرت امام اہلِ سنت قدس سرہ کو بریلی میں پہنچی، تو آپ نے فوراً حسبِ ذیل مکتوبِ گرامی تعزیت میں ارسال فرمایا۔

صحیفۂ عالیہ اعلیٰحضرت امامِ اہلسنّت قدس سرہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مولانا المبجل المکرم ذی المجد والکرم حامی السنن ماحی الفتن جعلہ کاسمہ نعیم الدین السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ‘

ان اللہ ما اخذ وما اعطیٰ وکل شیٔ عندہٗ باجل مسمّی انما یوفی الصبرون اجرھم بغیر حساب ہ وانما المحروم من حرم الثواب۔ غفر اللہ لمولٰنا معین الدین ورفع کتابہ فی علیین، وبیض وجہہ یوم الدین۔ والحقہ بنبیہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ وبارک وسلم علیہ وعلیٰ الہ وازواجہ اجمعین واجمل صبرکم واجزل اجرکم وجبر کسرکم ورفع قدرکم آمین۔

یہ پُرملال کارڈ روزِ عید آیا، میں نمازِ عید پڑھنے نینی تال گیا ہُوا تھا، شب کو بے خواب رہا تھا اور دن کو بے خورد خواب، اور آتے جاتے ڈانڈی میں چودہ میل کا سفر دوسرے دن بعد نمازِ صبح سو رہا، سو کر اٹھا تو یہ کارڈ پایا، اُسی وقت یہ تاریخیں خیال میں آئیں، ایک بے تکلف قرآنِ عظیم سے اور انشاء اللہ تعالیٰ فالِ حسن ہے، دوسری حسبِ فرمائش سامی فارسی میں، مگر دو شعر کے لیے فرمایا تھا، یہ پانچ ہو گئے اور ماتے میں ایک کا تخرجہ کرنا ہُوا جسکا میں عادی نہیں، مگر اس میں کوئی لفظ قابلِ تبدیل نہ تھا، لہٰذا یونہی رکھا، اور اسی روز سے مولانا المرحوم کا نام تا اختتامِ حیات‘ انشاء اللہ تعالیٰ روزانہ ایصالِ ثواب کے لیے داخلِ وظیفہ کر لیا۔ وہ انشاء اللہ تعالیٰ بہت اچھے گئے، مگر دنیا میں اُن سے ملنے کی حسرت رہ گئی

مولیٰ تعالیٰ آخرت میں زیرِ لوائے سرکارِ غوثیت ملائے۔ آمین اللّٰہم آمین

تاریخ از قرآنِ عظیم

رِزقُ رَبِّکَ خَیر

۱۳　ھ　۳۹

دیگر

یک شہادت وفات در رمضان | مرگِ جمعہ شہادتِ دگر است
مرضِ تپ شہادتِ سومیں | بہرِ ہر سہ شہادتِ خبر است
در مزار است چشم وا یعنی | پئے دیدارِ یار منتظر است
مژدہ ہرگز نہ معین الدین | کہ ترا چوں نعیم دیں پسر است

از رضا سال بے سر اہمال
قربِ صادق بلیکِ مقتدر است
۱۳۴۰ - ۱ = ۱۳۳۹ھ

شبِ عید کی بے خوابی اور دن کو بے خور و خواب، اور دوپہر کے سفر کا پیچ و تاب اس کے سبب کل شام تک حالت ردی رہی۔ میں قابلِ حاضری ہوتا، تو سر سے چل کر مزار کی زیارت، اور آپ کی تعزیت کرتا۔ مصطفیٰ رضا کل صبح بریلی گئے، میں نے کہہ دیا ہے کہ تعزیت کے لیے حاضرِ خدمت ہوں۔ کل شام تک طبیعت کی بہت غیر حالت نے اس نیاز نامہ میں تعویق کی، اور آج اتوار تھا لفافہ نہ مل سکتا تھا اب حاضر کرتا ہوں۔ والسلام مع الاکرام، سب احباب کو سلام

شبِ پنجم شوالِ مکرم ۱۳۳۹ھ از بھوالی

Marfat.com

آخر دنیا نے دیکھ لیا کہ اس رجلِ عظیم کے نظریات اٹل تھے، اور آج اُسکی مخالفت کرنے والے کفِ افسوس مل رہے ہیں۔ چنانچہ پہلی جنگِ عظیم کے دوران میں خلافت کمیٹی کا دور دورہ ہوا، بڑے بڑے افاضل اس کی ظاہری صورت سے متأثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے، لیکن آپ نے شروع سے یہ نتیجہ اخذ کیا تھا کہ یہ تحریک ایک صورت فریب اور دھوکہ سے زیادہ نہیں ہے، نتیجہ میں ہندو غالب آجائینگے اور یہ سب کچھ مسلمانوں کو دھوکہ دیا جا رہا ہے۔ زمانہ نے دیکھ لیا کہ خلافت کمیٹی کا کام، گاندھی پرستی، اور کانگریس نوازی سے آگے نہ بڑھ سکا۔ ملک وملت کا بیشمار سرمایہ یا تو لیڈروں کی شکم پری کے کام آیا، یا وہ کانگریس کے استحکام میں صرف ہوا۔ اسکے بعد پھر کانگریس کا دور دورہ ہوا، ملک میں وہ عنصر جو بار بار ملتِ نکرہ کا بانی مبانی تھا جس نے گلے پھاڑ پھاڑ کر مسلمانوں کو مشرک اور بدعتی کہا تھا، وہ ہی بالآخر مشرکوں کا بذلہ خوار ہوا۔ جبہ و دستار کو گاندھی و نہرو پر نچھاور کرنا فخر جانا۔ اور آج بھی اس جدید نظریہ کے مرکزی مقامات کے اکثر متعلقین انکی حمایت کو فخر سمجھ رہے ہیں۔

حضرت قدس سرہ نے اس نکتہ کو سمجھا اور غیر مبہم الفاظ میں کانگریس میں شرکت اور اسکی تائید کو خلاف تعلیماتِ اسلام بتایا۔ مگر نجدی و دیوبندی کھل کر کانگریس کے حامی ہو گئے۔

ہندوؤں نے جب یہ دیکھا کہ انکی گود میں ایسے لوگ آگئے ہیں کہ ان کو حرمین اور ملی دیگر جو چاہے کرایا جا سکتا ہے۔ تو انھوں نے یہ چال چلی کہ اپنی مذہبی تبلیغ کو تیز کرکے مسلمانوں کو یا تو مرتد کیا جائے، یا ان کا قتل عام کیا جائے چنانچہ شدھی تحریک جو ۲۵-۱۹۲۶ء میں چلی، اسکا پس منظر یہی امر تھا۔ آپ نے اس فتنۂ ارتداد کا پامردی سے مقابلہ کیا۔ جماعت رضائے مصطفےٰ قائم کی گئی

اور اسی جماعت کے ذریعہ آپ اور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب، مولانا سید غلام قطب الدین صاحب برہمچاری، حضرت امیر ملت قبلہ عالی محدث علیپوری، تاج العلما حضرت مولانا مفتی محمد عمر صاحب نعیمی قدس سرہ حضرت مولانا ابو الحسنات صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا نثار احمد صاحب کانپوری، حضرت مولانا مشتاق احمد صاحب، حضرت مولانا عبد العلیم صاحب صدیقی مبلغ اسلام رحمۃ اللہ علیہم اور دیگر اعاظم علماء اہل سنت کی معیت میں آگرہ، متھرا، بھرتپور، گوڑ گانواں، گوبند گڑھ، حوالی اجمیر، جیپور، اور کشن گڑھ وغیرہ تک مسلسل دورے کئے اور مبلغین بھیجے۔ چنانچہ موضع چھپرہ میں مولانا سید غلام قطب الدین صاحب برہمچاری، مولانا قاضی احسان الحق صاحب نعیمی اور حضرت علامہ مولانا ابو الحسنات صاحب قادری، شردھانند کے مقابلہ میں عین رمضان شریف کی تاریخوں میں روزہ کے ساتھ پہنچے، اور فتنہ ارتداد پر فتحیاب ہو کر وہاں ایک چھوٹا سا مدرسہ قائم کیا، جس میں ملکانہ ٹھاکروں کی تعلیم کا انتظام کیا گیا۔ حضرت امیر ملت محدث علیپوری رحمۃ اللہ علیہ اس تبلیغی جدو جہد کے سلسلہ میں آگرہ ایک مدت مدید تک جلوہ افروز رہے۔ اور حضرت صدر الافاضل قدس سرہ نے اپنا ہیڈ کوارٹر آگرہ کو بنایا، آخر کار الحق یعلو ولا یعلیٰ کی جلوہ گری ہوئی، اور شردھانند کا شر مٹا اور ہزارہا مرتد داخل اسلام ہوئے اور لاکھوں مسلمانوں کو آریوں کے چنگل سے بچایا۔ حضرت صدر الافاضل قدس سرہ کا یہ کارنامہ تفصیل کا محتاج ہے یہاں صرف مختصراً ہی عرض کیا گیا ہے۔

آل انڈیا سنی کانفرنس کی اول تاسیس

اسکے بعد ہندوؤں نے ایک اور منصوبہ بنایا، گورو گوکل کی تحریک چلائی، جس کا

مقصد یہ تھا کہ ایسے گوشالے، کالج، بھون، آشرم وغیرہ قائم کیے جائیں جن میں نوعمروں کو داخل کرکے انکو باقاعدہ ٹریننگ دیکر ان میں مسلمانوں کے خلاف غیظ وغضب اور نفرت وحقارت کا جذبہ ابھارا جائے۔ اس پر آپ نے یہ نظریہ قائم کیا کہ گو بظاہر یہ تعلیم کا پرچار ہے، لیکن نتیجہ میں اب سے بیس پچیس سال بعد ایسے لوگ تیار ہوجائینگے جو خون کی ہولی کھیلیں گے، اور اسوقت اس فتنہ کا مقابلہ آسان نہ ہوگا۔ چنانچہ آپ نے ملک کے ہر ایک سُنّی عالم کو جھنجھوڑا، اور انکو ان خطرات سے آگاہ و باخبر کیا اور فرمایا، اگر تم اب بھی ہوش میں نہ آئے اور اپنی تنظیم نہ کی، اور سلک میں منسلک نہ ہوئے، تو پھر جو انجام ہونا ہے اسکے لیے تیار ہوجاؤ۔
چنانچہ اس مقصد کے لیے آپ نے ملک کے تمام اعاظم واکابر اہلِ سنت علماء و مشائخ کو مرادآباد میں مدعو کیا، ملک کے کونے کونے سے کھنچکر سب جمع ہوئے، چار روز غور وفکر کیا گیا، بالآخر "آل انڈیا سُنّی کانفرنس" کی داغ بیل ڈالی گئی، جسکے ناظمِ اعلیٰ آپ، اور صدر امیرِ ملت قبلۂ عالم پیر جماعت علی شاہ صاحب محدث علیپوری قدس سرہٗ باتفاق رائے منتخب ہوئے۔ آپ نے ملک کے گوشہ گوشہ میں سُنّی کانفرنسیں قائم کیں، اور سُنّی مسلمانوں کو متحد کرنے کی جدوجہد شروع کردی۔

سُنّی کی تعریف حضرت قدس سرہٗ نے سُنّی کانفرنس میں سُنّی مسلمانوں کی شمولیت کے لیے سُنّی کی تعریف حسب ذیل الفاظ میں فرمائی جسکو قرطاس رکنیت کی ہدایات میں شامل کرکے چھاپا۔

"سُنّی وہ ہے جو "ما انا علیہ واصحابی" کا مصداق ہو۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ائمہ دین، خلفاءِ راشدین، مسلم مشائخ طریقت، اور متاخرین علماء دین سے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی، حضرت ملک العلماء مولانا بحر العلوم فرنگی محلی، حضرت مولانا فضل حق خیرآبادی، حضرت مولانا شاہ فضل رسول بدایونی،

Marfat.com

حضرت مولانا مفتی ارشاد حسین رامپوری، اور حضرت مولانا مفتی شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمہم المولیٰ تعالیٰ کے مسلک پر ہوتے"

کانگریس کی عبوری حکومت

پھر جب سنہ ۱۹۳۷ء میں انگریزوں نے عبوری حکومت قائم کر کے عنانِ حکومت کانگریس کے سپرد کی، اُسوقت تک کانگریس اور مسلم لیگ متحد تھیں، لیکن بہت جلد ہی زمانہ نے دیکھ لیا کہ کانگریس کی حکومت ملتے ہی ملک کا امن و امان اُٹھ گیا، اور وہ حکومت سنبھالنے میں ناکام رہی، آخر کار انگریزوں نے کانگریس سے عنانِ حکومت واپس لے لی۔

مسٹر جناح کی کانگریس سے علیحدگی

سنہ ۱۹۳۰ء میں کانگریس کی ایک میٹنگ لکھنؤ میں ہوئی، جسمیں مسٹر محمد علی جناح بھی مسلم لیگ کی طرف سے شریک ہوئے۔ اُسوقت کسی بات پر نہرو نے کہا ہمیں مسلمانوں کی برابری کی ضرورت نہیں، انکو ہم اپنے ماتحت رکھینگے چونکہ نہرو کو بھروسہ تھا کہ انکے ساتھ ایسے لوگ ہیں، جنکو تھوڑا سا ٹکڑا ڈال کر سب کچھ کرایا جاسکتا ہے، اور انکے جُبّہ و دستار کو خریدا جاسکتا ہے، وہ بھلا محمد علی جناح کی کیا پروا کرتے، مگر محمد علی جناح یہ کہہ کر اُٹھ کھڑے ہوئے کہ ؎

"ہم باعزت مساویانہ شرکت کر سکتے ہیں
ذلیل و ماتحت ہو کر نہیں رہ سکتے"

اس پر نہرو نے کامل بے اعتنائی کا مظاہرہ کیا، اور مسٹر محمد علی جناح کانگریس سے نکل کر مسلم لیگ کی علیحدہ تنظیم کرنے میں مصروف ہو گئے۔

جب یہ باتیں منظرِ عام پر آگئیں، اور ہندوؤں نے اپنا چھپا ہوا کینہ کھول کر سامنے رکھدیا، تو اُسوقت حضرت قدس سرہ نے پھر فرمایا۔
دیکھو میں نہ کہتا تھا کہ ہندوؤں پر بھروسہ کرنا کسی وقت میں بھی صحیح نہ تھا

Marfat.com

قیامِ پاکستان کے سلسلہ میں سُنّی کانفرنس کی مساعی

تحریکِ پاکستان کا آغاز ہوتے ہی حضرت صدر الافاضل قدس سرہٗ نے نظریۂ پاکستان سے روشناس کرانے کے لیے "آل انڈیا سُنّی کانفرنس" کے پلیٹ فارم سے بھرپور تقسیمِ ہند سے قبل ہر شہر و قصبہ میں علماء اہلِ سنت کی جماعت کے ساتھ دورے شروع کر دیئے۔ صوبجات ملتان و گجرات کاٹھیاواڑ، بمبئی، دہلی، یو۔پی، پنجاب، بہار، شریف، بنگال میں کلکتہ، بنارس، پرگنہ اور ڈھاکہ، چاٹگام، سلہٹ، چترہ وغیرہ میں شہر کلون وقفے کے دورے شروع فرمائے۔

پھر ۱۹۴۵ء میں سُنّی کانفرنس کی تنظیم کو تیز تر کر دیا۔ صوبائی، ضلعی اور قریہ جاتی یونٹوں میں تنظیم کرائی۔ اور جلد ہی ایک آل انڈیا اجلاس بنارس کے لیے اعلان کر دیا۔ اسی دوران راقم الحروف غلام معین الدین نعیمی کو آل انڈیا سُنّی کانفرنس کے مرکزی دفتر کا "منتظم" مقرر فرمایا۔

ملک کے اکابر و اعاظم علماء و مشائخ کرام کو نظریۂ پاکستان کی تائید و حمایت اور سُنّی کانفرنس کی تنظیم و احیاء کے سلسلہ میں دن رات جھنجھوڑا جاتا رہا۔ اس سلسلہ میں راقم الحروف کو حضرت علامہ ابوالحسنات قدس سرہٗ سابق صدر "پنجاب سُنّی کانفرنس" کے نام حضرت قدس سرہٗ کے چار خطوط میسر آ گئے ہیں۔ تینوں خط تو حضرت کے اپنے دستِ اقدس سے تحریر ہیں، اور چوتھا خط منشی کے قلم سے ہے اور آخر میں حضرت کے دستخط ثبت ہیں۔ ان خطوط کو ملاحظہ فرمایئے اور آپ کی سیاسی بصیرت اور اولوالعزمی کو دیکھیے۔ یہ خطوط راقم الحروف کے پاس محفوظ ہیں زیارت کی جا سکتی ہے۔ افسوس کہ مزید خطوط دستیاب نہ ہو سکے۔

تحریکِ پاکستان اور تنظیم سُنّی کانفرنس کے سلسلہ میں حضرت کے چند خطوط

بنام حضرت مولانا ابوالحسنات قادری صدر صوبہ پنجاب سُنّی کانفرنس

مکتوب گرامی ۱

حضرت مولانا المحترم المکرم الاکرم السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہٗ
حج وزیارت کی نعمتیں مبارک۔ تشریف آوری کی اطلاع کا منتظر ہی رہا وقت پر خبر نہ ہو سکی۔ اب جی دل آپ کے دیدار کا متقاضی ہے مگر بد رجہ زیادہ ہے، تنفس کا مرض ہے، جب وقت بھی افاقہ ہوا اور موقع ملا آپ کے دید و برکات سے لطف اندوز ہونے کا قصد رکھتا ہوں۔ مسلم لیگ اور سُنّی کانفرنسیں قائم ہو گئیں اور ہو رہی ہیں۔ پنجاب سُنّی کانفرنس آپ کے دریعہ ہو۔ کسی لیے چشم براہ تھی دنیا میں تمام جماعتیں بیدار ہیں۔ کیا سنیوں ہی کی قسمت میں خوابِ غفلت ہے۔

امید یہ تھی کہ آپ حضرات کے اثر و اقتدار سے پنجاب کی سُنّی کانفرنس تمام صوبوں پر فائق ہو گی، مگر ابھی تک جمود ہی نظر آرہا ہے۔

براہِ کرم چشم عنایت کا کام فرمایئے، اور تھوڑا وقت اس دینی اہم خدمت کی امداد کیجئے۔

مولانا ابوالبرکات مولوی سید احمد صاحب سے سلام مسنون کے بعد یہی مضمون عرض کر دیجئے۔ والسلام

سید محمد نعیم الدین عفی عنہ

مکتوب گرامی ۲

عزیز محترم سلمہٗ دعوات دارین و سلام مسنون کے بعد مکشوف ہو۔ آپ کا خط مسرت نمط ملا ماشاء اللہ آپ کا جذبہ معلوم ہو کر نہایت خوشی ہوئی۔ آپ نے جمہوریت پنجاب قائم فرمائی

جزاکم المولیٰ تعالیٰ - آپ نے جو خطبہ چھپایا ہے اُسکی دو سو چار سو جلدیں کاپیاں آپ عنایت کر سکیں فوراً بھیجدیجیے - دیوانؔ صاحب (اجمیر شریف) کی تشریف آوری کا اندراج سہواً ہوگیا، اس کی اصلاح درکار ہے - استفسارات کے جواب ذیل میں ملاحظہ کیجیے -

(۱) - آل انڈیا سُنّی کانفرنس کا نام "جمہوریتِ اسلامیہ مرکزیہ" ہے - یہ دو ایوانوں پر مشتمل ہوگی - ایک ایوانِ عام - ایک ایوانِ علماء - ایوان علماء کا نام "جمہوریتِ عالیہ" ہے - آپ دستورِ اساسی طبع کرانے کے مجاز ہیں - اگر چھپوائیں تو ۲ ہزار یہاں کے لیے بھی چھپوالیں، مصارف ادا کیے جائینگے۔

(۲) - دستور پر نظرِ ثانی کر کے بعد اصلاح ارسال کیا جاتا ہے -

(۳) - روداد ابھی طبع نہیں ہوئی، مرتب کی جارہی ہے۔

(۴) - خطبہ استقبالیہ طبع ہو رہا ہے - صوبائی جمعیتیں اسکی جتنی کاپیاں چاہیں گی مناسب قیمت پر دی جائینگی -

(۵) - "پاکستان" کی تجویز سے "جمہوریتِ اسلامیہ" کو کسی طرح دست بردار ہونا منظور نہیں، خود جناح اسکے حامی رہیں یا نہ رہیں - منارتی مشن کی تجویز سے ہمارا مدعا حاصل نہیں ہوتا -

(۶) - روزانہ اخبار کی ضرورت ہے - ابھی اسکے لیے کوئی ہمت تیار نہیں - عزیزی مولانا مولوی سید احمد صاحب سلمہٗ سے سلام مسنون فرمادیں - والسلام

سید محمد نعیم الدین عفی عنہ

مکتوب گرامی ۳۵ عزیز القدر سلمہٗ و علیکم السلام ورحمۃ و برکاتہٗ آپ کا گرامی نامہ ملا پاکستان کو شرعی پابندیوں کے ساتھ وجود میں لانا کسی طرح قابلِ اعتراض نہیں ہو سکتا -

صوبائی سُنّی کانفرنس جلد قائم ہونی چاہیئے۔ تاکہ اسکے ماتحت اضلاع کی اور انکے ماتحت مفصلات کی جمعیتیں قائم ہوسکیں، اور اس نظام کے بعد آل انڈیا سُنّی کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لیے مؤثر مساعی عمل لائی جاسکیں۔

الیکشن کے موقع پر کانگریس کے حق میں رائے دینے سے مسلمانوں کو روکنا بالکل بجا ہے۔ اور اس میں کچھ بھی تامل نہیں، مگر اس سے آگے قدم بڑھانے کی اجازت میں آپ کو نہیں دیتا، اور آگے بڑھنے میں ہمارے اپنے مفاد خلل پذیر ہوتے ہیں، جوش میں اپنے آپ کو قابو میں رکھنا مردانگی ہے۔

مولوی .... صاحب کے بچّہ کو مولیٰ سبحنہٗ عنقریب شفا فرمائے، میں اسکے لیے دعا کرتا ہوں۔ براہِ کرم مجھے اسکی صحت سے مطلع فرمایئے۔ مولوی صاحب کا یہ فرمانا کہ لیگ کانگریس سے بدتر ہے۔ غلط بھی ہے اور بہت خطرناک بھی۔ اگر یہ کلمے کانگریسیوں کے کان میں پہنچ جائیں تو وہ مسلمانوں کو آزار پہنچانے میں ان سے مدد حاصل کر سکتے ہیں۔ دعا کرتا ہوں کہ حضرت کریم برحق، مولوی صاحب موصوف کی ذہنیت درست فرمادے۔ نہ وہ کسی کی سنتے ہیں نہ کسی سے دریافت کرتے ہیں۔ اپنی رائے کو خدا جانے کیا سمجھتے ہیں۔ مولیٰ سبحنہٗ، حق کی ہدایت فرمائے ہمیں بھی اور انھیں بھی، اور اپنے سب مسلمان بندوں کو آمین والسلام۔

(دستخط) سید محمد نعیم الدین عفی عنہ

مکتوبِ گرامی بنام — عزیزی سلمہٗ دعوات وافرہ وسلام مسنون فوری طور پر ایک اطلاع دیدی گئی تھی، جس میں تنہا دباؤ علاج مقصود تھا، اس کی تکمیل تجویز طبع شدہ آپ کے پاس خطبہ صدارت کے ساتھ بھیج رہا ہوں آپ کے خیال میں جو راہ اختیار کی وہ اس ماحول پر نظر کرتے ہوئے کچھ بعید نہیں ہے جس میں ابتک آپ ہیں، اور رائے جیسی بھی ہو اسکا اظہار میرے نزدیک پسندیدہ ہے

سنی کانفرنس کے شرکاء کی تعداد کروڑ ہے تو ہزار دو ہزار تعداد زیادہ ہو چکی ہے تو کیا آپ کی رائے میں مسلمانوں کی اتنی بڑی تعداد میں کوئی بھی عقل و دماغ والا انسان نہیں ہے؟ اس میں علماء بھی ہیں، انگریزی داں بھی ہیں، وکلاء بھی ہیں، اگر سب نکمے ناکارہ ہیں صرف چار ہی آدمی ایسے قابل ہیں جو سیاست کی گاڑی چلا سکیں تب تو مسلمانوں کو صبر کر کے بیٹھ جانا چاہیئے۔ میرے نزدیک تو اللہ کے فضل سے مسلمانوں میں بہت سمجھدار لوگ ہیں جو اس کام کو خوبی سے کر سکتے ہیں، اور ان میں سے خود آپ بھی ہیں اسوقت جو کونسلیں حکمرانی کر رہی ہیں ان کے ارکان پر نظر ڈالیے، کیسے کیسے بے علم ہیں، اور آپ کے علماء میں بھی اللہ کے فضل سے ہر قابلیت کے لوگ موجود ہیں یہاں تو مدعا ہی اور تھا۔ بہر حال آپ غور کر لیجئے، جو مضمون خط میں لکھا ہے اگر آپ کی رائے میں مناسب ہو تو تار کے ذریعہ سے بھیج دیجئے۔ اور آپ کی ملاقات یقیناً فائدہ بخش اور ضروری ہے، اور اس کی بہتر جگہ یہ ہے کہ ۲-۳-۴ شعبان ۶۵ھ کو جامعہ نعیمیہ کے سالانہ جلسے ہیں، اور اسکے ساتھ سنی کانفرنس کے اجلاس بھی ہیں، حضرت محدث صاحب بھی تشریف فرما ہوں گے، اور علماء بھی ہونگے، آپ دونوں بھائی بھی تشریف لائیں، تو بہت اچھا موقع گفتگو کا ملے گا۔ سفر خرچ تشریف آوری پر حاضر کیا جائے گا۔

آپکے استفسارات کے جوابات اور آپ کے جوانمردانہ عمل پر مسرت کا اظہار میں آپ کا پہلا خط پا کر لکھ چکا ہوں، تعجب ہے کہ آپ کو وصول نہیں ہوا۔

دستور اساسی چھاپنے کی قطعی اجازت ہے۔

خطبۂ صدارت آپ ملاحظہ فرمائیں، اس میں سے کچھ کم نہیں کیا گیا ہے۔ والسلام

(دستخط)
سید محمد نعیم الدین عفی عنہ

بنارس میں آل انڈیا سُنّی کانفرنس کا انعقاد

سنہ ۱۹۴۶ء میں ۲۷-۲۸-۲۹-۳۰-اپریل کو بنارس میں آل انڈیا سُنّی کانفرنس کے چار روزہ اجلاس منعقد ہوئے - جس میں غیر منقسم ملک کے تقریباً پانچ ہزار علماء و مشائخ نے شرکت فرمائی ، اور عام اجلاس میں تقریباً ڈیڑھ لاکھ حاضرین کا اجتماع ہوتا تھا - ملک کا کوئی گوشہ ایسا نہ تھا جہاں کے علماء مشائخ سمٹ کر وہاں نہ آگئے ہوں - ان اجلاس میں مسلمانوں کو پاکستان کے قیام کے مقصد و غایت سے رُوشناس کرایا گیا - بنارس کا خطبۂ استقبالیہ جو کہ حضرت محدّث اعظم ہند کچھوچھوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا عظیم شاہکار ہے جسے راقم الحروف نے ادارۂ نعیمیہ رضویہ لاہور کے زیرِ اہتمام دوبارہ یہاں شائع کرایا ہے پڑھا گیا - پانچ ہزار علماء و مشائخ مندوبین کے اجتماع میں منظور شدہ قراردادوں کو اجتماعِ عام میں سنایا جاتا رہا - تمام اہلِ بصیرت کا اس پر اتفاق ہے کہ علماء و مشائخ کا اتنا عظیم اجتماع' پاک و ہند میں کبھی چشمِ فلک نے نہ دیکھا تھا -

حضرت قدس سرہٗ نے اس اجلاس میں شرکت کے لیے لندن سے آیا ہوا وزارتی مشن کرپس وغیرہ کو بھی مدعو کیا تھا لیکن عین آخر وقت میں ملک میں گوناگوں مصروفیت کے باعث عدم شرکت کی معذرت کا تار بھیج دیا -

اس عظیم الشان فقید المثال اجلاس میں حسب ذیل قرارداد بالاتفاق منظور کی گئی

قرارداد برائے تحریکِ پاکستان

(۱) آل انڈیا سُنّی کانفرنس کا یہ اجلاس مطالبۂ پاکستان کی پُر زور حمایت کرتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ علماء و مشائخ اہلِ سنت اسلامی حکومت کے قیام کی تحریک

کامیاب بنانے کے لیے ہر امکانی قربانی کے واسطے تیار رہیں، اور یہ اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ایک ایسی حکومت قائم کریں، جو قرآنِ کریم اور حدیثِ نبویہ کی روشنی میں فقہی اصول کے مطابق ہو۔

(۲) :- یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ اسلامی حکومت کیلیے مکمل لائحہ عمل مرتب کرنے کے لیے حسبِ ذیل حضرات کی ایک کمیٹی بنائی جاتی ہے :-

حضرت[۱] مولانا شاہ سید ابو المحامد سید محمد صاحب محدث اعظم ہند کچھوچھوی۔ حضرت[۲] صدر الافاضل استاذ العلماء مولانا مولوی محمد نعیم الدین صاحب۔ حضرت[۳] مفتی اعظم ہند مولانا مولوی شاہ مصطفےٰ رضا خاں صاحب۔ حضرت[۴] صدر الشریعہ مولانا مولوی محمد امجد علی صاحب۔ حضرت[۵] مبلغ اعظم مولانا مولوی عبد العلیم صاحب صدیقی میرٹھی۔ حضرت[۶] مولانا مولوی عبد الحامد صاحب قادری بدایونی۔ حضرت[۷] مولانا مولوی سید شاہ دیوان آلِ رسول علی خاں صاحب سجادہ نشین اجمیر شریف۔ حضرت[۸] مولانا ابو البرکات سید احمد صاحب لاہور۔ حضرت[۹] مولانا شاہ قمر الدین صاحب سجادہ نشین سیال شریف۔ حضرت[۱۰] پیر سید شاہ عبد الرحمٰن صاحب بھرچونڈی شریف (سندھ)۔ حضرت[۱۱] مولانا شاہ سید زین الحسنات صاحب مانکی شریف۔ خان[۱۲] بہادر حاجی بخشی مصطفےٰ علی صاحب (مدراس)۔ حضرت[۱۳] مولانا ابو الحسنات سید محمد احمد صاحب لاہور۔

(۳) :- یہ اجلاس کمیٹی کو اختیار دیتا ہے کہ مزید نمائندوں کا حسبِ ضرورت و مصلحت اضافہ کرلے، یہ لازم ہوگا کہ اضافہ میں تمام صوبجات کے نمائندے لیے جائیں۔

نوٹ :- بنارس آل انڈیا سنی کانفرنس کا خطبۂ استقبالیہ جو حضرت محدث اعظم کچھوچھوی صدر آل انڈیا سنی کانفرنس نے پڑھا تھا ادارہ نعیمیہ رضویہ سوادِ اعظم لاہور سے چالیس پیسے کے ٹکٹ بھیجکر حاصل کرسکتے ہیں۔

بندلہ خواروں کو جنہوں نے پہلے سلطنتِ مغلیہ کے دور میں انگریزوں کی ہمنوائی میں بڑی بڑی رشوتیں لیں، جس کے صلہ میں شمس العلماء، "خان بہادر" وغیرہ خطاب پائے، جاگیریں لیں، اور وہی سب ہندوؤں کے ٹکڑوں پر بک کر مسلمانوں کی پشت پر چھرا مارنے کا کام سرانجام دے رہے ہیں، پردہ فاش کیا لیکن ان سب ہنگامہ رستخیز میں مسلم لیگ نے جہاں ملک کی تقسیم کا فرض بخوبی سرانجام دیا، وہاں چند فاش غلطیاں بھی کیں، جس کی بناء پر بقول مولانا حسرت موہانی مرحوم "لنگڑا پاکستان" بنا۔

(۱) :- پہلی غلطی یہ کہ دو صوبوں کے بُعد المشرقین کے اتصال کے لیے بری (خشکی) راستہ اپنے نصب العین میں شامل نہیں کیا۔ جب حضرت قدس سرہٗ اور سنی کانفرنس کی طرف سے شدت کے ساتھ مطالبہ ہوا، تو آخر وقت میں مسٹر جناح نے مطالبہ میں شامل کیا، مگر وہ بعد از وقت تھا۔

(۲) :- دوسری غلطی یہ کہ مسلم اکثریت کے دو عظیم صوبوں کی اندرونی تقسیم گوارا کر لی، جس کی بناء پر ۱۹۴۷ء کے ہوشربا، قیامت خیز، خون ریزی، عصمت دری اور بے پناہ تبادلہ آبادی کی نوبت آئی، جس سے پاکستان نہایت درجہ کمزور ہو گیا، اور اسی کی بدولت کشمیر کا مسئلہ پیش آیا۔

(۳) :- تیسری سب سے بڑی اور اہم غلطی یہ کہ آنکھ بند کر کے ریڈ کلف پر اعتماد کیا، اور یہ نہ سوچا کہ تاریخ میں کبھی انگریز، مسلمانوں کا بہی خواہ نہیں رہا تو اب کیسے رہیگا، وہ اصول و انصاف کو مدِ نظر رکھ کر خطِ تقسیم کیسے صحیح کھینچے گا! اور اس میں کوئی چور دروازہ نہیں چھوڑے گا، جس سے کبھی مسلمان چین سے نہ بیٹھ سکیں۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ کپور تھلہ جیسی مسلم اکثریت کی ریاست ہی نہیں، بلکہ مالیر کوٹلہ وغیرہ بھی انڈیا کو دیدیا۔ پھر لطف یہ کہ ہندو نوازی میں بعض تحصیلوں میں سے

تبادلۂ خیالات کیا، اسکے بعد کراچی تشریف لے گئے، وہاں مقامی علماء و زعماء سے اسی سلسلہ میں گفتگو فرمائیں، اور مرکزی وزراء سے مقامی علماء نے اسلامی دستور کے سلسلہ میں متعدد ملاقاتیں کیں۔ بالآخر یہ طے پایا کہ پاکستان کے لیے اسلامی دستور کا خاکہ اسلامی اصول و ضوابط کے تحت حضرت صدرالافاضل قدس سرہ مرتب فرمائیں۔ جو دستور پاکستان کی قومی اسمبلی سے منظور کرایا جائے گا۔

چنانچہ حضرت صدرالافاضل قدس سرہ نے اسکا وعدہ فرمایا کہ میں مرادآباد واپس جاکر پاکستان کے لیے اسلامی دستور مرتب کرکے بھیجوں گا، مگر مشیتِ ایزدی کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ حضرت صدرالافاضل قدس سرہ کراچی کے دوران قیام میں ہی سخت علیل ہوگئے تھے۔ اپنا قیام مختصر کرکے لاہور واپس تشریف لائے تقریباً ایک ہفتہ دارالسلطنت لاہور حزب الاحناف میں صاحب فراش رہے۔ جب حالت زیادہ خراب ہوگئی، اور کوئی اصلاح کی صورت نظر نہ آئی، تو آپ نے مرادآباد واپسی کا ارادہ فرمایا۔ اتفاق سے ایک اسپیشل ہوائی جہاز دہلی جارہا تھا اس میں نشستیں ریزرو کرائی گئیں۔ جب مرادآباد روانگی کا دن آیا، تو علماء و زعماء کا ایک جم غفیر والٹن ہوائی اڈہ پر رخصت کرنے آیا۔ حضرت قدس سرہ کی حالت کو دیکھ کر تمام لوگ چشم پرنم، اور ہر ایک یہ خیال کرتا تھا کہ اب یہ نورانی صورت ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہم سے رخصت ہو رہی ہے۔

غرضکہ حضرت صدرالافاضل قدس سرہ مرادآباد پہنچنے کے بعد علالت کے باوجود پاکستان کے علماء و زعماء سے کیے گئے "اسلامی دستور" کی تدوین و ترتیب کے وعدے کے ایفاء کا عزم صمیم فرمایا۔ خلفائے اسلام اور ترکی خلافتِ عثمانیہ کے دساتیر و قوانین کی کتابیں جمع فرمائیں، اور پاکستان کے لیے اسلامی دستور کے خاکہ کے لیے ذیل کے چند دفعات رقم فرمائے، جو کہ حضرت صدرالافاضل قدس سرہ کے

دینی و سیاسی اور تنظیمی کاوشوں پر ایک نظر

(از حضرت علامہ سید شاہ محمد عبد الحامد صاحب قادری بدایونی۔ کراچی)

روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ کسی ایک شخص میں تمام خصوصیات یکجا نہیں ہوتیں۔ اگر ایک شخص بہتر عالم ہے، تو عمدہ خطیب نہیں، اگر بولنا اچھا ہے، تو انشا پرداز نہیں۔ پھر اسی طرح علماء میں بہت کم ایسے بزرگ ہیں جو تمام علوم و فنون میں یکساں مہارت رکھتے ہوں۔ اگر کوئی فقہ و حدیث اچھا پڑھاتا ہے، تو ادب و منطق میں رواں نہیں۔

حضرت استاذ العلماء صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ علماء میں ایک ایسے فرد کامل تھے کہ تقریر و تحریر، درس و تدریس، صرف و نحو، تفسیر و حدیث، فقہ و کلام، فلسفہ و منطق، ریاضی و اقلیدس وغیرہ علوم و فنون میں اس درجہ مہارت رکھتے تھے کہ ہر فن کی اوسط و اعلیٰ کتابیں بیسیوں بار پڑھائیں۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ ہر فن کی کتاب کا پہلے نفس مضمون ادا فرماتے، پھر اسکی تشریحات کرتے، اپنی طرف سے اعتراض قائم کر کے جوابات دیتے، کوئی پہلو تشنہ نہ چھوڑتے، نہ کسی اعتراض کی کوئی بات باقی رہ جاتی۔ ذہین و فطین طلباء مطالعہ میں بہت سے اعتراضات و ابحاث نکال کر لاتے، مگر حضرت اپنے علمی تبحر اور ذکاوت سے کسی اعتراض کا موقع ہی باقی نہ رہنے دیتے۔ طلباء پر انکی شفقتِ بزرگانہ اس درجہ تھی کہ ہر ایک طالب علم یہی سمجھتا تھا کہ مجھے زیادہ چاہتے ہیں۔ طلباء کی غلطی، رہائش اور دیگر ضروریات پر نظر رکھتے، طلباء کو محنت، وسادگی اور اخلاقِ نبوی کا خصوصی درس دیا جاتا۔

حضرت مولانا مرحوم حلقۂ درس کے علاوہ اپنے مکان میں جس قدر قیام فرماتے ملاقاتیوں سے ملتے ہر ایک ملاقات میں انکی زبان سے اصلاحِ سخن، درستیِ اخلاق، محبتِ نبوی کا زیادہ سے زیادہ درس ملتا، اور اکابر علماء و اتقیاء، اولیاء اللہ کی مجلس کا رنگ نمایاں رہتا۔

بدایوں، بریلی، مرادآباد کے خانوادوں کا یہ طرز رہا کہ انکے مدارس و خانقاہوں میں

بادہ بدور نرگس و سیراب تر نمود — گل را و جاہ را و صراحی سیاف را
اے مہر جلوہ چو رخِ مہر ما بکن — ورنہ خجل نشیں کہ چہ حاجت گزاف را
افشاند گل ز لعل و ز آں گل بساعتے — بخشید نورِ آئینۂ کوہ قاف را
دل پارہ پارہ کرد خدنگِ نگاہِ یار — ہم تیر او بدوخت لبِ ہر شگاف را
آوردہ ایم کاسۂ سر را بخدمتش — زاں آرزو کہ لشکناں مہ صحاف را

اے دستگیر دستِ نعیمِ حزیں بگیر
آنجا کہ حزن نیست مر اہلِ عفاف را

ہے کون جو شائق ہو مری طرح ستم کا — مشتاق دل و جاں سے ہوں درد کا غم کا
یکتا ہوں یہ غمگیں کہ ہیں جز مرے گھر کے — ڈھونڈو تو پتہ تک نہ ملے رنج و الم کا
اب شوق یہ کہتا ہے وہاں پہلے ہی پہنچے — کاغذ سے کبھی آگے ہو تمام نقشِ قدم کا
اور رشک یہ کہتا ہے کوئی دیکھے نہ منزل — کاغذ پہ نشاں بھی نہ رہے نقشِ رقم کا
وہ اپنا جفا کا سبق ثانی نہیں رکھتے — معلوم نہیں کس سے لیا درس ستم کا
جب سے تو وہ کر لیتے ہیں الفت نہیں کرتے — کچھ پاس نہ وعدے کا انہیں ہے نہ قسم کا
اے کاش کوئی اس بت سے ملتا ز [illegible] — ہے پوچھنے والا بڑا جہاں کوئی دم کا
دیدہ نگاہوں سے مجھے آپ نے دیکھا — ممنون ہوں میں آپ کے اس لطف کرم کا

سنتے ہیں نعیم آتے ہیں وہ بہرِ عیادت
کیا آج ستارہ مری تقدیر کا چمکا

کس کے وعدہ پہ اعتبار رہا — مرتے مرتے بھی انتظار رہا
بزمِ اعدا میں رات جاگے سب — آنکھ میں شام تک خمار رہا
آنکھ وہ کیا جو اشکبار نہیں — دل ہی کیا وہ جو بے قرار نہ رہا
آنکھ وہ دیکھے جو شاد رہی — دل جو دلبر سے ہمکنار رہا

آپ پہلو میں دشمنوں کے رہے	میری آنکھوں میں انتظار رہا
نہ وفا کی جناب نے مجھ سے	نہ مجھے دل پہ اختیار رہا
روتے روتے گزر گئیں راتیں	دلِ بے صبر بے قرار رہا
انتہا ہے سیاہ بختی کی	دل گرفتارِ زلفِ یار رہا

ہائے منعم کی بیکسی افسوس
نزع میں بھی وہ اشکبار رہا

خمسہ بر غزل حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ

اَحْسَنَ اللّٰہُ اِلَیْنَا حُسْنَا	بَارَکَ اللّٰہ تَعَالےٰ فِیْنَا
نَحْنُ فِیْ سِکَّۃِ بَلْدِکَ طُفْنَا	شرفِ کعبہ بود کوے ترا

زَادَھَا اللّٰہُ تَعَالےٰ شَرَفَا

زانکہ بُد از مے عشقش سرمست	دلق اندر بغل و کاسہ بدست
دلق انداختہ و کاسہ شکست	زائرِ کوئے تو از کعبہ گذشت

سرِ کوئے تو کجا کعبہ کجا

کرد فرمانِ خداوند قدیر	خاکِ ما از مئے الفت تخمیر
عشقِ ابروئے تو اے مہرِ منیر	ساخت ہمچوں مہ تو ماشدہ پیر

میل ابروئے تو ام پشت دوتا

عشق را طرفہ مگر بنیاد است	برلبِ دوست ازو فریاد است
کہ تنم ہمچو دلم برباد است	سرِ من غرقہ بخوں افتاد است

تا فتاد ست ز تیغ تو جدا

مے بمیناست مگہ ساقی نیست	رقیہ موجود مگر راقی نیست

نر تو از درد مرا داقی نیست
بے تو با جاں دگرم باقی نیست

جاں اگر رفت ترا بادِ بقا

رود نزدِ اطبّا نزدد
فکرِ دارد و مداوا نکند

منّتِ نازِ طبیباں نکشد
ہر کجا دردِ دوا نیز بود

چو تو بے درد فتادی چہ دوا

لحقَ الضّیرُ باصحابِ ولا
مَا بہٖ الحَظُّ لاھلِ الاھوا

دل لغیمست گرفتارِ بلا
داشت در بیتِ حزن جا طی جا

جَاءَہٗ مِنْکَ بَشِیْرٌ فَنَجَا

منقبت در شان شہزادہ عالیجاہ حضرت امام علی اکبر رضی اللہ عنہ

رِ نگاہِ فاطمہ آسماں جناب
صبرِ دل خدیجہ پاک ارم قباب

نتِ دلِ امام حسین ابن بوتراب
شیرِ خدا کا شیر وہ شیروں میں انتخاب

ورت تھی انتخاب تو قامت تھا لاجواب
گیسو تھے مشکِ ناب تو چہرہ تھا آفتاب

ہرہ سے شاہزادہ کے اٹھا ہی تھا نقاب
مہرِ سپہر ہو گیا خجلت سے آب آب

کل کی شام رخ کی سحر موسمِ شباب
سنبل نثارِ شام فدائے سحر گلاب

ہزادہ جلیل علی اکبرِ جمیل
بستانِ حسن میں گلِ خوش منظرِ شباب

ا تھا اہلِ بیت نے آغوشِ ناز میں
شرمندہ اسکی نازکی سے شیشۂ حباب

لائے کوفہ عالمِ انوار بن گیا
چمکا جو رن میں فاطمہ زہرہ کا ماہتاب

رشید جلوہ گر ہوا پشتِ سمند پر
یا ہاشمی جوان کے رخ سے اٹھا نقاب

دولت نے مرحبا کہا شوکت تھی رجز خواں
جرأت پاک تھامی شجاعت نے لی رکاب

دیکھو اسکے دیکھ کے آنکھیں جھپک گئیں
دل کانپ اٹھے ہو گیا اعدا کو اضطراب

سینوں میں آگ لگ گئی اعدائے دین کے
غیظ و غضب کے شعلوں سے دل ہوگئے کباب

نیزہ جگر شگاف تھا اُس گل کے ہاتھ میں
یا اژدھا تھا موت کا یا اسود العقاب

چمکا کے تیغ مردوں کو نامرد کردیا
اُس سے نظر ملاتا یہ تھی کس کے دل میں تاب

کہتے تھے آج تک نہیں دیکھا کوئی جواں
ایسا شجاع ہوتا جو اس شیر کا جواب

مردانِ کار لرزہ براندام ہوگئے
شیر افگنوں کی حالتیں ہونے لگیں خراب

کوہ پیکروں کو تیغ سے دوپارہ کردیا
کی ضرب خود پر تو اُڑا ڈالا تا رکاب

تلوار تھی کہ صاعقۂ برق بار تھا
یا از برائے رجمِ شیاطین تھا شہاب

چہرہ میں آفتابِ نبوّت کا نور تھا
آنکھوں میں شانِ صولتِ سرکارِ بوتراب

پیاسا رکھا جنھوں نے انھیں سیر کردیا
اس جود پہ ہے آج تری تیغِ زہرآب

میداں میں اُسکے حسن و ہنر دیکھکر نعیم
حیرت سے بدحواس تھے تیغ و سناب

ترکِ عصیاں کن انتظار چہ شود
توبہ کن توبہ انتظار چہ شود

ہوش کن ہوش فکرِ عقبیٰ کن
مستیِ بادہ خمار چہ شود

راہ در دل بجوئی سوئے حبیب
سجدۂ خاکِ رہگزار چہ شود

روحِ اعمالِ بندہ اخلاص است
زاہدا صومِ افتخار چہ شود

چوں نماندست التفات بغیر
پس نظر سوئے گلعذار چہ شود

ترک کن این و آن و باز من
قصد مقصد کن از غبار چہ شود

گوشہ گیر چوں نعیم الدین
صوفیا گردشِ دیار چہ شود

اے دل از انتظار چہ شود
در غمِ ہجر بے قرار چہ شود

گر نباشد مکانِ دوست بدل
نالہ و آہ و چشمِ زار چہ شود

نہیں پاتی نہیں کچھ بھی ہے نہ کاست | نہ دل را قرارے نہ غم را دواست
ہر اک طرح سے کوئی تدبیر راست | مرا طاقتِ دیدنِ او کجاست
کہ تجویز شود ہر کہ نامش برد

بہت فکر کی ہم نے شام و پگاہ | بہت رو کے راتوں بہت کھینچی آہ
نہ پائی تو بس سے یہ صبح گاہ | بود خیرہ دیدہ ای خاکِ راہ
کہ مردم بصد اہتمامش برد

بہت غمزدوں میں تھا دلِ چارہ جو | یہ کرتا تھا خود آپ سے گفتگو
میں دیکھوں آنکھیں اور وہ پاس دو | چہ نیکوست بودن گرفتارِ او
خوش آں دل کہ راہے بدامش برد

وہ سیمائے انور وہ نورِ اتم | وہ رخ کی تجلی وہ حسنِ تمام
خجل مہر ہو ایسی روشن ہو شام | چو آں میکند جلوہ از طرفِ بام
فلک رشک از طرفِ بامش برد

مجھے دیکھ کر ایسا وحشت زدہ | نسیمِ سحر کو بھی رحم آ گیا
براو عنایت بشانِ سخا | مرا تشنگی سرو ہی چوں صبا
ہوا سے قدِ خوش خرامش برد

نعیم سے یہ کار بھی بس ہے بلد | کہ از لطف کی آن کے گر ہو مدد
تو جا صاف ہو بہ رشکِ نعیمِ ابد | بمیخانہ جامی بخود چوں رود
مگر ہمتِ شیخ جامش برد

کبھی از آمد سے دل میں قرارِ دل ہو کر | کبھی ہو آتشِ غم سرد مشتعل ہو کر
پھر ایسا جلوہ دکھا حسنِ بے مثالی کا | ہرے ہوں زخمِ دلِ زار مندمل ہو کر
مٹا دے مجھ کو کہ جلوہ نما ہو ہستیِ حق | مرے وجود کا پندار مضمحل ہو کر

عروجِ عالمِ روحانیت کہاں وہ کہاں | جو پھنس گیا ہو عناصر میں پابگل ہو کر
یہ عشقِ مادّیت راہزن ہے مہلک ہے | پہنچ سکیگا نہ منزل پہ جانگسل ہو کر
عجب مقام ہے تدبیر ہائے عالم سے | خللِ فراغ میں آئے نہ مشتغل ہو کر

نعیم مست خدا جانے کہہ گیا کیا کیا
خرد سے دور حماقت میں مشتمل ہو کر

گفت دانا و عارفِ اسرار | لَیْسَ فِی الدَّارِ غَیْرُہٗ دَیَّار
سرِ منصور بر سرِ دار ہے | ق | سر ما زیر پائے توسنِ یار
ایں قدر فرق لازمی آید | درمیانِ اراذل و سردار
پئے ما جُرعہ بود کافی | بہر اُو اندکے عیون و بحار
ما نداریم ظرف یک قطرہ | او نیارد محیط را بشمار

دلِ ما تنگ و تیرہ ہست نعیم
دلِ اُو ہست مشرقِ انوار

خمسہ

چھپ کے پردہ میں آنکھ کے وہ حسیں | دل کے پردہ میں ہو گیا ہے مکیں
لاکھ پردہ ہے اور پردہ نہیں | جلوہ گر گشت یار پردہ نشیں

غمزہ زن گشت حسن در بازار

منعمِ خستہ و جگر افگار | از پئے زخمہائے قلب نگار
مرہمے می بجست از بازار | کیں صدا آمد از در و دیوار

لَیْسَ فِی الدَّارِ غَیْرُہٗ دَیَّار

دلِ افگار کا خدا حافظ | تنِ بیمار کا خدا حافظ
گریۂ غم رفیق ہر دم ہے | چشمِ خونبار کا خدا حافظ

بے زری بیکسی ہیں ہمدم حریم | ایسے ناچار کا خدا حافظ
دشمنوں کے بُرے ارادے ہیں | مسلم زار کا خدا حافظ
آندھیاں چل رہی ہیں آفت کی | گُلِ بے خار کا خدا حافظ
آہ کرتی ہے آہ کش کو بلبل | دلِ بیمار کا خدا حافظ
چلدیئے باغ سے چمن پیرا | گل و گلزار کا خدا حافظ
کیا ظالم نے آشیاں ویراں | بلبلِ زار کا خدا حافظ
جسکو لینا ہے عشق کا سودا | اُس خریدار کا خدا حافظ

بندہ تنہا مصیبتیں بے حد
نعیم زار کا خدا حافظ

ہم اٹھا بیٹھے ہیں اُس شوخ کے دیدار پہ حلف | جان دینے کیلئے ابروئے خمدار پہ حلف
وعدۂ وصل کیا اور قسم بھی کھالی | یہ جو کچھ سمجھے تو اِنکار اور انکار پہ حلف
رات بوسے تو دیتے تھے مگر دیتے تھے | لبِ سوفار پہ تیر قسمی کرتے خنجر تیز بار پہ حلف
آپ کی آنکھوں نے بیمار بنایا ہمکو | ہو اگر شکوہ تو اٹھوا دیں بیمار پہ حلف
اس میں کیا بس ہے سرا کسلئے دیتے ہو مجھے | گرمِ نالہ پہ قسم آہِ شرربار پہ حلف
وعدہ کیا شے ہے وہ خوبی سے اٹھا دیتے ہیں | ایک ہی جنبشِ ابروئے ستمگار پہ حلف

اے نعیم آج جو مشہور روفا دشمن ہیں
رکھتے ہیں عہدِ وفا کا وہ وفادار پہ حلف

خمسہ بر غزل حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ

مَرِیْضُ الْحُبِّ یَا مَوْلَایَ یَهْوَاكْ | اَلَا لَیْسَ بِهٖ شَیْءٌ غَیْرَ لُقْیَاكْ
کرم کن بر غریباں طالب مشتاق | زہجراں بر لب آمد جانِ غمناک
اَلَا یَا لَیْتَ شِعْرِیْ اَیْنَ اَلْقَاكْ

رہے غیر از رہِ عشقت نہ پویم	حدیثے جز ثنائے تو نہ گویم
زلوحِ قلب نقشِ غیر شویم	بہرِ جمعیتے وصلِ تو جویم

لعل اللہ یجمعنی و ایاک

بدیدارِ تو باشد کے برابر	نظر کردن بخلدِ پاک منظر
نہ بردارم زخاکِ پائے تو سر را	نعیمِ خلد اگر گردد میسر

لعمری لا یطیب العیش لولاک

زخود رفتم کہ یابم از تو ہستی	چو سایہ ہمرہت باشم دوامی
مرا حاضر حضورِ خویش یابی	عنانِ عزم ہر سوئے کہ تابی

سوی القلب المتیم لیس ماواک

فغان و آہ شیون ہا شنیدی	بچشمِ لطف سوئے من ندیدی
چرا اے جانِ من از من رمیدی	شدم خاکِ رہ دامن کشیدی

و من جوں شاخِ گل خاشاک خاشاک

اگر بر گردنِ عاشق نہی تیغ	فدائے تیغ گردم اے سیدی تیغ
برائے جانِ منعم نی بری تیغ	بقصدِ قتلِ جامی می بری تیغ

کرم ہائے کنی اللہ ابقاک

کیجیے کس سے بیانِ دردِ دل	کس سے کہیے داستانِ دردِ دل
غیر کی منت اٹھانا کیا ضرور	حال کہہ دے گی زبانِ دردِ دل
سوزشِ غم کا بیاں ہے آہِ گرم	چشمِ تر ہے قصہ خوانِ دردِ دل
عاشقِ شوریدہ سے کیا پوچھنا	زرد رخ ہے ترجمانِ دردِ دل
دیکھ کر اُن کو شگفتہ ہو گیا	کیا دکھاتا تھا نشانِ دردِ دل
تابشِ رخ سے سحر کر دیجیے	ہے شبِ تیرہ جہانِ دردِ دل

زخمہائے دل کے غنچے کھل گئے
رنگ پر ہے بوستانِ دردِ دل

درد سچا ہے تو ہوگی چشمِ لطف
ہے یہی بس امتحانِ دردِ دل

اے صبا جا کر مدینہ میں سُنا
حالِ زارِ نعیم جانِ دردِ دل

لطف ہو منعم سے فرمائیں حضور
ہے مزے کی داستانِ دردِ دل

جہاں زیرِ نگینِ شاہِ عالم
درخشاں مہرِ دینِ شاہِ عالم

فزوں در مرتبہ از عرشِ اعلیٰ
زہے قدرِ زمینِ شاہِ عالم

امامِ قدسیانِ سدرہ منزل
یکے از خادمینِ شاہِ عالم

جمیلِ آسمانی خانہ زادے
زانوارِ جبینِ شاہِ عالم

نعیم الدین عاصی ہیچ کارہ
غلامِ کمترینِ شاہِ عالم

تضمین بر غزل بیدم

ربِّ احمد کی قسم احمدِ ذیشاں کی قسم
اپنے آقا کی قسم شاہِ رسولاں کی قسم

دردِ دل کی قسم اپنے دلِ پنہاں کی قسم
مٹ گئے عشق میں خاکِ درِ جاناں کی قسم

پھر بھی بے چین ہے دل جنبشِ داماں کی قسم

ملتی ہے تیری غلامی سے نجاتِ ابدی
تجھ میں گم ہونے کو کہتے ہیں ثباتِ ابدی

تجھ پہ مٹ جاؤں تو حاصل ہو صفاتِ ابدی
تجھ پہ مرنے کو سمجھتا ہوں حیاتِ ابدی

آرزوؤں کی قسم حسرت و ارماں کی قسم

دیکھنے والوں کے پھر ہوش اڑا دے جلوہ
آج ہر ذرہ کو خورشید بنا دے جلوہ

حسرتیں اس دلِ شیدا کی مٹا دے جلوہ
حشر ہے آج تو بے پردہ دکھا دے جلوہ

تجھ کو محبوب مرے چاکِ گریباں کی قسم

دل وحشی ہے ترے ہجر میں ہر دم مغموم | درِ اقدس پہ پہنچتا یہ کہاں تھے مقسوم
آگے تقدیر میں کیا ہے یہ نہیں کچھ معلوم | تیرہ بختی نے رکھا وصل سے ابتک محروم

شبِ ہجراں کی قسم شامِ غریباں کی قسم

خسروِ حسن ترے حسن کی یکتا ہے بہار | دل تو کیا چیز تری زلف پہ کونین نثار
یہ تو منعم نہ کسی طرح کہے گا زنہار | دل الجھتا ہے خدا کیلیے زلفوں کو سنوار

اپنے بیدم کے تجھے حالِ پریشاں کی قسم

خمسہ بر غزل حضرت مولانا جامی رحمتہ اللہ علیہ

نہ روزے کہ مغموم و محزوں نہ گریم | نہ شامے کہ من ہمچوں مجنوں نہ گریم
نہ وقتے کہ از سیل افزوں نہ گریم | دمے نگزرد کز غمت خوں نہ گریم

زوصلت جدا ماندہ ام چوں نہ گریم

بسلطانِ خوباں مرا ہست رازے | بدرگاہِ سرکار دارم نیازے
باہلِ جہاں کے کند قلب سازے | نہ بینم بطرفِ چمن سروِ نازے

کہ از شوق آں قدِ موزوں نہ گریم

بکارم کجا آید ایں تاک زادہ | خمارم ز عشق ست ہر دم زیادہ
مرا ساقیم ذوق پاکیزہ دادہ | نیارم گہے سوئے لب جام بادہ

کہ بریادِ آں لعل میگوں نہ گریم

مرا یادِ محبوب ہر لحظہ باید | گہے التفاتے سوئے کس نشاید
دلم جانبِ مہوشاں کے گراید | زلیلیٰ مرا ہیچ گہہ یاد ناید

کہ بر محنت و دردِ مجنوں نہ گریم

حقیقت شناسے کہ وصفت شنیدہ | تعلق ز خوبانِ عالم بریدہ

ہر آں را کہ ذوقِ غمِ او چشیدہ | نہ خونِ جگر ماند و نے آب دیدہ

نہ از بے غمی داں کہ اکنوں نہ گریم

نعیما بسے ہست ہشیار جامی | کہ دارد نیازے بسرکار جامی
زعشقِ نبی گنجِ اسرار جامی | نہ بینم گہے گریہ بازار جامی

کہ از دیدہ و دل بردخوں نہ گریم

منقبت بجناب امام عالیمقام حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عابدِ کبریا امامِ حسین | زاہدِ بے ریا امامِ حسین
گلِ گلزارِ سیدِ عالم | مہ جبیں خوش لقا امامِ حسین
حضرتِ فاطمہ کے نورِ نظر | دینِ حق کی ضیا امامِ حسین
قرۃ العین حضرتِ حیدر | سیدِ اولیا امامِ حسین
سبطِ اکبر کے راحتِ دل و جاں | قوتِ مجتبیٰ امامِ حسین
دین کے پیشوا امامِ حسین | رہنما مقتدا امامِ حسین
جملہ اصحاب کے قرارِ دل | وارثِ انبیا امامِ حسین
جاں نثارانِ دین کے سرخیل | ہادی و پیشوا امامِ حسین
وہ شہادت کو ناز ہو جن پر | اہلِ صبر و رضا امامِ حسین
صاحب عدل و داد و حلم و کرم | تاجِ اہلِ سخا امامِ حسین
حامیِ دین ناصرِ ملت | دینِ حق پر فدا امامِ حسین
کربلا کی زمیں پہ خوں سے لکھا | تم نے نامِ وفا امامِ حسین
تم نے دکھلا دیا زمانے کو | نقشِ صدق و صفا امامِ حسین
دھوم عالم میں ہے شجاعت کی | کام ایسا کیا امامِ حسین

کیسے کیسے ستم ہوئے تم پر | عاشقِ کبریا امامِ حسین
راہِ حق میں کٹایا سب کنبہ | مرحبا مرحبا امامِ حسین
تین دن تک پیاس میں تڑپایا | تیرا سب قافلہ امامِ حسین
نونہال اپنے تم نے نذر کیے | فخرِ صبر و رضا امامِ حسین
فوجِ ظالم کی رو سیاہ ہو لی | کر گئے ظلم و جفا امامِ حسین
تیری صولت سے تیرے اعدا میں | تہلکہ پڑ گیا امامِ حسین
تیری تلوار کا جہاں میں ہے | آج تک غلغلہ امامِ حسین
کاٹے سر وار میں پرے کے پرے | رو دیئے اشقیا امامِ حسین
جلوہ افروز کربلا میں ہوئے | سیدِ انبیاء امامِ حسین
آپ کو دائمی حیات ملی | اے امامِ ہدیٰ امامِ حسین
سب جہاں میں تمہارا شہرہ ہوا | فاتحِ کربلا امامِ حسین
ساری خلقت میں ہو گئے رسوا | تیرے اعدا شہا امامِ حسین
سارے عالم کے مومنوں کیلئے | رب سے کیجئے دعا امامِ حسین
آپ سے رکھتے ہیں امیدِ کرم | رنج کے مبتلا امامِ حسین

اس نعیمِ گنہگار پہ لطف
اے شہِ اصفیاء امامِ حسین

قتیلِ خنجرِ بیداد دل میں | فدائے ناوکِ صیاد ہوں میں
مجھی سے ہے جہاں میں نامِ الفت | حدیثِ عشق کی اسناد ہوں میں
مصائب کے پہاڑوں کا نہیں خوف | کہ اپنے وقت کا فرہاد ہوں میں
نکالے جس نے اس بت کو [illegible] | ترا ایسے کو دشمن [illegible] ہوں میں
تم ایسے بے وفا ہو کہ تم ہو جاؤ آباد | [illegible] برباد ہوں میں

یہ پایا آپ کی الفت کا ثمرہ ۔۔۔ لگا یا جب سے دل ناشاد ہوں میں
چمن میں کس طرح میرا گزر ہو ۔۔۔ اسیرِ پنجۂ صیاد ہوں میں
کیا ایسا غموں نے مجھکو رنجور ۔۔۔ کہ محوِ نالہ و فریاد ہوں میں
اسیرِ عشق ہوں آزاد ہوں میں ۔۔۔ غموں میں مبتلا ہوں شاد ہوں میں
یہ فیاضی کرم کر کر کے ہر بار ۔۔۔ مجھی کو بھولتے ہیں یاد ہوں میں
مٹا دی اُس نے میری سر گرانی ۔۔۔ رہینِ منتِ جلاد ہوں میں
گل و نسریں پہ دل مائل نہیں ہے ۔۔۔ فدائے قامتِ شمشاد ہوں میں

نعیمِ بے خطا پر یہ جفائیں
غنیمت ہے کہ اُنکو یاد ہوں میں

نالہ کرتے ہیں آہ کرتے ہیں ۔۔۔ یہ بھی کوئی گناہ کرتے ہیں
پاؤں زخمی ہوئے تو ہونے دو ۔۔۔ سر کو ہم وقفِ راہ کرتے ہیں
آپ کے ہجر میں اسیرِ الم ۔۔۔ گریہ اے بادشاہ کرتے ہیں
دُور دُوری کا دُور ہو جائے ۔۔۔ یہ دعا صبح گاہ کرتے ہیں
دل لگانا کسی سے لاحاصل ۔۔۔ وہ کسی سے نباہ کرتے ہیں
گرچہ عاصی ہیں تیری رحمت کی ۔۔۔ ہم اُمید اے اللہ کرتے ہیں
ناامیدی ہے کام کافر کا ۔۔۔ یاس وہ روسیاہ کرتے ہیں
آپ کے غم میں جان دی ہم نے ۔۔۔ آپ کو ہم گواہ کرتے ہیں
اُن کے حسنِ جمیل کی توصیف ۔۔۔ انجم و مہر و ماہ کرتے ہیں
حال اُن سے کیا کہے کوئی ۔۔۔ حسن کے وہ واہ واہ کرتے ہیں
حسنِ ناپائیدار پر یہ غرور ۔۔۔ بُت ستم بے پناہ کرتے ہیں
عشق کرتے ہیں جو بری رُو سے ۔۔۔ نامہ اپنا سیاہ کرتے ہیں

حُسنِ فانی بھی حسن ہے کوئی | عمر کو کیوں تباہ کرتے ہیں
حُسنِ باطل پہ ناز اور غمزہ | کیوں یہ نامہ سیاہ کرتے ہیں

آنکھ رکھتے ہیں جو نعیم الدیں
دل سے عشقِ الٰہ کرتے ہیں

قصہ اُن کے ستم کا کہتے ہیں | اشکِ خوں آنکھ سے جو بہتے ہیں
ہم ہی ہیں وہ جو آپ کے طعنے | سنتے رہتے ہیں اور سہتے ہیں
آپ کا حسن بے زوال نہیں | مہر و مہ بھی کبھی تو گہنے ہیں
پردہ در پردہ پردہ در پردہ | آپ آنکھوں میں میری رہتے ہیں

اس کا انکار تو غلط ہوگا
دلِ منعم میں آپ رہتے ہیں

تختۂ مشقِ جفائے کج ادا میں ہی تو ہوں
گردِ رہوارِ عتابِ دلربا میں ہی تو ہوں

خاک ہو کر میں نے اُن کا رتبہ بالا کر دیا
مس کو جو کر دے طلا وہ کیمیا میں ہی تو ہوں

بانیٔ ظلم و ستم، جور و جفا تم ہی تو ہو
نازبردارِ ستم عینِ وفا میں ہی تو ہوں

سختیوں کے واسطے پیدا ہوا میں ہی تو ہوں
قیس اور فرہاد سب کا پیشوا میں ہی تو ہوں

کشتۂ تیغِ ستم، رنجورِ نازِ فتنہ زا
منعمِ افگار مشکورِ جفا میں ہی تو ہوں

قطعہ

شکستہ حال و شکستہ دل و شکستہ امید
زبانِ شکستہ ہوں باتیں شکستہ کہتا ہوں
شکستہ خط میں شکستہ قلم سے حالِ شکست
شکستہ دل کا شکستہ ورق پہ لکھتا ہوں

اے زائرِ کوئے نبی اتنا تو کر اے مہرباں
اہلِ مدینہ کو سنا حالِ نعیمِ خستہ جاں

مایوسیوں کی کثرتیں ناکامیوں پر حسرتیں
تنہائیوں کی وحشتیں اندوہ غم کی داستاں

بیتابیوں کا سلسلہ بیچینیوں کا مشغلہ
ناصبریوں کا غلغلہ اور شدتِ دردِ نہاں

سر میں ہے سودائے جنوں وحشت سے حالت ہے زبوں
دل سے ہوا رخصت سکوں آنکھوں سے اشکِ خوں رواں

شدت پہ ہے دورانِ سر زوروں پہ ہے دردِ جگر
خوں رو رہی ہے چشمِ تر ٹکڑے ہوا ہے دل کتاں

جلتے رہے تاب و تواں اعضا میں قوت ہے کہاں
غم نے کیا ہے نیم جاں دردِ جدائی الاماں

یہ شورشِ طوفانِ غم یہ سوزشِ رنج و الم!
ہجراں کے یہ جور و ستم اور یہ ضعیف و ناتواں

دن حسرتوں میں کاٹنا راتوں کو رونا جاگنا

ہر وقت غم کا سامنا ہر لحظہ آنکھیں خونفشاں
اعدا کے نرغے ہیں خدا اپنے ہوئے ہیں بے وفا
ہر سمت سے آئی بلا آفت کا ٹوٹا آسماں
جور و ستم کی بارشیں اور دشمنوں کی سازشیں
بیکار ہیں سب نالشیں مظلوم کا خوں ہے رائیگاں
ہم کیا کہیں حال تباہ ہم سے ہوئے بیحد گناہ
بیشک ہیں ہم نامہ سیاہ نادم ہیں اب ہم بیگماں
رَبِّیْ ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا تُبْنَا اِلَیْکَ رَبَّنَا
فَاغْفِرْ لَنَا مَا قَدْ مَضٰی بخش اے رحیم بیکساں
یَا اَهْلَ طَیْبَۃ اُنْظُرُوْا اَحْوَالَنَا ثُمَّ اذْهَبُوْا
عِنْدَ الشَّفِیْعِ وَاشْفَعُوْا فِیْ حَضْرَتِهٖ بِالْحَنَانِ
قُوْلُوْا لَهٗ خَیْرَ الْوَرٰی اِرْحَمْ عَلٰی مَنْ قَدْ عَصٰی
جَاءَ اِلَیْکَ تَائِبًا کن درگزر از جرم آں
اے خاتم پیغمبراں اے سرورِ ہر دو جہاں!
اے مالکِ کون و مکاں رحمے بحالِ عاصیاں
اے رحمتِ عالم مدد اے سیّدِ اکرم مدد
اے دافعِ ہر غم مدد امداد اے شاہِ جہاں
فریاد اے سلطانِ دیں اے رحمۃ للعالمیں
تم ہو شفیع المذنبیں اس در سے ہم جائیں کہاں
فریاد اے محبوبِ رب فریاد اے شاہِ عرب
ہم تم سے کرتے ہیں طلب دل کی مرادیں بے نشاں

دل کی مرادیں دیجیے، مسرور ہمکو کیجیے
اب تو خبر لے لیجیے، غم ہو چکے ہیں بیکراں

ہمکو ملاصی ہو عطا، ہو دُور سب رنج و بلا
آفت کی گھٹ جائے گھٹا، چمکیں نہ غم کی بجلیاں

اب کیجیے ایسا کرم، ہو دین کا اُونچا علَم
کفار کی گردن ہو خم، ان کا مٹے نام و نشاں

اسلام کی لیجے خبر، اور کفر کو پہنچے ضرر
کفار ہوں زیر و زبر سب بھول جائیں مستیاں

مُسلم کو پھر شوکت ملے، اسلام کو قوت ملے
بدخواہ کو ذلت ملے اے دینِ حق کے پاسباں

ذوقِ عبادت ہمکو دو، شوقِ ریاضت ہمکو دو
سنّت کی رغبت ہمکو دو، ہم سے ادا ہوں نیکیاں

مُسلم ہوں باہم متحد، بھائی کا بھائی ہو ممد
مِٹ جائے سب آپس کی ضد، رشک و حسد سے ہو اماں

طیبہ میں اپنے لطف سے اذنِ اقامت دیجیے
فرقت سے دل بیتاب ہے کبتک رہوں ہندوستاں

راہِ مدینہ دُور ہے، بندہ بہت رنجور ہے
اور حاضری منظور ہے، امداد سلطانِ جہاں

یَا رَبَّنَا صَلِّ عَلٰی مَحْبُوْبِكَ مَحْبُوْبِنَا
اَزْکٰی صَلٰوۃٍ دَائِمًا اَنْمٰی صَلٰوۃٍ کُلَّ آں

یَارَبَّنَا سَلِّمْ عَلٰی رُوْحِ النَّبِیِّ الْمُصْطَفٰی
وَالْاٰلِ وَالصَّحْبِ اِلٰی مَادَارَ دَوْرَانُ الزَّمَاں

اُجڑے ہوئے دیار کو عرشِ بریں بنائیں تو
اُن پہ فدا ہے دل مرا ناز سے دل میں آئیں تو

چہرۂ پاک سے نقاب آپ ذرا اُٹھائیں تو
حسنِ خدا نما کی شان، شانِ خدا دکھائیں تو

کشتۂ عشق سیدا آپ کے نام پہ مر سے
جلوہ اُنھیں دکھایئے آپ اگر جلائیں تو

درد و الم کے مبتلا جن کی کہیں نہ ہو دوا
دیکھیں وہ شانِ کبریا آپ کے در پہ آئیں تو

کرتے ہیں کس پہ کچھ ستم، کیوں ہو کسی کو رنج و غم
مولدِ مصطفٰے کی ہم عید اگر منائیں تو

بد ہیں اگرچہ ہم حضور آپ کے ہیں مگر ضرور
کس کو سنائیں حالِ دل تم کو نہیں سنائیں تو

آپ کے در پہ گر نہ آئیں کون سا در ہے جس پہ جائیں
سامنے کس کے سر جھکائیں آپ ہمیں بتائیں تو

حال مرا تباہ ہے نامہ مرا سیاہ ہے
ہیچ مرا گناہ ہے آپ اگر بچائیں تو

دل کی مراد اُن کی دید، دید ہے آنکھ دل کی عید
عید نہیں ہے کچھ بعید لطف سے گر بلائیں تو

صدمۂ فراق و ہجر کے کس سے یہ غمزدہ کہے
تم ہی اگر کرم کرو درد نہاں سنائیں تو

رفع ہیں فتح کے اثر بیش ہیں کم ہر کے ضرر

زیر کو کیجیے زبر نصب عدو اٹھائیں تو

کرنے کو جان و دل فدا روضۂ پاک پر شہا

پہنچے نعیمِ بے نوا آپ اگر بلائیں تو

ترجیع بند

کھول دو سینہ مرا فاتحِ باب آکر
کعبۂ دل سے صنم کھینچ کے کر دو باہر

پردے غفلت کے نگاہوں سے ہٹا دو یکسر
مجھ سیہ کار پہ فرما دو عنایت کی نظر

نورِ ایماں سے مرا سینہ منور کر دو
دل میں عشقِ رخِ پُرنور کا جذبہ بھر دو

دلِ تاریک کرم ہو تو مجلّٰی ہو جائے
تیرہ آئینہ توجہ سے مصفّا ہو جائے

سینہ انوار گہِ جلوۂ مولیٰ ہو جائے
دل میں تم آؤ تو دل عرشِ معلّٰی ہو جائے

نورِ ایماں سے مرا سینہ منور کر دو
دل میں عشقِ رخِ پُرنور کا جذبہ بھر دو

دل میں حرص و ہوس و خواہشِ دنیا نہ رہے
آپ کا عشق رہے غیر کا خطرہ نہ رہے

آپ کی یاد ہو سر میں کوئی سودا نہ رہے
دل مدینہ رہے اور دیر و کلیسا نہ رہے

نورِ ایماں سے مرا سینہ منور کر دو
دل میں عشقِ رخِ پُرنور کا جذبہ بھر دو

جلوہ فرمایئے قالب میں مری جاں ہو کر
سلطنت کیجیے اس جسم میں سلطاں ہو کر

آپ میں ہو کے فنا آپ پہ قرباں ہو کر
قدسیوں کو بھی تو دکھلا دو دل میں حیراں ہو کر

نورِ ایماں سے مرا سینہ منور کر دو
دل میں عشقِ رخِ پُرنور کا جذبہ بھر دو

بندۂ درگہِ عالی ہے نعیمِ بیکس
شامتِ نفس سے ہے آہ گرفتارِ ہوس

کیجئے اسکو رہا توڑیے سب بند قفس	وردِ لب تا دمِ آخر رہے نامِ اقدس

نورِ ایماں سے مرا سینہ منور کردو
دل میں عشقِ رخِ پُرنور کا جذبہ بھردو

تمنّائی مطلع

سبزہ ہو فصلِ گل ہو لبِ جوئے یار ہو	وہ مہر مہر سے شب مہ ہمکنار ہو
میں ہوں وہ گل ہو غیر کا نام و نشاں نہ ہو	پھر دیکھیے بہار کی کیسی بہار ہو

تعلّیاں

داغِ جگر کا حال اگر آشکار ہو	مہرِ منیر مہ کی طرح داغدار ہو
ہوگی کبھی حسینوں میں لیلیٰ بھی کوئی چیز	گر آج ہو کنیزوں میں تیری شمار ہو
غیروں پہ لطف کرتے ہو ایسا بھی کوئی ہے	دل جسکا میری طرح سے داغدار ہو

حیرت

وعدہ پہ بھی نہ جسکے ذرا اعتبار ہو	حیرت یہ ہے کہ اسکا ہمیں اعتبار ہو
بے مہریوں کی بار کا ہم کیا گلہ کریں	دل ہی پہ اپنے جب نہ ہمیں اختیار ہو

مجاز سے انحراف

اے آنکھ اپنے حال پہ اب اشکبار ہو	اے سر خدا کی راہ میں اب تو نثار ہو
اے دل نکل تو سینہ سے یا حرص کو نکال	بن عرشِ حق کہ جلوۂ حق آشکار ہو
اے نفس تابکے تری سرتابیوں کا ذکر	بندہ بن اب خدا کا اطاعت شعار ہو

ایماں پہ خاتمہ ہو تو نعم ملے رہو
حاصل رضائے حضرت پروردگار ہو

تڑپنے سے دل کو نہ فرصت کبھی ہو	نہ جاں کو کبھی رنج سے مخلصی ہو
غم و درد ہو رنج ہو بے کلی ہو	مرا حال ابتر ہو افسردگی ہو

مسیحا مرے درد کے چارہ گر ہو | معالج فلاطون و بقراط اگر ہو
ترقی مرے درد کو دم بدم ہو | سرِ مُو بھی تکلیف کوئی نہ کم ہو
نیا درد ہو دل میں تازہ الم ہو | لبوں پر ہو فریاد اور چشم نم ہو

مگر بے قراری فزوں ہوتی جائے
مری آنکھ بھی اشکِ خوں روتی جائے

شفیع روزِ محشر اے شہنشاہِ زماں تم ہو
مقیم عرشِ اعلیٰ ہو مکینِ لامکاں تم ہو

ترے رتبہ سے بالا مرتبہ کس کا ہے دنیا میں
رفیقِ بیکساں تم ہو، انیس بیکساں تم ہو

کلیجہ کیوں نہ ڈھنڈا ہو تمہارا نام لینے سے
محمد مصطفےٰ تم ہو، حبیبِ دو جہاں تم ہو

یہاں پر میں تڑپتا ہوں تمہارے دردِ فرقت میں
مجھے قسمت پہ اُن کی رشک ہے مولیٰ جہاں تم ہو

جو تم سے پھر گیا مولےٰ ٹھکانا ہے کہاں اُس کا
خدا بھی مہرباں اُس پر کہ جس پر مہرباں تم ہو

چلے گا قافلہ اُمت کا جب میدانِ محشر کو
نہیں خطرہ ہمیں جبکہ امیرِ کارواں تم ہو

حسابِ زندگی درپیش ہو گا جب قیامت میں
مجھے دامن میں ڈھک لینا پناہِ بیکساں تم ہو

تمہارے نام کا سکہ ہے جاری ساری دنیا میں
سلیماںؔ کس طرح کہہ دوں کہ شاہِ دو جہاں تم ہو

ترے در سے کہاں جائے نعیمِ زار اے مولیٰ
طبیبِ دردِ دل تم ہو علاجِ دردِ جاں تم ہو

شبِ غم بھی آخر بسر ہو گئی — تڑپتے تڑپتے سحر ہو گئی
مرے دردِ دل کی خبر ہو گئی — جو چشمِ کرامت اِدھر ہو گئی
مدینہ کا دیدار مشکل نہیں — نگاہِ عنایت اگر ہو گئی
دیارِ نبی میں گزر ہو گئی — یہ تقدیر کس اوج پر ہو گئی
لیے قلبِ مضطر مدینہ میں پہنچا — تسلّی زمیں چوم کر ہو گئی
نگاہیں فدا روضۂ پاک پر — جبینِ عاشق سنگِ در ہو گئی
مواجہ میں عرضِ صلوٰۃ و سلام — مری آبرو اس قدر ہو گئی
میسر ہوا بوسۂ سنگِ در — یہ عزت تری نامہ بر ہو گئی
غموں میں مرے اک اضافہ ہوا — دوا درد کی دردِ سر ہو گئی
غمِ عشق تھا دل کے اندر نہاں — مری پردہ در چشمِ تر ہو گئی

نعیمِ خطا کار پر تھا کرم
شفاعت نبی کی سپر ہو گئی

وہ کہنے لگے شب بسر ہو گئی — اٹھو بھی کہ اب تو سحر ہو گئی
وہ آنکھوں میں آئے وہ دل میں بسے — رقیبوں کو کیسے خبر ہو گئی
اثر اس سے متاثر ہوئے غیر کے — مری آہ بھی بے اثر ہو گئی
نصیحت یہ کرتے ہیں موئے سفید — کہ ہشیار ہو اب سحر ہو گئی
خودی سے گزر چل خدا کی طرف — کہ عمرِ گرامی بسر ہو گئی
محبت کو اپنی مروت کو ان کی — خدا جانے کس کی نظر ہو گئی
رہا جب کہ دم تک ترا انتظار — تری شکل تیری کمر ہو گئی

بسا ہے وہ مجھ میں جب ڈھونڈوں کہاں | تلاش اُسکی دشوار تر ہو گئی
غم و خونِ دل کھاتے پیتے رہے | غریبوں کی اچھی گزر ہو گئی

نعیمِ سیہ کار مغفور ہو گا
جو شاہِ جہاں کی نظر ہو گئی

اندر دلم ہوائے تو یا سید الوریٰ | کونین اندر ہائے تو یا سید الوریٰ
ایمان و دل ولائے تو یا سید الوریٰ | قربِ اتم لقائے تو یا سید الوریٰ
اندر دلم ہوائے تو یا سید الوریٰ | عرشِ دلم سرائے تو یا سید الوریٰ
کافی ست بہرِ چارہ پریشان جاں بلب | یک حرف از دعائے تو یا سید الوریٰ
سلطانِ جہان شراکِ نعالِ پاک | محبوبیت روائے تو یا سید الوریٰ
رُوحِی فِدَاکَ اِنَّ یُسَارِعُ مَوْلَاکَ فِی ھَوَاکَ | مطلوبِ حق رضائے تو یا سید الوریٰ

یا رب نعیم خستہ نعیمِ سیاہ کار
میرد چو مبتلائے تو یا سید الوریٰ

گل از نزاکتِ لبہائے دلربا حاکی | قمر ز طلعتِ رخسارِ پُر ضیا حاکی
نجوم واصفِ لمعانِ نورِ دندانت | خور از جبینِ پُر انوارِ مصطفےٰ حاکی
سپہرِ رفعتِ قدرِ ترا ثنا گوئے | صنوبر از قدِ دلجوئے خوش ادا حاکی
ز پردہ داریِ زلفِ تو شبِ شبینہ خواں | سحر ز تابشِ رخسارِ با صفا حاکی
ز حسنِ حلقۂ زلفت وظیفہ خواں سنبل | بذکرِ چشمِ تو نرگس بصد حیا حاکی
بمدحِ جودِ تو ابرِ محیط رطب اللساں | ز فیضِ عامِ تو در بحر و بر صبا حاکی

نعیم تفتہ جگر خستہ دل اسیرِ فراق
ز دردِ ہجرِ تو شام و سحر شہا حاکی

تضمین بر غزل خود

زبان لال ہے نطق خجستہ انشا کی | عجب ہے عاجزی افکارِ عرش پیما کی
ہو مدح کس طرح اُس لعل عالم آرا کی | گل از نزاکت لبہائے دلربا کی
قمر ز طلعتِ رخسارِ تو رضیا حاکی

حواس و عقل و خرد فہم و دانش و فطنت | جلالِ حسن سے سب کو ہے عالم حیرت
زمین والے کریں کیا کمال کی مدحت | نجوم واصف لمعانِ نورِ دندانت
خور از جبین تو انوارِ مصطفےٰ حاکی

تمہاری مدح کی خاطر چمن میں غنچوں نے | ہزار نازش و انداز سے دہن کھولے
ترانہ سنجی بہت کی زبانِ سوسن نے | سپہرِ رفعت قدرِ ترا ثنا گو ہے
صنوبر از قدِ دلجوئے خوش ادا حاکی

تمہارے حسن کے مداح ہیں زمین و زماں | تمہاری خوبی کا چرچا نہیں یہاں میں کہاں
جمال مہر ہے وصافِ عارضِ رخشاں | ز پردہ داری زلف تو شب شبینہ خواں
سحر ز تابش رخسارِ باصفا حاکی

ترانہ سنج تھی گلشن میں آج یوں بلبل | تمہارا چہرۂ انور کہاں کہاں یہ گل
تمہارے قدموں پہ قربان بوستاں بالکل | ز حسن حلقۂ زلفت وظیفہ خواں سنبل
بذکر چشم تو نرگس بعہد حیا حاکی

کریم خلق ہو واصف ہے آپ کا رحماں | کریم الخلق ہو مدح ہے آپ کا قرآں
کرم تمہاری کریمی کا بندۂ احساں | بموج جود تو ابر محیط رطب اللساں
ز فیض عام تو در بحر و بر صبا حاکی

تڑپ رہا ہے عجب طرح سے دلِ مشتاق | غم نہاں ہے قلب حزیں پہ بید شاق
امیدوارِ نگاہِ عنایت و اشفاق | نعیم لائقہ جگر خستہ دل اسیر فراق
ز دردِ ہجر تو شام و سحر لشہا حاکی

مناجات

رہیگی ناخنِ فرقت کی کبتک سینہ افگاری
کریگی پاس تاکے زخم پر دل کے نمک باری
بہینگے دل کے ٹکڑے بنکے آنسو آنکھ سے کبتک
رہینگے چشمِ پُر ارماں سے کبتک اشکِ غم جاری
یہ بے سامانیاں یہ ضعف اور یہ دوریٔ منزل
دلِ بے صبر کی کبتک رہیگی ایسی ناچاری
شکستہ سی امیدیں زندگی کی کچھ معاون ہیں
مگر ہمت کی تو ڑے ڈالتی ہے اپنی ناداری
نہ کچھ حُسنِ عمل ہی ہے نہ کوئی مادّی ساماں
جو کچھ ساماں ہے تو چھوٹی سی تھوڑی گریہ زاری
میں کس مونھ سے کہوں مجھکو بلا لیجئے مدینہ میں
میں خود نادم ہوں آقا دیکھ کر اپنی سیہ کاری
کہاں مجھ سا کمینہ اور کہاں وہ بقعۂ طاہر
کہ جس میں جلوہ فرما ہیں حبیبِ حضرتِ باری
ولیکن کیا تعجب ہے اگر اپنی کریمی سے
کرے وہ رحمتِ عالم خطا کاروں کی ستاری
ذرا بھی چشمِ رحمت ہو تو مٹ جائیں گنہ میرے
مرادیں سب بر آئیں نکلیں دل کی حسرتیں ساری
مدینہ ہو یہ آنکھیں ہوں وہ سنگِ در یہ پیشانی
وہ آقا ہوں یہ بندہ ہو یہ دامن وہ گہر باری

یہ شیدا ہو وہ روضہ ہو یہ آنکھیں ہوں وہ جلوہ ہو
یہ طالب ہو وہ مطلب ہو یہ دل ہو اور وہ دلداری
زباں پر ہوں درودیں سر جھکا ہو ہاتھ پھیلے ہوں
مزہ ہو بر سرِ جود و کرم ہو لطفِ سرکاری
زہے قسمت گدا ہوں میں اسی سرکارِ عالی کا
عطا فرمائی جس کو حق نے سرداروں کی سرداری
ملے وہ انبساط و فرحِ روحانی دلا ایسا
دلِ غم دیدہ اپنا بھول جائے گریہ و زاری
تمنائیں مچلتی ہوں عطا میں لطف کرتی ہوں
دعاؤں کی اجابت کر رہی ہو ناز برداری
وہ الطافِ کریمانہ ہوں وہ انعامِ شاہانہ
نعیم الدین کو دیکھیں دیدۂ حسرت سے درباری

اے ابنِ سعد رے کی حکومت تو کیا ملی
ظلم و جفا کی جلد ہی تجھکو سزا ملی
اے شمرِ نابکار شہیدوں کے خون کی
کیسی سزا تجھے ابھی اے ناسزا ملی
اے تشنگانِ خونِ جوانانِ اہلبیت
دیکھا کہ تم کو ظلم کی کیسی سزا ملی
کتوں کی طرح لاشے تمہارے پڑا کیے
گنو لیے یہ گور کو بھی تمہاری نہ جا ملی
رسوائے خلق ہو گئے برباد ہو گئے
مردود تم کو ذلت ہر دو سرا ملی
تم نے اجاڑا حضرتِ زہرا کا بوستاں
تم خود اجڑ گئے تمہیں یہ بد دعا ملی
دنیا پرستو دین سے منھ موڑ کر تمہیں
دنیا ملی نہ عیش و طرب کی ہوا ملی
آخر دکھایا رنگ شہیدوں کے خون نے
[illegible] گئے امام تمہیں اک ذرا ملی
پائی ہے کیا نعیم انھوں نے ابھی سزا
دیکھیں گے وہ جحیم میں جب دم سزا ملی

خمسہ

نہ مرا دردِ ستمگاری و وعدہ شکنی　　نہ مرا خوفِ جفاجوئی و عشاق کشی
کے بسجید بدلم زخرفِ دنیائے دنی　　لی حبیبٌ عربیٌ مدنیٌ قرشیٌ
کہ بود درد وغمش مایۂ شادی وخوشی

گو بظاہر نہ میسر شدہ دیدارِ نبی　　بود دل جلوہ گہِ حسنِ ملیحِ نبوی
از سرِ صدق ہمی گفت اویس قرنی　　لی حبیبٌ عربیٌ مدنیٌ قرشیٌ
کہ بود درد وغمش مایۂ شادی وخوشی

میں گنہگار خطاکار سیہ کار سہی　　کونسی ایسی بدی ہے کہ جو مجھ سے نہ ہوئی
باوجود اسکے شفاعت کی ہے اُمید قوی　　لی حبیبٌ عربیٌ مدنیٌ قرشیٌ
کہ بود درد وغمش مایۂ شادی وخوشی

کمالِ حسن پر دستِ نازِ لاابالی ہے　　سنبھل کر اے دلِ مضطر ترا اللہ والی ہے
ارسطو کیا کہ نبضِ عاشقاں پر ہاتھ رکھنے سے　　فلاطوں خود گرفتارِ بلائے خستہ حالی ہے
نہیں کچھ سینہ کاوی چل دیا شاید کہیں دلبر　　کہ دل پہلو سے غائب ہے ہمارا سینہ خالی ہے
یہ کس نے روند ڈالا لاشۂ بیکس کو قدموں سے　　کہ آنکھیں کھل گئیں جاں آگئی کیا پائمالی ہے
پھلیں نخل و شجر گلزار پھولیں چشمے ہوں جاری　　برس اے چشمِ خوں افشاں جہاں میں قحط سالی ہے
فنا ہو جائیں جسکو ہو نہیں سکتی فنا ہرگز　　یہ ہستی جس پہ تو مفتوں ہے تصویرِ خیالی ہے
ہنر ہی سے جہاں میں آدمی کی قدر ہوتی ہے
نعیم بے ہنر مشہور تیری بے کمالی ہے

سیر دل کی جسے میسر ہے　　عیشِ دنیا اُسے مکدر ہے
اُسکے نزدیک زینتِ عالم　　خس وخاشاک سے بھی کمتر ہے
اصل نعمت بقا ہے لیکن وہ　　کونسی چیز کو میسر ہے

کون سی چیز کو زوال نہیں | نیستی سب کی یاں مقدر ہے
ہے تغیر میں روز ماہِ منیر | اسی چکر میں مہر خاور ہے
نقش بر آب کی طرح ہیں وجود | بے ثباتی ہر اک کی اظہر ہے
سب حقیقت میں نقشِ باطل ہیں | جاہ ہے یا حکومت و زر ہے
دل کی دنیا عجیب دنیا ہے | رازِ ہستی کا اس میں مضمر ہے
دل کو خالی کرو کدورت سے | جلوہ گاہِ جنابِ داور ہے
سارے عالم میں جو سما نہ سکے | جلوہ فرما وہ دل کے اندر ہے
تم اسے ڈھونڈنے چلے ہو کہاں | دلِ بے غل ہی یار کا گھر ہے
پرتوِ حسنِ لم یزل پہ مٹو | جس سے مومن کا دل منور ہے
ظل کو لیکر نہ اصل کو چھوڑو | سایہ بے اصل نامصور ہے
ظل کو ظل جان کر کرو توقیر | کیونکہ یہ بھی اسی کا مظہر ہے

رازِ وحدت کھلے نعیم الدین
اشرفی کا یہ فیض مجھ پر ہے

پھر جنوں کہتا ہے خود کو پا بجولاں دیکھیے
چلیے اٹھیے اب کے پھر وحشت میں زنداں دیکھیے

اپنے ہی سینہ میں کیجیے اپنے دلبر کی تلاش
مصر میں کیا دیکھیے کیا چاہِ کنعاں دیکھیے

ازرہِ بندہ نوازی چشمِ پر انوار سے
دیکھیے میری طرف ختمِ رسولاں دیکھیے

دیکھیے سبحان الله، دیکھیے رخ کی بہار
مہرِ تاباں دیکھیے، ماہِ درخشاں دیکھیے

دیکھئے وہ عارض اور وہ زلفِ مشکیں دیکھئے
صبح روشن دیکھئے شامِ غریباں دیکھئے
جلوہ فرماں ہیں جبینِ پاک میں آیاتِ حق
مصحفِ رخ دیکھئے تفسیرِ قرآں دیکھئے
یہ نعیمِ زار کیسا ہجر میں بیتاب ہے
دیکھئے اُس کی طرف، اے شاہِ شاہاں دیکھئے

عطائیں پوچھئے سرکار کی محتاج سائل سے
اُٹھائے ہوں جنھوں نے فیض آنکے بحرِ ساحل سے
مذاقِ دل ہے شیریں کام اِن شیریں خصائل سے
مشامِ جاں ہوا ہے مست اُس گل کے شمائل سے
امامِ اعظم و محبوبِ سبحانی، شہِ سمناں
پہنچتے ہیں نبی تک ہم انہی اعلیٰ وسائل سے
وہ روئے حق نما مظہر ہے حُسنِ بے مثالی کا
جمال اُن کا منزّہ ہے مقابل سے مماثل سے
سراپا نور ہیں وہ نورِ حق نورٌ علیٰ نور
کمشکوٰۃ ہے شان اُنکی اُنھیں کیا واسطہ ظِل سے
بفضلِ اللہ نابینا نہیں ہوں کیسے دوں نسبت
کفِ پائے حبیبِ حق کو روئے ماہِ کامل سے
دلیلِ قدرتِ حق ہے مرا ہونا نہ ہونا
شہادت اپنی دلوا لیتے ہیں وہ حق و باطل سے

جناب شیخ آئیں بخدمتِ پیرِ طریقت میں
یہ عقدے حل نہیں ہو سکتے منطق کے مسائل سے

نگاہِ لطف للہ اے قرارِ خاطرِ مضطر
کہ اب تو آ گیا ہوں تنگ میں بیتابیِ دل سے

غرض کیا ہم کو بلبل سے اور اسکے گرم نالوں سے
نہیں گر دردِ دل ہیں، فائدہ ذکرِ عنادل سے

ہر اک شاہ و گدا کو جنکے در سے ملتا ہے صدقہ
نعیم الدین بھی سائل ہے اسی دربارِ باذل سے

غریبوں کی حاجت روا کرنے والے | فقیروں کو دولت عطا کرنے والے
عدو کو بھی دل سے دعا کرنے والے | کرم چاہتے ہیں خطا کرنے والے
اشاروں سے مردے جِلا دینے والے | تبسم سے دل کی دوا کرنے والے
سناتے ہیں تفسیرِ تنزیلِ محکم | جنابِ نبی کی ثنا کرنے والے
نہیں جانتے رنج و غم چیز کیا ہے | تری یاد صبح و مسا کرنے والے
ہدایت سے انکی ہوئے داد گستر | ستم کرنے والے جفا کرنے والے
اسیرانِ عصیاں کی شان کرم ہے | شفاعات روزِ جزا کرنے والے
وہ صدیق اکبر وفا کرنے والے | نبی پر تن و جاں فدا کرنے والے

نعیمِ سیہ رو کا [illegible] بھی کرم ہے
دو عالم کو دولت عطا کرنے والے

نہ کر فکر اے دل وہ کیسے ملیں گے | عنایت کریں گے [illegible] ملیں گے
مدینہ کے عاشق ہدایت [illegible] | مدینہ کے رستے [illegible] ملیں گے
نکیرین نہ پوچھو مرے دل کو دیکھو | فضاؤں میں دل کی مدینہ ملیں گے

تخمیس بر غزل حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ

اَلذَّاتُ عَنِ الْعُیُوْبِ خَالِی | وَالْوَصْفُ مِنَ الْبَیَانِ عَالِی
فَرْدٌ صَمَدٌ عَنِ الْمِثَالِی | اے مظہرِ حسن لایزالی

مرآتِ جمالِ ذوالجلالی

ذاتِ تو ز عیب و نقص خالی | وصفِ تو ز اوج وصف عالی
در ذات و صفات و بے مثالی | اے مظہرِ حسن لایزالی

مرآتِ جمالِ ذوالجلالی

ہر عیب سے ذاتِ پاک خالی | توصیف و ثنا ست وصف عالی
ثابت ہوئی تیری بے مثالی | اے مظہرِ حسن لایزالی

مرآتِ جمالِ ذوالجلالی

مخمور ز بادۂ تمنا | مجبور ز قلب ناشکیبا
می جست بکوہِ طور موسیٰ | انوارِ تجلّیِ قدم را

رخسارِ تو احسن الجمالی

دیدن نتواں جمالِ حق را | بے پردہ دریں سرائے دنیا
بر طور کہ می بجست موسیٰ | انوارِ تجلّیِ قدم را

رخسارِ تو احسن الجمالی

اے قدوۂ رہبرانِ کامل | اے ہادیِ سالکانِ منزل
حلّالِ صعابہائے مشکل | در شانِ کمالِ تست نازل

آیاتِ مکارم و معالی

بر حسنِ رخت فدا بہار است | قربانِ دو چشم لالہ زار است
صبح ست کہ تابشِ عذار است | رو بیت ظرفاً من النہار است

زلفت زلفاً من اللیالی

شیدائے جمالِ بے مثالش | مستانۂ حسنِ بے زوالش
جوید پئے بادۂ حلالش | میخانۂ [illegible] جلالش
بادا ز غبارِ غم رہا او

آں کج کلہاں کہ ارجمند اند | واں ناموراں [illegible]
ویں مدعیاں کہ خود پسند اند | احرامِ حریمِ [illegible] پسند اند
جُرعۂ دُردکشانِ لاابالی

ملّا بشاغلِ تورّع | صوفی [illegible] تخشّع
منعم بہ نمائش و تقنّع | جامی بہ وظائف و تضرّع
مشغول بود علی التوالی

بیت در صنعتِ مقلوبِ مستوی

بشانِ اعلیحضرت امامِ اہلِ سنّت مجدّدِ دین و ملّت سراپا برکت
مولنا مولوی محمد احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہٗ

أَضَادَ مَعَ أَحْمَدَ مَا نَمَا إِذَا مَا أَضَرَّ
فَكَمَا لَعَا أَضَادَ مَعَ أَحْمَدَ مَا ضَا

حصہ چہارم تمام ہوا

ڈیرہ بیمار ہوگیا، اور میری بیماری نے اتنی شدت و طوالت اختیار کی کہ دو سال بستر پر پڑا رہا۔ سات مرتبہ موتی جھرہ نکلی، اسکے بعد فالج گرا، مرض نے شدت اختیار کی حضرت کے کرم کا یہ حال تھا کہ پڑھاتے ہیں طلبا سامنے ہیں آپ نے فرمایا، چلو شاہ جی کو دیکھ آئیں، اسطرح جبتک میں بیمار رہا ہفتہ میں کئی کئی بار، بسا اوقات روزانہ غریب خانہ پر تشریف لاتے، اور مجھے تسلی و تشفی دیتے، اس سلسلہ تشریف آوری میں کبھی ایسا نہ ہوا کہ دس پانچ روپے میرے تکیہ کے نیچے نہ رکھ دیئے ہوں۔ جب شہر کے بڑے بڑے اطبا، و حکما، مجھے جواب دے چکے، تو حضرت نے فرمایا، اب ایک نسخہ ہے، جو شروع کراتا ہوں، اللہ تعالٰی کو زندگی منظور ہے تو آرام آجائیگا، لیکن وہ نسخہ بیحد قیمتی ہے فی خوراک اس کی قیمت تین روپے ہوتی ہے، اور دن میں ایسی تین خوراکیں دینی ہونگی، لیکن یہ حضرت قدس سرہٗ واقف تھے کہ والد صاحب کا سلسلۂ روزگار میری علالت کی وجہ سے ختم ہوچکا تھا، اب گھر اور بیماری کا خرچ صرف حضرت قدس سرہٗ کے کرمِ خسروانہ پر تھا، خود ہی فرمایا، یہ دوا دیتے رہو، کوئی فکر نہ کرو۔ چنانچہ حضرت نے اسکو شروع فرما دیا، ساڑھے تین مہینے تک مسلسل نو روپے روزکی دوا دیجاتی رہی، اللہ تعالٰی کا فضل ہوا، حضرت کی دعاءِ شفقت نے درجۂ قبولیت پایا۔ دوا کے استعمال سے دن دونی رات چوگنی صحت عود کرتی رہی، یہانتک کہ میں اس قابل ہو گیا کہ سواری میں بیٹھکر آستانہ قدسی کی حاضری دے سکتا۔ اس ضعف و ناتوانی کے دور میں جب کبھی میں بارگاہ میں حاضر ہوا، حضرت اپنا وہ گاؤ تکیہ جو حضرت کیلیے خاص تھا، نکال کر میری کمر کے پیچھے لگا دیا جاتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ میری زندگی تو اسی وقت ختم ہو گئی تھی، اب باقی جتنی بھی میری حیات ہے وہ حضرت قدس سرہٗ کی دعاؤں کے نتیجہ میں ہے، اسلیے آپ کی حیاتِ طیبہ میں یا بعد میں

جسقدر بھی تحدیثِ نعمت کیلئے کم اور بہت کم اور میری وسعتِ اختیار سے بالا ہے۔
غرضکہ بیماری کے بعد ۱۹۴۵ء میں (نیز) دستار بندی حضرت نے فرمائی
اور میری حاضری پھر بدستورِ سابق شبانہ روز آستانہ قدس میں شروع ہو گئی۔
۱۹۴۳ء میں چونکہ اماں جی مرحومہ (یعنی والدہ شہزادگان) کا انتقال ہو چکا تھا اور
آپ اپنے دونوں بڑے صاحبزادوں اور انکے گھر بار کے اخراجات کے خود متکفل تھے
بعد تمام نفوس کا خرچ خود ہی برداشت فرماتے تھے، اسلیے گھر کے خورد و نوش کا
انتظام اس خادم کے سپرد تھا۔

آستانہ سے ہر ایک چیز دونوں وقت دونوں صاحبزادوں کے گھر جاتی تھی
مہمانوں وغیرہ کا کھانا ایک وقت بڑے صاحبزادے کے یہاں اور ایک وقت
منجھلے صاحبزادہ حضرت مولانا محمد اختصاص الدین احمد صاحب نعیمی کے یہاں
پکتا تھا۔ اسی دوران میں تحریک قیام پاکستان شروع ہو گئی۔ آپ نے
سُنّی کانفرنس کی تنظیم تیز فرمائی اور ملک میں دورے شروع کر دیے
لہٰذا اس خادم کو مرکزی دفتر آل انڈیا سُنّی کانفرنس کا منتظم مقرر کیا۔
تمام مراسلات و مواصلات، تحصیل و ترسیلِ زر سب اس خادم کے سپرد ہوئی
اور جب ملک میں حضرت کے دورے قیامِ پاکستان کے سلسلہ میں شروع ہوئے
تو اس خادم کو اپنی خدمت میں ساتھ رکھا حتیٰ کہ ۱۹۴۶ء میں بنارس میں آل انڈیا
سُنّی کانفرنس ہوئی، اور اگست ۱۹۴۷ء میں قیامِ پاکستان ہوا۔ قیامِ پاکستان
کے بعد آپ نے اپنے ایک ہم جماعت مولانا سید محمد مہدی علی صاحب مرحوم
کی صاحبزادی کے لیے میرا خطبہ دیا۔ بھلا جہاں حضرت خود پیام بھیجیں کسی کو کیا
انکار ہو سکتا تھا، چنانچہ ۲۱۔ اگست ۱۹۴۷ء مطابق ۴ شوال ۱۳۶۶ھ کو
میری شادی ہوئی، اور حضرت مع اپنے ان تمام حاضرینِ محفلِ نکاح اور میرے مخدوم

اساتذۂ کرام بھی بخوشی شریک برات ہو گئے ، بتعمیلِ حکم حضرت تاج العلماء سیدی و استاذی حضرت مولانا مفتی محمد عمر صاحب نعیمی قدس سرہٗ نے عقد کیا اور خطبۂ نکاح پڑھا۔ لیکن اسکے کچھ عرصہ بعد حضرت قدس سرہٗ کے مرض ذیابطیس نے ترقی کی اور جسم روز بروز گھلتا رہا صحت جواب دیتی رہی۔ آپ نے خیال فرمایا کہ میرا آفتابِ عمر سر بسر کو ہے۔ اور یہ شمع علم و عرفاں گل ہونے والی ہے تو وہ روپیہ جو سنی کانفرنس کا ہے اسکو بھی ایسی جگہ خرچ کرانا چاہیئے جو سنی کانفرنس کا مقصدِ اصلی ہے۔ چنانچہ مارچ ۱۹۴۸ء میں آپ نے آل پاکستان کا طوفانی دورہ فرمایا ، حتّٰی کہ لاہور اسی غرض سے رونق افروزی ہوئی حضرت ابو الحسنات صاحب قادری خطیب مسجد وزیر خاں ، لاہور پاکستان سے جو اسوقت پنجاب سنی کانفرنس کے صدر اعلٰی تھے ، تبادلۂ خیالات کیا۔ ملکی حالات استفسار فرمائے۔ پھر لاہور سے کراچی کا عزم کیا ، اسٹیشن پر مبلغِ اسلام حضرت مولانا شاہ عبد العلیم صاحب میرٹھی مرحوم ، مولانا عبد الحامد صاحب بدایونی ، اور دیگر احباب و نیاز مندان برائے استقبال حاضر آئے ، مولانا عبد الحامد صاحب اپنی کار کے ذریعہ اسٹیشن کراچی شہر سے حضرت علامہ مولانا عبد العلیم صاحب صدیقی کے دولت کدہ پر لے گئے۔ شام کو ایک کاٹھیاواڑی سیٹھ (جنکو مدنی کہتے ہیں ان کا نام اسوقت یاد نہیں) کے یہاں ایک منزل مکان خالی کرا کے قیام کرایا۔ آپ نے وہاں شہر کے علماء و عمائدینِ اہلِ سنت کو بلایا اس سفر میں حضرت محدثِ اعظم مولانا الشاہ ابو المحامد سید محمد صاحب محدث کچھوچھی حضرت سیدی مولانا مفتی صاحبزادہ رضا الضاحب حضرت مولانا عبد السلام صاحب باندوی اور دیگر احباب اہلِ سنت کے مشورے سے طے پایا کہ ایک ادارہ تبلیغ قائم کیا جائے جسکے تحت سندھ کے علاقہ میں دورہ کر کے سندھی مسلمانوں میں تبلیغِ مذہب ہو

جب مبادیات طے ہو گئے، تو آپ نے حاجی محمد ابراہیم صاحب ٹھیکیدار [illegible]
کو دو ہزار روپیہ سنی کانفرنس کا دیا اور فرمایا یہ رقم کام شروع کرنے کے لیے ہے [illegible]
یہ رقم کم نہ ہو، اسکو پورا کرتے رہنا تمہارا کام ہے۔ اس تبلیغی ادارہ کے مہتمم
مولانا عبد الحامد صاحب بدایونی مقرر کیے گئے، اور انہی [illegible]
موقوف رکھی گئی۔ جب یہ تمام کام ختم فرما چکے، تو حضرت نے ارادہ فرمایا کہ
بغداد شریف، نجفِ اشرف، کربلائے معلیٰ، بیت المقدس اور دیگر مقاماتِ
مقدسہ کی زیارت فرمائیں، کراچی تو آہی گئے ہیں۔ چنانچہ پاسپورٹ اور ویزے
سب مکمل ہو چکے تھے، لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا کہ مرض نے انتہائی
شدت اختیار کر لی، اور اب تپ ولرزہ بھی شروع ہو گیا، بالآخر زیارتوں کا
سفر ترک فرما دیا، اور لاہور واپس تشریف لے آئے۔ لاہور آئے [illegible]
مرض نے خطرناک صورت اختیار کرنی شروع کر دی، مسلسل [illegible]
سے ضعف ونقاہت کا استیلاء ہونا لازمی تھا۔ چونکہ آپ کا قیام ہمیشہ حضرت علامہ
مولانا ابوالبرکات سید احمد صاحب قادری ناظم مرکزی انجمن حزب الاحناف
لاہور کے یہاں ہوتا تھا، اس سفر میں بھی آپ نے یہاں ہی قیام فرمایا۔
سید صاحب قبلہ نے بعد تگ ودو کر کے اسپیشل طیارے سے [illegible]
دہلی کے لیے سیٹ ریزرو کرائی، اور آپ مراد آباد واپس تشریف لے آئے
مراد آباد پہنچنے کے بعد تو حالات دن بدن مایوس کن ہوتے چلے گئے، شہر کے
بڑے بڑے حکیم وڈاکٹر آتے رہے، اپنے فن کے کمال دکھاتے رہے، مگر جو
اللہ تعالیٰ منظور تھا وہ ہوا۔ حتیٰ کہ جب آپ کی نشست و برخاست [illegible]
ہو گئی، تو آپ نے چارپائی جنوباً شمالاً کرادی، تاکہ رو بقبلہ ہو سکیں [illegible]
اس دوران میں [illegible] باتوں کو جانتا تھا۔ اور کسی کو [illegible]

ابتدا ہی سے ... میرا ہمیشہ کا معمول رہا ہے کہ کبھی حضرت کے سامنے نہیں لیٹا، اور
کبھی چارپائی پر نہیں سویا، ہمیشہ میں آستانہ پر کسی دیوار یا ستون کی اوٹ میں رات
کو لیٹا کرتا، تاکہ مجھے حضرت لیٹے ہوئے نہ دیکھیں۔ چنانچہ اس بیماری کے زمانہ میں
کبھی اگر غنودگی نے بہت مجبور کیا، تو چارپائی کے پیچھے سرہانے گاؤتکیہ پر سر رکھا کچھ نیند
لے لی۔ حضرت اگر کروٹ بھی لیتے تھے تو میں بیدار ہو جاتا تھا۔ اسی دوران میں
ایک شب حضرت کے سرہانے تکیہ پر سر رکھے ہوئے لیٹا تھا، کچھ غنودگی سی
طاری ہو گئی، کیا دیکھتا ہوں کہ

ایک نہایت عالیشان بقعۂ نور کمرہ ہے چاروں طرف
قالین پر گاؤ تکیے لگے ہوئے ہیں، ایک طرف حضرت سیدنا
ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونق افروز ہیں، ایک طرف حضرت
سیدنا عثمان ذوالنورین، ایک طرف حضرت سیدنا مولیٰ
علی مرتضیٰ رضی عنہ کا کاشانہ، ایک طرف حضرت ابوہریرہ اور دیگر صحابہ
کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تکیہ لگائے رونق افروز ہیں۔ آخر
میں ایک کونہ پر ایک نشست خالی ہے، کمرہ کے دروازہ پر
حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی کے انتظار
میں کھڑے ہیں کہ ایک طرف سے سفید عمامہ باندھے سفید ململ
کا لباس پہنے حضرت قدس سرہٗ آ رہے ہیں۔ حضرت فاروق اعظم
نے فرمایا تمہاری نشست اندر خالی ہے۔ آپ نے عرض کیا کہ
میرے لیے یہی بڑی سعادت ہے کہ جوتیوں میں ہی جگہ مل جائے
پھر حضرت فاروق اعظم ہاتھ پکڑ کر اندر لے گئے، حضرت نے عرض کیا
یا امیر فاروق خلافِ ادب، اس خالی نشست میں آپ کو بٹھا کر

مجھ کو سلسلہ رہتا جب بھی میں نہ ہوتا، تو حضرت تاج العلماء مرشدی رحمۃ اللہ علیہ بخدا تمام
علالت کے زمانہ میں حضرت مجھے بعد مغرب گھر جانے کی اجازت مرحمت
فرماتے تھے، اور میں ایک گھنٹہ یا کچھ کم و بیش میں واپس آجاتا تھا۔ اگر میرے
گھر جانے تک کچھ عند اللہ شغل نہیں فرماتے تھے، تو جب تک میں واپس نہیں آتا تھا
میرا انتظار فرماتے رہتے۔ کھانا کے لیے جب مجھ سے عرض کرتا، فرماتے شاہ جی کو آنے دو

وصالِ مبارک سے ایک ماہ قبل میں نے عرض کیا کہ حضور نے مجھ سے
ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ میں جب تجھ سے بہت خوش ہونگا تو تجھکو ایسی چیز دونگا
جو تجھے ہمیشہ کے لیے کافی ہوگی، حضور مجھ سے جو غلطیاں ہوئی ہوں انکو معاف
فرماتے ہوئے اب اگر کرم فرمادیں تو زہے نصیب۔ آپ نے فرمایا تجھے اپنا
سمجھ دیا ہے، لیکن میں دیکھتا تھا کہ تجھ میں اسکی طلب ہے یا نہیں۔ اب
میں تجھکو وہ چیز دیتا ہوں جو تجھے عمر بھر کے لیے کافی ہے۔ چنانچہ کرم فرمایا اور
عطا فرمائی۔ یہ وہ چیز تھی جسکو آپ نے چند ہی افراد کو مرحمت فرمایا ہے۔ آپ
فرماتے تھے کہ ایک تو تیرے والد کو دیا ہے، اور سید کو (یعنی مولانا ابوالبرکات
صاحب مدظلہ کو) مولوی احمد یار خاں صاحب، اور چند مخصوص لوگوں کو
اور یہ نعمت اسی وقت دیتا ہوں جب میں اس سے بہت خوش ہوتا ہوں۔

۸۔ ذیقعدہ ۱۳۶۷ھ کو میں نے عرض کیا کہ حضور اگر مجھے سلسلہ کے فیوض
سے بہرہ ور فرمادیں تو نجات کی تمنا پوری ہو جائے۔ آپ نے اشارہ فرمایا، میں چارپائی
پر داہنی جانب دوزانو بیٹھا، آپ نے میرا ہاتھ پکڑا، اور داخلِ سلسلہ فرماکر اپنے
تمام اوراد و اشغال اور سلاسل کا ماذون و مجاز فرمایا، اور صبح کو ایک مثال
(سندِ اجازت) اور چند مخصوص اشغال مرحمت فرمائے۔

وصال سے دو ہفتے قبل آپ نے مجھ سے فرمایا، شاہ جی تمنے میری بیاضِ خاص

کی نقل کر لی ہے؟ میں نے عرض کیا نہیں، فرمایا نقل کر لو، پھر تمہیں اس کو دیکھنا بھی نصیب نہ ہوگی (چنانچہ یہی ہوا کہ اس کا دیکھنا بھی میسر نہیں) میں نے جلد از جلد اسکو نقل کر کے ایک ہفتہ قبل پیشِ خدمت کرتے ہوئے عرض کیا کہ حضور اس پر دستخط فرما دیں، چونکہ زمانہ نے دیکھا ہے کہ میں خدمتِ اقدس میں ہر وقت باریاب رہتا ہوں کہیں کوئی یہ بدگمانی نہ کرے کہ میں نے خود خفیہ نقل کی ہے۔ اس بات پر آپ مسکرائے اور دستخط فرما دیئے۔ یہ وہ آخری دستخط ہیں کہ اسکے بعد آپ نے دستخط ہی نہیں کیے اور اس خادم کے پاس موجود ہیں۔

اسی طرح وصال سے تین روز قبل کا واقعہ ہے کہ میرے کان میں شدید درد تھا، اور بیساختہ سوتے جاگتے کان پر ہاتھ جاتا تھا، حضرت کو مجھ سے اشارہ فرمایا میری سمجھ میں نہ آیا، کمرے کے باہر حضرت سیدی تاج العلماء (قدس سرہٗ) تشریف فرما تھے، اُن سے عرض کیا، آپ نے اشارہ سمجھا کہ قلم دوات طلب فرما رہے ہیں قلم دوات اور کاغذ پیش کیا گیا، آپ نے لکھا:

میں رات کو دیکھتا ہوں کہ بے اختیار بار بار
تیرا ہاتھ کان پر جاتا ہے، جاؤ ڈاکٹر مشتاق نبی کو دکھاؤ۔

یہ تحریر اتنی شکستہ اور غیر مانوس تھی کہ تحریر دیکھ کر تاج العلماء کے بے ساختہ آنسو نکل آئے اور فرمایا اللہ اکبر! یہ اس ہستی اقدس کی تحریر ہے جسکے بیشمار شاگرد ہر طرز تحریر میں کاتب و خوشنویس ہیں۔ آج ضعف نے یہ حال کر دیا کہ تحریر پڑھی بھی نہیں جاتی۔ یہ تحریر بھی آخری تحریر ہے جو ہوش میں لکھی گئی۔ اسکے بعد آپ نے کوئی حرف نہیں لکھا۔ یہ تحریر بھی آپ کے تبرکات میں سے [illegible] پاس محفوظ ہے

اسی دوران علالت [illegible]

[illegible] جامعہ نعیمیہ مراد آباد کے مہتمم [illegible] اور شیخ الحدیث [illegible] جامعہ [illegible]

شروع ہی میں کرادی تھی، پھر قواعدِ تجوید بھی سیکھے تھے، لیکن حضرت نے باوجود
اسکے راتوں کو میری قرأت کی تصحیح کرائی، جب آپ کی نظر میں [illegible]
مایجوز بہ الصلوٰۃ ہوئی تو مجھے آگے بڑھایا۔

غرضکہ میں جب نمازِ جمعہ آپ کی مسجد میں پڑھا کر واپس آیا تو [illegible]
کے ایک عقیدت کیش چودھری اختر حسین صاحب قدمبوسی کیلئے آئے ہوئے تھے
اور آپ کے چھوٹے داماد حکیم سید حامد علی صاحب بھی موجود تھے، میں نے [illegible]
کے لیے عرض کیا، فرمایا نہیں! چودھری صاحب کے لیے چائے بناؤ، چائے بنائی
گئی، اور حضرت سے چائے کے لیے عرض کیا، آپ نے فرمایا لاؤ۔ میں نے اور حکیم صاحب
نے سہارا دے کر کلی کرائی اور چائے پلانی شروع کی کہ یکایک ضعف کا ایسا استیلاء ہوا
کہ لٹانا پڑا، اور سب کلمہ شریف پڑھنے لگے، کچھ وقفہ کے بعد جب [illegible]
آپ نے فرمایا، تم سب کلمہ پڑھ رہے تھے رک کیوں گئے، مجھے بڑا سکون [illegible]
ہو رہا تھا۔ اسکے بعد پھر مرید ہونے والوں کا سلسلہ شروع ہو گیا، حضرت تاج العلماء
(قدس سرہ) قلعہ کی جامع مسجد سے نمازِ جمعہ پڑھا کر جب آئے تو میں نے آپ سے
سارا ماجرا عرض کیا، جامعہ نعیمیہ سے حضرت استاذی مولانا [illegible]
قاضی احسان الحق صاحب نعیمی، اور چند طلباء بھی آگئے [illegible]
جنازہ کی نمائش نہ کرنا، اگر لوگ زیادہ اصرار کریں تو [illegible]
تحصیلی اسکول، نئی سڑک اور کاٹھ دروازہ سے ہوتے ہوئے [illegible]
نمازِ جنازہ ادا کرنا، وہاں سے سیدھے میری آخری آرام گاہ [illegible]
تاج العلماء (قدس سرہ) نے عرض کی کہ حضور [illegible]
رات یہیں حاضر رہوں؟ فرمایا نہیں، [illegible]
کے ساتھ کوئی دوسرا ہونا ضروری ہے، یا آج مجھے [illegible]

حکم ہو کہ مولانا محمد یونس صاحب کی خواہش ہے کہ انکو اجازت دیدی جائے، فرمایا
ہاں، وہ اگر رہنا چاہیں تو باہر برآمدہ میں رہ سکتے ہیں۔ چنانچہ مولانا محمد یونس صاحب
کو بھی سہ دری سے بلا لیا اور سب کو رخصت کر دیا گیا، گیارہ بجے کا وقت تھا، حضرت
نے اپنی سہ دری کے تینوں دروازے بند کرا دیئے۔ حضرت مولانا محمد یونس صاحب
اور منجھلے صاحبزادہ مولانا محمد اختصاص الدین صاحب سہ دری کے باہر تخت پر
بیٹھے رہے۔ کمرہ میں میرے اور حضرت کے سوا کوئی نہ تھا، تھوڑی دیر تک گفتگو
فرمائی، اسکے بعد حضرت خاموش ہو گئے، تقریباً ساڑھے گیارہ بجے حضرت نے
فرمایا پنکھا کھول دو، میں نے کھول دیا، پھر فرمایا کم کر دو، میں نے اسکی رفتار ۲ پر
کر دی، پھر فرمایا اور کم کر دو، میں نے ۱ پر رفتار کر دی۔ کچھ وقفہ کے بعد فرمایا
اور کم کر دو، اب میں نے پنکھے کا رخ دیوار کی طرف کر دیا، تاکہ واسطہ سے ہوا پہنچے
کچھ وقفہ کے بعد فرمایا، بند کر دو۔ اسکے بعد مجھ سے کہا، میرا بازو دباؤ۔ چنانچہ میں
چارپائی کی داہنی جانب بیٹھکر بازو اور کمر دبانے لگا، دیکھا کہ کچھ زبان سے فرما
رہے ہیں، اور چہرۂ اقدس پر بعید پسینہ ہے۔ میں نے اسے رومال سے جو طے کیا تھا
آپ کے سینہ پر رکھا تھا، چہرہ سے پسینہ خشک کیا۔ آپ نے نظر مبارک اٹھا کر
میری طرف ملاحظہ فرمایا، پھر آواز سے کلمہ پڑھنا شروع کیا، لیکن دم بدم آواز
پست سے پست تر ہوتی چلی گئی، حتیٰ کہ ٹھیک بارہ بجکر ۲۰ منٹ پر مجھے پھیپھڑوں
کی حرکت بند ہوتی معلوم ہوئی، خود رو بقبلہ ہو کر ہاتھ پر سیدھے کر لیے تھے،
کلمہ شریف پڑھتے ہوئے، جان پاک جان آفریں کے سپرد ہو گئی۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

آہ! وہ شخصیت تھی آج ہم سے جدا ہوئی جسکا ثانی اب ہماری نظروں میں نہیں۔
اسکے بعد میں نے مولانا محمد یونس صاحب کو بلایا، اور ان سے عرض کیا

آہ! اب ہمارے لیے سوائے عمر بھر رونے کے کچھ نہیں ہے۔ یہ اطلاع دی گئی
حضرت تاج العلماء کو والد صاحب کے ذریعہ خبر دی گئی اور اسی وقت شہر میں ایک
کہرام مچ گیا، جوق در جوق لوگ آنے لگے، جو آتا وہ بادیدۂ تر قرآن خوانی میں مشغول
ہو جاتا۔ اسی وقت ملک کے گوشہ گوشہ میں تار دیے بھیجے گئے۔ آپ کے انتقال کا
صدمہ اہلِ سنت کو جو ہونا تھا وہ تو ہونا ہی تھا، اغیار کو بھی ایسا صدمہ تھا کہ وہ
اپنی مجلسوں میں روتے تھے، اور کہتے تھے کہ زندگی میں ہمارا اور اُن کا لاکھ کچھ
اختلاف تھا لیکن یہ حقیقت تھی کہ علم و فضل میں یکتا، بے نظیر، بے بدل تھے
چنانچہ سُنی مدارس کے علاوہ مدرسہ شاہی مسجد، مدرسہ امدادیہ (وہابی) کے [illegible]
کے اسکول و مدارس نے بھی اس روز تعطیل کی۔

حضرت استاذی تاج العلماء (قدس سرہٗ) حضرت مولانا محمد یونس صاحب، والد ماجد اور
صاحبزادہ حضرت مولانا حکیم مظفر الدین، محمد صاحب) مولانا الحاج شمس الدین احمد صاحب
اور اس خادم نے حضرت کو غسل دیا، جامہ ہائے عروسی (کفن) پہنایا گیا۔ پھر در دولت خانہ
آخری زیارت کرائی گئی۔ باہر دروازہ پر ایک جم غفیر آخری دیدار اور جنازہ کا منتظر تھا
غرضکہ ہجوم و اژدحام اور مجمعِ کثیر کی وجہ سے ممکن نہ تھا کہ سب جنازہ کو مسہری کو
کندھا دے کر سُنت نبوی سے استفادہ کر سکیں۔ اس لیے لانبے لانبے بانس مسہری
کے دونوں گوشوں میں باندھے گئے، اور وصیت کے مطابق قریب راستوں سے
جنازہ گزارا گیا۔ جس طرف سے جنازہ گزرتا تھا ہر گھر سے نالہ و بکا اور چیخ و پکار کی
آوازیں آتی تھیں، اور صحیح معنیٰ میں اُس وقت تمام شہر اپنے آپ کو یتیم سمجھ رہا تھا
صوفیائے کرام مشائخ عظام کی جماعت جنازہ کے آگے آگے قدم ذکر الٰہی میں
مشغول تھی، حتیٰ کہ جنازہ جامعہ نعیمیہ پہنچا۔ وہاں صحن جامعہ میں جنازہ رکھ کر
حضرت تاج العلماء قدس سرہٗ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد

آخری دیدار کے لیے لوگ بے چین ہو رہے تھے۔ صحنِ جامعہ میں جب ہجومِ ازدحام کی وجہ سے دیدار ممکن نہ ہو سکا، تو مسہری کو دار الحدیث میں لاکر رکھا گیا۔ یہ وہ دار الحدیث ہے جس میں حضرت قدس سرہٗ درسِ حدیث دیا کرتے تھے، اور اعلان کیا گیا کہ زائرین ادب کے ساتھ فرداً فرداً ایک دروازہ سے آئیں اور دوسرے دروازہ سے نکلتے جائیں۔

اس کے بعد جامعہ نعیمیہ کی مسجد کے بائیں گوشہ میں آپ کی آرام گاہ مقرر ہوئی، اور آپ کو سپردِ خاک کرتے ہوئے زبانِ حال سے عرض کر دیا ؎

اے خاکِ تیرہ عزتِ مہماں نگاہ دار
ایں نورِ قلبِ ماست کہ در پردہ گرفتہٗ

اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں، آپ کو، اور تمام اہلِ سنت کو اس عیبتِ علم اور خزانۂ عرفاں کے فیوضاتِ روحانی اور برکاتِ ایمانی سے متمتع فرمائے آمین یارب العٰلمین بحرمۃ النبی الامین علیہ افضل الصلوٰۃ فاکمل التسلیم۔ آمین

جامعہ نعیمیہ مراد آباد کا مختصر تذکرہ

حضرت صدر الافاضل قدس سرہٗ نے ۱۳۲۸ھ میں ارادہ فرمایا کہ ایک ایسا مدرسہ قایم کرنا چاہیئے جس میں معقول و منقول کی معیاری تعلیم دی جاسکے۔ چنانچہ آپ نے سب سے پہلے ایک انجمن بنائی، جسکے ناظم و مہتمم آپ مقرر ہوئے، اور حکیم حافظ نواب حاجی حلالدین احمد مراد آبادی مرحوم کو صدر بنایا۔ اور اس انجمن کے تحت ایک مدرسہ قایم کیا جس کو اسوقت مدرسۂ انجمن اہلِ سنت و جماعت کا نام دیا گیا۔ جب جناب حلمی الدین احمد

مرحوم اور اُنکے رفقاءِ کار کا انتقال ہو گیا، تو انجمن خود بخود ختم ہو گئی۔ اس کے بعد مدرسہ حضرت کے نام نامی کے ساتھ منسوب کیا جانے لگا۔ چنانچہ اس کا نام "مدرسہ نعیمیہ" مشہور ہوا۔ پھر جب اسکے فارغ التحصیل طلباء و علماء نے ملک کے اطراف و اکناف میں پھیل کر اپنے اپنے مقام میں مدرسے قائم کیے اور اُن کا الحاق مرادآباد کے "مدرسہ نعیمیہ" کے مرکزی مدرسہ سے ہوا، اور ملک کے دیگر مدارسِ اہلِ سنّت میں سے بھی بیشتر مدرسے اسی مرکزی مدرسہ سے ملحق و منسلک ہو گئے، اور بجا طور پر اب اس مدرسہ کی حیثیت رائج الوقت زبان میں "یونیورسٹی" اور قدیم زبان میں "جامعہ" کی ہو گئی۔ تو ۱۳۵۲ھ میں اس مدرسہ کا نام "جامعہ نعیمیہ" رکھا گیا، اور بحمدہٖ تعالیٰ آج تک اسی نام سے قائم و مشہور ہے، حق تبارک و تعالیٰ ہمیشہ اسکو قائم و دائم رکھے، اور دین و مذہب کی خدمت میں ہمیشہ اسے سب میں آگے رکھے۔ آمین

مغربی پاکستان میں چند تلامذہ کے اسماءِ گرامی

اس گلشنِ علم کے خوشہ چینوں میں سے مغربی پاکستان کے چند مندرجہ ذیل علماءِ اعلام کے اسماءِ گرامی پیش کیے جاتے ہیں، جو کہ اسوقت راقم الحروف کے ذہن میں موجود ہیں، ورنہ مغربی پاکستان، مشرقی پاکستان، ہندوستان اور بیرونِ برصغیر کے تمام مستفیدانِ علم و صحبت ہزارہا کی تعداد میں ہیں۔ چونکہ میرے پاس کوئی ایسی باقاعدہ فہرست نہیں ہے جس سے صحیح صحیح اعداد و شمار کو پیش کیا جا سکے۔ ایسے تمام علماءِ اعلام کی فہرست جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں ہو گی، اسلیے صرف مغربی پاکستان کے چند علماءِ اعلام کے اسماءِ گرامی پیش کرنے پر اکتفاء کرتا ہوں:۔

- حضرت علامہ ابو الحسنات سید محمد احمد صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ صدر مرکزی جمعیۃ العلماء پاکستان، مدفون لاہور
- حضرت علامہ ابو البرکات سید احمد صاحب قادری مدظلہ ناظم مرکزی انجمن حزب الاحناف پاکستان، لاہور
- تاج العلماء حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عمر صاحب نعیمی محدث رحمۃ اللہ علیہ سابق مہتمم جامعہ نعیمیہ مراد آباد، دبانی مدرسہ "بحر العلوم مخزن عربیہ کراچی" مدفون کراچی۔
- شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا مفتی احمد یار خاں صاحب نعیمی بدایونی مدظلہ۔ وارد حال گجرات
- حضرت علامہ صاحبزادہ سید محمد کرم شاہ صاحب نعیمی بھیروی بی اے، فاضل جامعہ ازہر و مصنف تفسیر ضیاء القرآن
- حضرت مولانا مولوی محمد نثار احمد صاحب نعیمی میانوالی
- حضرت مولانا غلام فخر الدین صاحب نعیمی گانگوی شیخ الحدیث مدرسہ شمس العلوم، میانوالی
- حضرت مولانا مفتی محمد امین الدین صاحب مینائی نعیمی بدایونی رحمۃ اللہ مدفون منڈی کامونکی۔
- حضرت مولانا حکیم محمد مختار صاحب نعیمی گجرات
- حضرت مولانا احمد سعید صاحب نعیمی شادیانہ میانوالی
- حضرت مولانا محمد صالح صاحب کھٹو نعیمی، مدرس مدرسہ مخزن العلوم آکانی لاڑکانہ
- حضرت مولانا خدا بخش صاحب نعیمی، فاضل پور، ضلع ڈیرہ غازیخان۔

- حضرت مولانا غلام محی الدین صاحب نعیمی مرادآبادی۔ حال وارد کراچی
- حضرت مولانا سید محمد افضل شاہ صاحب نعیمی۔ حیدرآباد پاکستان
- حضرت مولانا محمد اشفاق صاحب نعیمی۔ حیدرآباد
- فقیہ اعظم حضرت مولانا مفتی محمد نور اللہ صاحب نعیمی بانی مدرسہ فریدیہ حنفیہ بصیر پور ضلع ساہیوال۔
- حضرت مولانا مفتی محمد حسین صاحب نعیمی سنبھلی بانی جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور
- حضرت مولانا محمد اطہر صاحب نعیمی، برادر حضرت تاج العلماء قدس سرہ مہتمم مدرسہ بحرالعلوم مخزن عربیہ، رابسن روڈ۔ کراچی
- حضرت مولانا سید محمد مکی شاہ صاحب نعیمی خطیب جامع مسجد اچھرہ لاہور
- یہ راقم الحروف۔ غلام معین الدین نعیمی غفرلہ

مرکزی دار العلوم جامعہ نعیمیہ مرادآباد کی موجودہ کیفیت

حضرت قدس سرہ نے اپنی علالت کے زمانے میں ارادہ فرمایا تھا کہ جامعہ نعیمیہ مرادآباد کے نظم و نسق کے لیے شہر کے مخلصین اہل سنت کی ایک کمیٹی بنا کر جامعہ کا انتظام انھیں مفوض کر دیا جائے۔ لیکن اسکے لیے اتنا موقع نہ ملا کا وصال ہو گیا۔ تک سیدی حضرت تاج العلماء مفتی محمد عمر صاحب نعیمی مہتمم جامعہ نعیمیہ۔ مدرسہ کا انتظام باحسن وخوبی انجام دیتے رہے۔ حضرت تاج العلماء قدس سرہ نے ۱۹۵۰ء میں پاکستان کا عزم فرمایا۔ جو جو جامعہ کی آپ کے پاس تھی، جو جو جامعہ کا حساب و کتاب تھا وہ تمام متولی جامعہ نعیمیہ حضرت صاحبزادہ مولانا حکیم سید محمد ظفر الدین احمد صاحب

کے حوالہ کرکے رسید حاصل کر لی، اور جامعہ کا نظم حضرت مولانا محمد یونس صاحب نعیمی کے سپرد کر دیا، اور خود پاکستان تشریف لے آئے، اور کراچی آکر مدرسہ بحر العلوم مخزنِ عربیہ قایم فرما کر درس و تبلیغ کا سلسلہ شروع فرما دیا، اور ۱۷ مارچ ۱۹۶۶ء تک سیدہا علماء کو اس مدرسہ سے فارغ التحصیل کرکے اس جہانِ ناپائیدار سے رحلت فرمائی، اور کراچی میں مدفون ہوئے۔

الغرض حضرت تاج العلماء قدس سرہٗ کے پاکستان تشریف لے آنے کے بعد حالات نے کچھ ایسا نظارہ پیش کیا کہ مجبوراً مخلصین اہلِ سنت بیتاب ہو گئے، اور باہمی مشورے سے متولی جامعہ حضرت مولانا حکیم محمد ظفر الدین احمد صاحب مدظلہٗ کی مرضی کے مطابق ایک کمیٹی مرتب کر دی، اس کمیٹی کے ہاتھ میں جامعہ کا سارا اثاثہ اور نظم و نسق سپرد کر دیا۔ بعونہٖ تعالیٰ اس کمیٹی کی انتھک کوشش اور مخلصانہ جذبہ و ایثار سے آج جامعہ اپنی شان و شوکت میں اپنی نظیر آپ ہے۔ اس وقت کمیٹی کی طرف سے جامعہ کا نظم و اہتمام حضرت استاذی مولانا محمد یونس صاحب نعیمی سنبھلی دامت برکاتہم کے سپرد ہے۔ تمام مخلصین اہلِ سنت و جماعت و وابستگانِ سلسلۂ نعیمیت، کمیٹی کے اس خلوص و ایثار پر مبارکباد پیش کرتے ہیں، اور دست بدعا ہیں کہ مولیٰ تعالیٰ جامعہ کی شان و آن ہمیشہ قایم رکھے۔ آمین

یکے از خادمانِ آستانۂ نعیمیہ

غلام معین الدین نعیمی غفرلہٗ

از مدیر سول

قطعات تاریخ وصال

زو دنیا رفت سوئے باغ جنت ادیب و عالم علم محمد
بگو مخدوم سال ارتحالش نعیم الدین نعیم فضل امجد

۱۳۶۷ھ

دیگر

کرد سفر بعجلت صدر الافاضل آقا پیدا شد بقلبش شوقِ جمال مولا
تاریخ ایں نوشتہ مخدوم بندۂ او ذی الحجہ نوزدہ شب پیکِ سال ہر الا

۱۳۶۷ھ

قطعہ تاریخ عیسوی

عزمِ جنت کرد چوں فخر زماں ذات آں در انگن جہاں با یاس وید
زانکہ ذاتِ عالم دیں ہستیں رحمتِ حق بر جہاں باشد پدید
لیک گفتہ حور و غلماں مرحبا درمیانِ اہلِ جنت آمد عید
تیرہ و تاریک شد دنیائے دوں ذاتِ او مصباح از ربِ مجید
سالِ رحلت گفت مخدومِ حزیں بست و سہ شب دور اکتوبر رسید

۱۹۴۸ء

قطعہ تاریخ در صنعتِ مہملہ غیر منقوطہ

مکرم سرور و سردار رہ رو مکارم اس اہلہ ارارہ رو
دلِ مخدوم گو سالِ وصالِ او مطاعم مسعد اسرار رہ رو

۱۳۶۷ھ

قطعۂ تاریخ در صنعتِ معجمۂ منقوطہ

حضرت صدر الافاضل سید نعیم نبیل | عالمِ دین و سالارِ ملت ناصحِ قولِ جمیل
سالِ رحلت صنعتِ منقوطہ گو مخدوم ایں | رفت اُو در باغِ جنت سرورِ الجلیل

۱ ۹ ۶ ۴ ۸

منقبت مع تاریخ

نعیم الدین شد مخدوم الاماثل | جلیل المرتبت راس الافاضل
مفید و عالم و متقی و عارف | ندارد ہیچ کس مثلش شمائل
ادیب و خوش بیاں واعظ معزز | ندیدم در جہاں ہرگز مماثل
بماند یادگارش بے نظیرے | یکے تفسیر و ہم اکثر رسائل
مفسر ہم محدث ہم مناظر | لیے در ذاتِ او بودے خصائل
تعالی اللہ کہ از لبہائے لعلیں | کند حل آں لبے مشکل مسائل
برائے ظاہر و باطن مریضے | شفا دارد بفضلِ حق انامل
منور شد بفیضش قلب تیرہ | مزین شد ہدایت او محافل
نبی و مرتضیٰ و غوثِ اعظم | بقربِ حق چنیں دارد وسائل
اگر مخدوم خواہی سالِ رحلت | بگو مشکل کشا صدر الافاضل

۱ ۹ ۶ ۴ ۸

منقبت!

منیبِ حضرتِ خیر الوریٰ صدر الافاضل ہیں
ہمارے رہنما و پیشوا صدر الافاضل ہیں
شریعت میں طریقت میں حقیقت میں ہدایت میں
امامِ اصفیاء و اتقیاء صدر الافاضل ہیں

سفینہ اہلِ سنّت کا نہ ہو محفوظ کیوں بادِ مخالف سے
کہ اسکے پاسبان و ناخدا صدر الافاضل ہیں
مٹائی کفر کی ظلمت، منور کر دیا دل کو!
نرالی شان کے یہ رہنما صدر الافاضل ہیں
فقاہت میں مقام اعلیٰ، سیاست میں درخشندہ
تکلم میں امام و پیشوا صدر الافاضل ہیں
حُمیدہ سر مشائخ اور افاضل ہوگئے در پہ
سبھی کے مستند اور رہنما صدر الافاضل ہیں
معین الدین نعیمی تجھکو مشکل ہو تو کیوں کر ہو
ترے جب حامی و مشکل کشا صدر الافاضل ہیں

قطعات تاریخ وصال

از رشحاتِ قلم حضرت مولانا سید صابر اللہ شاہ صاحب استہانی نعیمی

ندا گردید نہ چوں ہر کس بانسو خرقہ ہو | کہ در قلب جہاں دارد بسے عظمت نعیم الدین
مقام و سالِ رحلت گر کسے پرسد ز تو صابر | بگو۔ حاصل شدہ آرام و جنت نعیم الدین

۱۳۶۷

دیگر

من شنیدم بسے ز اہلِ دل | ہست بیشک ولی نعیم الدین
گفت سالِ وصالِ او صابر | رفت پیش علی نعیم الدین

۱۳۶۷

تاریخ در صنعت صوری و معنوی مع تعمیہ خارجہ

دردِ فراق سے ہے صبر و قرار مشکل
مخفی ہوا ہے جب سے حُسن و جمالِ منعم

آنکھوں سے رات دن ہیں بہتا ہوا اشک باری
بیتاب کر رہا ہے ہر دم خیالِ منعم

صابر تو صبر کر اب ارشاد پہ نظر رکھ
انکے فیوض جاری ہوں گے زوالِ منعم

کر اشک کا قلم سر صوری و معنوی لکھ
سن تیرہ سو ہے سٹرسٹھ سال وصالِ منعم

۱ ۹ ۴ ۹ − ۱ = ۱ ۹ ۴ ۸

تاریخ در صنعت منقوط

آں امامِ اہلِ سُنّت رفت در قُربِ الٰہ
سینہ ہائے اہلِ عالم از فراقش گشتہ شق

صنعتِ منقوط صابر سالِ وصلش ایں بگو
زینتِ فردوس شد شاہ نعیم الدین حق

۱۳ ۵ ۶۷

تاریخ در صنعتِ غیر منقوط

در ثنائے وصفِ حُسنش ہر زباں گویند ہمیں
نور نور و نور نور و نور نور و نور نور

مصرعِ تاریخ صابر غیر منقوط است ایں
عالم علم الٰہ مہر کرم مہر عدد

۱۳ ۵ ۶۷

ولہٗ

حضرتِ صدر الافاضل بود عارف بیمثال
می سزد بر ذاتِ او ہر منصب و جاہِ سلوک

مصرعِ سالِ وصالش صابرِ محزوں بگو
منبع اسرارِ حق سالکِ راہِ سلوک

۱۳ ۵ ۶۷

از فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی محمد اعجاز الرضوی القادری

رضویوں کا وکیل؟

تاجدار اہلسنت استاذ العلماء سلطان العلوم حضرت صدر الافاضل قدس سرہٗ

سرگزشتِ عہدِ گل را از نظیری بشنوید
عندلیب آشفتہ تر می گوید ایں افسانہ را

آج مجھے میرے رفیق و مخدوم علامہ غلام معین الدین صاحب نعیمی نے مجبور کیا کہ میں بھی حیاتِ صدر الافاضل قدس سرہ العزیز پر کچھ لکھوں، اسلیے المامور مجبور کچھ نہ کچھ حاضر کرنے کے لیے بیٹھ گیا ہوں۔ دماغ غیر حاضر، قویٰ پریشان، آلام و افکار بر سرِ پیکار، اور مخدوم کا تقاضا بار بار، ایسی وجوہ تھیں کہ کچھ نہ لکھ سکتا تھا نہ سوچ سکتا تھا، تاہم اس مقصدِ لطیف کے لیے عندلیب کا یہ شعر عنوانِ کلام بنایا، اور مقصود صرف یہ ہے کہ حضرتِ صدر الافاضل قدس سرہ کی یہ خصوصیت کہ امام اہلِ سنت، مجددِ اعظم، اعلیحضرت رضی اللہ عنہ کی بارگاہِ ذیجاہ سے "وکالتِ مطلقہ" جس جس موقع پر حضرت تاجدارِ اہلِ سنت کو ملتی رہی، اس سے یہ اندازہ لگانا بڑا صحیح اور درست ہوگا کہ حضرتِ صدر الافاضل کا کیا مقام ہے۔

فرقِ باطلہ، اور معاندین سے گفتگو و مناظرات میں سیدنا اعلیحضرت قدس سرہ نے بارہا حضرت صدر الافاضل کو اپنا وکیلِ خاص بنایا، چنانچہ اسی خصوصیت کی بناء پر سیدنا اعلیحضرت قدس سرہ نے "ذکرِ احباب" میں ارشاد فرمایا ؎

میرے نعیم الدین کو نعمت
اس سے بلا میں سماتے یہ ہیں
(حدائقِ بخشش)

سیدنا اعلیحضرت مجددِ اعظم رضی اللہ عنہ نے جس پیارے انداز میں حضرت تاجدارِ اہلِ سنت قدس سرہٗ کا ذکر کیا، وہ انکے درمیان یگانگت ویک جہتی، اور کامل اعتماد پر دال وشاہدِ عادل ہے۔

علماءِ فرنگی محل سے جب مصالحت کا سوال پیش ہوا، تو یہی تاجدارِ اہلِ سنت کی ذاتِ گرامی تھی، جس نے ایسے نازک معاملہ کو نہایت خوش اسلوبی سے طے کرلیا اور ۱۳۳۹ھ "خدام الحرمین" کے تاریخی اجتماع میں حضرت برہان العلم والدین مولانا عبدالباری صاحب، اور حضرت حجۃ الاسلام شیخ الانام مولانا الحاج الشاہ محمد حامد رضا خاں صاحب قدس سرہما العزیز الکریم المنان میں صلح وصفائی حضرت صدرالافاضل رحمۃ اللہ علیہ ہی کوشش سے ہوئی۔

حقیقت یہ ہے کہ سیدنا اعلیحضرت مجدد اعظم رضی اللہ عنہ کے کارہائے تجدید کی ترویج واشاعت جسقدر حضرت سلطان العلوم قدس سرہٗ نے فرمائی وہ اہلِ سنت سوادِ اعظم پر مخفی نہیں۔ بلاشبہ مسلکِ سیدنا امام اہلِ سنت مجددِ دین وملت کی ترویج واشاعت میں جو حصہ حضرتِ صدرالافاضل رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل ہے، وہ آپ کی تالیفات وتصنیفات سے ظاہر ہے۔ ہمیں وثوق ومعتمد علیہ روایت پہنچی ہے کہ بارہا حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:-

"ہمیں مجددِ اعظم سیدنا اعلیحضرت رضی اللہ عنہ کے آستانۂ قدسیہ سے حقیقت میں ایمان وکلمہ ملا، سیدنا اعلیحضرت کا ملکِ ملت سوادِ اعظم پر احسانِ عظیم ہے کہ آپ نے ہمیں ایمان وکلمہ سے روشناس فرمایا"

یہ نہایت درجہ آبدیدہ ہوکر ارشاد فرماتے۔

تحقیقات سیدنا اعلیحضرت قدس سرہٗ پر سیدنا صدر الافاضل رضی اللہ عنہ کو اسقدر اعتماد ووثوق تھا کہ ارشاد فرماتے ہیں:-

"ایک بار سیدنا مجددِ اعظم اعلیٰحضرت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "فقہ مجھے علامہ ابنِ عابدین سے حاصل ہوئی" تو ہم نے اسے تواضع پر محمول کیا اسلیے کہ ہماری نگاہ میں سیدنا اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کی تحقیقاتِ عالیہ علامہ شامی کی تحقیقات سے عالی و بلند تر ہیں"

حضرت سلطان العلوم قدس سرہٗ، سیدنا اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کے اُن ممتاز خلفاء میں ہیں جنھیں سیدنا امام اہلِ سنت قدس رہ کے مزاجِ عالی میں بڑا دخل تھا، اور سیدنا مجددِ اعظم رضی اللہ عنہ انکے مشوروں کو قبول بھی فرماتے، اور اظہارِ مسرت و شادمانی فرماتے۔ "الطاری الداری" کی تصنیف پر مسودہ حضرت صدرالافاضل قدس سرہٗ کو دکھایا گیا، اور حضرت نے اُس میں سے کثیر مضمون کے بارے میں درخواست کی کہ یہ نکال دیا جائے۔ سیدنا اعلیٰحضرت قدس سرہٗ نے بلاتامل اُسے کاٹ دیا، اور حضرت صدرالافاضل قدس سرہٗ سے یہ بھی نہ فرمایا کہ کیوں یہ ترمیم پیش کی۔

غرض یہ کہ بجا طور پر اگر حضرت سلطان العلوم قدس سرہٗ کو "رضویوں کا وکیل" کہا جائے، تو کوئی مضائقہ و حرج نہیں، بلکہ درحقیقت سیدنا امام اہلِ سنت قدس سرہٗ کی کرم نوازیاں اسقدر حضرت سلطان العلوم پر تھیں کہ حضرت فرماتے ہیں کہ میرا بستر بریلی شریف کے لیے کبھی کھلا ہی نہیں۔ پورے زمانۂ حیات سیدنا مجددِ اعظم قدس سرہٗ میں ہر دوشنبہ و ہر پنجشنبہ کو بریلی آنا اور زیارتِ امامِ اہلِ سنت سے مستفیض ہوکر مرادآباد واپسی، حضرت صدرالافاضل رضی اللہ عنہ کے خصوصی مشاغل میں تھا۔

سیدنا مجددِ اعظم رضی اللہ عنہ سے محبت و عقیدت کا یہ عالم تھا کہ اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کی اجازت کے بغیر کوئی سفر نہ فرمایا۔ شاہزادگانِ سیدنا اعلیٰحضرت قدس سرہٗ سے والہانہ الفت و تعلق تھا جس میں بیشتر حصہ حضرت مفتیِ اعظم ہند مدظلہ الاقدس کا ہے۔ حضرت

مفتیٔ اعظم ہند مدظلہ سے دوستانہ تعلقات و مراسم درجۂ کمال تک تھے۔ اسی لیے سیدنا امامِ اہلِ سنّت قدس سرہ کے وصال شریف کے بعد جب بھی بریلی تشریف لائے حضرت مفتیٔ اعظم ہند مدظلہ کے مہمان ہوئے۔

حضرت قدس سرہ ایک واقعہ اپنے ابتدائی زمانہ کا بیان فرماتے ہیں کہ ایک بار میں اور حضرت مفتیٔ اعظم ہند مدظلہ آستانۂ معلیٰ پر حاضر تھے، سیدنا امامِ اہلِ سنّت بالاخانہ پر تشریف رکھتے تھے، اور ہم دونوں "سلطان الاذکار" کے بارے میں نیچے برآمدہ میں باتیں کر رہے تھے کہ سیدنا امامِ اہلِ سنت بالاخانہ سے نیچے تشریف لائے اور ارشاد فرمایا "جاؤ اوپر بستر پر آرام کرو"۔ ہم نے حکم کی تعمیل کی۔ اللہ گواہ ہے کہ جیسے ہی میں سیدنا امامِ اہلِ سنّت قدس سرہ کے بستر شریف پر لیٹا قلب (سلطان الاذکار کے لیے) ذاکر ہو گیا۔

اس واقعہ پر ارشاد فرمایا، سبحٰن اللہ! اعلیٰحضرت کا کیا مقام تھا، بستر پر لیٹنے میں یہ اثر تھا، ایسا اثر ہم نے کہیں نہ دیکھا۔

سیدنا صدرالافاضل قدس سرہ کی شخصیت دنیائے اہلِ سنّت کے لیے "سنگِ میل" کا درجہ رکھتی ہے۔

فقیر قادری محمد اعجاز الرضوی بریلوی

عرضِ مؤلف غفرلہٗ

یہ فقیر نعیمی عرصہ ہائے دراز سے ارادہ کر رہا تھا کہ سیدی و مولائی، مرشدی و استاذی حضرت صدر الافاضل قدس سرہٗ کی مبارک زندگی کے کچھ گوشے قلمبند کر کے پیش کرے، مگر اتنی عظیم شخصیت جسکے کارہائے دینی و سیاسی ناقابلِ احاطہ ہوں، جرأت نہ ہوتی تھی۔ اپنی کم علمی، نو عمری میں قلتِ حاضری، اور ہیچمدانی، باعثِ تاخیر ہوتی رہی، بالآخر حسبۃً الی اللہ و توکلاً علی اللہ لرزتے کانپتے قلم اٹھایا جتنی میری بساط اور صلاحیت تھی اسکو پیش کر دیا۔

اس سلسلہ میں میں نے بارہا حضرت علامہ مولانا سید ابوالبرکات صاحب نعیمی ناظم مرکزی انجمن حزب الاحناف لاہور سے عرض کیا کہ آپ نے حضرت کی ملازمتِ خدمت و تحصیل علوم و مناظرہ کے دوران جو استفادہ کیا ہے، اور حضرت قدس سرہٗ کے مناظروں کی کیفیات جو بچشمِ خود دیکھی ہیں انکو قلمبند فرما دیں۔ اسی طرح حضرت مولانا مفتی احمد یار خاں صاحب نعیمی بدایونی گجراتی سے بارہا التجائیں کیں، گجرات بھی گیا، خطوط بھی بھیجے۔ غرضکہ اسی طرح میں نے ہر قابلِ ذکر افاضل و تلامذہ کی خدمت میں معروضات پیش کیں، درخواستیں ارسال کیں، حالات مانگے، جنھوں نے قبول کیا انکے مضامین شامل ہیں، باقی کا انتظار ہے۔

اب اگر اس عظیم و مقتدر، صاحب مراتبِ جلیلہ کی شخصیت کے حالات کے بیان کرنے میں میری ہیچمدانی، اور علم کی بے بضاعتی نظر آئے، اور ناحقہٗ اظہارِ حقائق میں کوتاہی ملاحظہ فرمائیں تو عنداللہ معاف فرمائیں، اور درگذر سے کام لیں، چونکہ من آنم کہ من دانم

اسکے بعد ارادہ ہے کہ حضرت قدس سرہٗ کے غیر منضبط مضامین و مقالہ جات اور فتاوے کو فراہم و مجتمع کر کے شائع کروں، اور جو علمی جواہر پارے، حضرت کی مطبوعہ کتابوں کے ماسوی ہیں، اکھٹا کر کے کتابی شکل میں شائع کروں۔ دعا کیجئے کہ حق تعالیٰ اسکی توفیق دے یہ کام بھی بڑی جانفشانی اور جستجو و تلاش کا ہے۔ بیدہٖ تعالیٰ عنہ التوفیق و علیہ التکلان

غلام معین الدین نعیمی غفرلہٗ

{سابق منصرم آل انڈیا سُنّی کانفرنس و سابق نائب ناظم اعلیٰ
مرکزی جمعیۃ العلماءِ پاکستان، و مدیر سوادِ اعظم لاہور}

خطبۂ صدارت
جمہوریت اسلامیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الہ العٰلمین رب العٰلمین الرحمٰن علی عبادہ الرحیم کافۃ مالک خالق السمٰوٰت والارضین مالک یوم الدین الامم نحن نؤمن بہ ایاک نعبد وایاک نستعین اھدنا الصراط المستقیم طریق اھل السنۃ والجماعۃ واحق والیقین صراط الذین انعمت علیھم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین غیر المغضوب علیھم من الیھود والمشرکین ولا الضالین من النصاریٰ واھل الضلال والمبتدعین آمین آمین یا غیاث المستغیثین ویا اکرم الاکرمین والصلوٰۃ والسلام الاتمان الاکملان علی من ارسل الی کافۃ الخلق بشیرا ونذیرا وداعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا اتانا بالشرع المبین والقرآن الحکیم المتین جالی دجی الھدیٰ ناظم الغیوب ومزیل غشاوۃ القلوب تنویرا الا انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم حبل اللہ وعروتہ الوثقیٰ ونعمتہ الکبریٰ جعل اللہ تعالیٰ للخلائق اجمعین ظہیرا من اعتصم بہ فقد نجی ومن خالفہ فقد غویٰ ولن یجد احد ولیا ولا نصیرا وعلی آلہ واصحابہ واتباعہ واولیاء ملتہ وعلماء امتہ وشہداء محبتہ صلوٰۃ وسلاما ابدا یا دھرا کثیرا کثیرا ۔ **اما بعد**

مشائخِ کرام، علمائے اعلام، اعیانِ اسلام و برادرانِ اہلِ سنت وجماعت! میں آپ کا ایک لمحہ بھی اس دُور ازکار بحث میں ضائع نہ کروں گا کہ مجلسِ استقبالیہ کی صدارت کی خدمت کے لیے میرا انتخاب قابلِ شکوہ ہے، یا لائقِ شکریہ ہے، اس کو اراکینِ مجلس ہی جانیں۔ میں تو آج اپنی قسمت پر نازاں ہوں کہ مقدس اجتماع میرے لیے بالکل ایسا ہے کہ ایک بیمار کو بے شمار معالجین مل گئے ہیں۔ ایک فریادی کو ہزاروں اصحاب عدل و داد ملے آگئے ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ ۲۰-۲۱-۲۲-۲۳ شعبان ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۶-۱۷-۱۸-۱۹ مارچ ۱۹۲۵ء کی تاریخیں تھیں، مرادآباد میں جامعہ نعیمیہ کا

عظیم الشان میدان تھا، اور ملک وملّت کے حقیقی رہنماؤں کا جھمگٹا تھا، اور بحیثیت صدر مجلس استقبالیہ حضرتِ بابرکت شیخ الانام حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب قبلہ قدس سرہٗ کا تاریخی خطبہ استقبالیہ پڑھا جا رہا تھا جس کا لفظ لفظ آج بھی وہی معنویت اور نورِ ہدایت رکھتا ہے جو اُس وقت اس میں تھا اور جس کی کھلی کھلی پیشینگوئیوں کو ہماری بدقسمت آنکھوں نے دیکھا اور عالم ربانی وعارفِ باللہ کے نورِ فراست کو آخر دنیا کو مان لینا پڑا، جس کو یاد کر کے ہمارے دل کی گہرائیوں سے بیساختہ آہ نکلتی ہے کہ کاش ہم ویسے ہی اپنی ملت کو منظم کر لیتے، اور کاش دشمنانِ نظامِ اسلام کو ہم اُسی دن پہچان گئے ہوتے، تو آج ہم کتنے بلند مقام پر ہوتے، ان درندگانِ زمانہ نے اسلام کی بھولی بھالی بھیڑوں کو جو شکار کر لیا ہے ہم اس عظیم مصیبت سے محفوظ رہتے۔ (آیئے ہم اور آپ سورۂ فاتحہ واخلاص کا تحفہ روحِ حضرتِ حجۃ الاسلام کو ہدیہ کریں، اور ان تمام اعیانِ اسلام کو ہدیہ کریں جن کو ہم اس عرصہ میں گم کر چکے ہیں۔)

حضرات! زمانہ اب اس منزل سے دُور نکل چکا۔ کہ اظہارِ مدعا سے پہلے کوئی تمہید عرض کی جائے، اور منتشر تصورات کو ایک نقطہ پر جمع کرنے کیلئے بلاغت کے جوہر دکھائے جائیں۔ اب تو یہی لیل ونہار کی گردش، اور یہی رات دن کا چکر، اور روزانہ نئے مظالم اور فتنوں پر نکلنے والا آفتاب، اور نت نئی تاریکیوں اور ظلمتوں کا گواہ ماہتاب، مسلمانوں کی بے نظمی، اور سُنیوں کی بے کسی، اور اعداء کی تیاریاں دشمنوں کی چالاکیاں، تعدادی غرور والوں کی نبرد آزمائیاں، سرمایہ داروں کی ستم آرائیاں، اور سب سے بڑھ کر ضمیر فروشوں کی غداریاں، اور علم نماؤں کی اسلام دشمنیاں جن کو ہم آج ہر ہر منٹ دیکھ رہے ہیں۔ یہی ہمارے اظہارِ مدعا کی تمہید ہیں۔ اور اب اسلامی فریضہ اجازت نہیں دیتا کہ ایک منٹ کی تاخیر اسلئے گوارا کی جائے کہ الفاظ کی

الجھنوں اور عبارت آرائی کے گورکھ دھندے میں لکھنا جائے۔

اے ہمارے مشائخ کرام! اور اے ہمارے علماء اعلام نگہبانانِ خیر الانام!
ہم نے آپ کو زحمت دی، اور آپ نے آجکل کے سفر کی دشواریوں کو برداشت فرمایا،
اپنا قیمتی وقت عطا فرما کر ہمیں نوازا، آپ کی زیارت نے ہماری دلنوازی کی۔ آپ کے
دیدار نے ہمیں زندگی کی امید بخشی، آپ کی کرم نوازیوں پر ہم نے اپنے رب کو سجدے کیے
کہ اس نے ہم درد مندوں پر رحم فرمایا، اور ہمارے سچے رہنماؤں اور دینی قائدوں کا
سایۂ کرم ہمارے سروں پر لا کر چھا دیا۔ اب ہم اس عہد کے ساتھ کہ ہم اپنے آپ کو،
اپنی جان کو، اپنی اولاد کو، اپنے مال کو، اپنی عزت کو آپ کے سپرد کر کے فریاد کرتے ہیں
کہ آپ کے معبودِ برحق کے پجاریوں، وہ معبود، جسکو ہر سانس میں آپ نے
یاد رکھا، اور جس سے ایک آن کی غفلت آپ نے گوارا نہ کی، آپ کے رسولِ پاک
کے نام لیواؤں، وہ رسولِ پاک، جسکے ناموس و وقار کا پرچم ہاتھوں میں، اور
جسکے شہود و نمود کے جلوے آنکھوں میں، اور جسکے دبدبہ اور شوکت کے سکے
دلوں میں آپ نے جمائے، اسکے کلمہ پڑھنے والے بھولوں کو اعدا نے خار بنا کے،
رسولِ پاک کی بھولی بھیڑوں کی تاک میں لگ گئے ہیں، دولت پر ڈاکے، اقتدار پر
بمباری، ایمان و اعتقاد پر دھاوا، عزت پر حملے، قومی تنظیم پر انتشار و تفرقہ کی
سازشیں، ایک مسلم قوم پر ساری دنیا ظلم و تعدی کے لیے آمادہ ہے، اور ہمارے پاس
اسکے سوا کوئی چارہ کار نہیں رہا کہ جلد سے جلد اپنے چارہ سازوں کی طرف دوڑیں
اور انکے دامنوں میں پناہ لیں، جنکو ہمارے مقدس اسلام نے ہمارے لیے پناہ گاہ
بنایا ہے۔ ہمارے دعوت نامے بالکل صحیح طور پر آہِ مظلوماں کی ترجمانی کرتے۔ ورنہ ہندوستان
نے بلکہ ساری زمین نے کب دیکھا تھا کہ دعوت دی گئی اور اس شرط سے کہ ہم آپکو
سوکھی روٹی بھی نہ دے سکیں گے، قیام گاہ درختوں کے سایہ کے سوا ہمارے پاس نہیں ہے

جس دن محکمہ راشن نے ہمکو راشن دینے سے انکار کر دیا، اور ہمکو اعلان کر دینا پڑا کہ ہم ایک نوالہ بھی کھلا نہیں سکتے، آپ اپنا کھانا ساتھ لائیے، تو ہماری حالت عجیب تھی۔ آپ کی عظمت کا دربار ہمارے سامنے تھا، جہاں ہم مجرم کی طرح شرمندہ سر نیچا کیے کھڑے تھے۔ اور ہماری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ ہم آپ کو کیا منہ دکھائیں۔ ہمارے ہاتھ پاؤں ایسے ہو گیا کہ گویا جسم میں جان نہیں۔ ہماری استقبالیہ کا بانی کم ان مولوی سلیم اللہ صاحب صدر سُنّی کانفرنس چوک وارڈ بنارس۔ خواجہ عبدالحمید صاحب ناظم اسٹیج مسٹر لاڈلے صاحب امیر العسکر۔ منظور احمد صاحب صدر سُنّی کانفرنس بھیلوپورہ وارڈ۔ ہمارے ناظم قیام گاہ داروغہ سبحان علی صاحب۔ ہمارے ناظم طعام شیخ عبدالعزیز صاحب وغیرہ ان میں سے ہر ایک اپنا کھانا پینا بھول گیا، اور ہم اپنی زندگی پر خود بخود شرمندہ تھے کہ اچانک دلوں سے ہوک پر ہوک اٹھی، اور بے ساختہ آہ کی طرح سر اٹھا، زبان پر یا اللہ اور یا رسول اللہ آ گیا، آسمانی رحمتوں کو حسرت بھری نگاہیں تکنے لگیں۔ عالم تصور کعبے لے گیا، طیبہ لے گیا، بغداد پہنچے، اجمیر گئے۔ سامنے آزمائش وابتلا کی زمین آ گئی اور کرب وبلا کا خطہ آنکھوں میں سما گیا، اور جیسے کسی نے کہدیا، یہ تو میدان کربلا میں تیرہ سو برس سے زیادہ ہوئے طے ہو گیا کہ راہ الٰہی بنا کر کے دنیا نے اہل حق کو اعلان حق سے روکنے میں کامیابی حاصل نہ کی۔ حسینی قربانیوں نے دل تھام لیا۔ کربلا کے بے آب ودانہ شہیدوں نے ثبات قلب عطا فرمایا، اور ہماری عقیدت کی دنیا کا ذرّہ ذرّہ کہنے لگا کہ حق پرست اور صداقت پسند مسلمان ہماری بیکسی ونااہلی پر رحم فرمائینگے۔ اور ہماری امداد سے ضرور تشریف لائینگے، اور ہماری رہنمائی کیلیے ہمارے رہنما بلاشرط آجائینگے۔ ہمارا یہ احساس جہاں جنبش ہوا، یقینا یہ غیبی آواز تھی۔ چنانچہ ہم دیکھ رہے ہیں، اور سارا دنیا دیکھنے والوں نے دیکھ لیا

کہ آج ہمارے رہنا ہمارے فریاد پر ہندوستان کے گوشے گوشے سے آگئے اور بلا شرط آگئے۔ ہمارے اجلاس کے بے نظیر اجلاس ہونے کی وجہوں میں سے سب سے زیادہ عظیم وجہ یہ بھی ہے جس کو آج تک ہندوستان نے کبھی نہیں دیکھا، اور آئندہ ہمیشہ حیرت کرتا رہے گا۔

اے ہمارے بزرگو! ممکن ہے کہ آپ کو حیرت ہو، کیونکہ ہم سے ملک میں جا بجا کہا گیا کہ ہم نے فریاد کے لیے بنارس کا انتخاب کیوں کیا؟ اور ہم نے ملک کے طوفانی دورے میں سب کو یہی جواب دیا کہ ہندوستان کا نقشہ دیکھئے تو آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ بنارس ہندوستان کا سنٹر واقع ہوا ہے۔ ہر طرف سے آنیوالوں کیلیے برابر کا راستہ پڑتا ہے لیکن اب آپ بنارس آچکے ہیں، اور پچھم سے آنیوالوں نے دیکھا کہ بنارس سے متصل وہ شہر جونپور ہے جو سلاطین شرقیہ کا دار السلطنت رہا ہے۔ اسٹیشنوں کے اسلامی نام اکبر پور، شاہ گنج، ظفر آباد، جلال گنج، خالص پور وغیرہ راستہ میں پڑے ہونگے، پورب سے آنے والوں نے بنارس سے پہلے مغل سرائے پایا ہوگا۔ شمال سے آتے ہوئے تاجپور، یوسف پور، غازی پور، سید پور ملے ہونگے۔ دکھن میں الٰہ آباد، مرزا پور سے گزرے ہونگے، بنارس کے حاشیہ پر مسلمانوں کی قایم کردہ آبادیاں بتاتی ہیں کہ بنارس مسلمانانِ ہند کی نگاہوں میں ہمیشہ مرکزِ توجہ رہا ہے، اور اس شہر پر کنٹرول رکھنا ہمارے مورثوں کی وراثت ہے۔ بنارس کے گھاٹ کی زینت وہ مسجد ہے جو حضرت عالمگیر کی بلند نظری کی گواہ ہے، اور وہ جامع مسجد ہے جس کی اینٹ اینٹ تاریخ کا عظیم الشان دفتر ہے۔ دہلی کی طرح یہ بھی وہ شہر ہے جہاں ابتک شاہانِ مغلیہ کی نسل آباد ہے۔ ہماری مجلس استقبالیہ کے نائب صدر مرزا جہانگیر بخت' لال قلعہ دہلی کے حقدار وارث ابھی بنارس میں رہتے ہیں۔ بنارس کا ایک محلہ بھی ایسا نہیں جس میں گنج شہیداں نہ ہو۔ شہر سے جس طرف نکل جائیے کوئی نہ کوئی

علیحضرت اسی بنارس رہے، آپ کے چیلے تو بات کا نام نہ لیا، نہ جانے کس نے جانے پر
اصرار کیا، تو جھٹ کہہ دیا "از بنارس نروم الخ"۔ پچھلے عہد میں ابھی کتنے دن کی
بات ہے کہ حضرت مولانا شاہ عبدالحمید صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بنارس آئے
تو اپنے وطن پنجاب کو واپس نہ ہوئے اور بنارس کو بنا لیا، حضرت کی شہر میں بیشمار
یادگاریں ہیں، جن میں قابلِ تذکرہ وہ خانقاہ حمیدیہ بھی ہے جو تلج باہل کے اندر
واقع ہے۔ اسی خاندانِ تلج کے چشم و چراغ ہماری مجلس استقبالیہ کے رکن اعظم
حافظ محمد اسحاق صاحب ہیں۔ غرض بنارس کے ذرہ ذرہ میں اگر بدھ مت کی
معروضہ پرانی تاریخ ہے، تو اسلام کی تہذیب کا دفتر بھی ہے، اور ایسا تاریخی
شہر ہے جس نے علم و عرفان، سیاست و اقتدار، ادب و تمدن میں قوم مسلم سے
فیضیاب ہونے میں ہمیشہ امتیازی درجہ رکھا ہے۔

میرا وطن کچھوچھہ شریف، بنارس کا مستقل دار الشفاء ہے، آسیب زدہ، مجانین
مسافر ہی نہیں بلکہ سر میں درد ہوا، نزلہ تین دن سے زیادہ رہ گیا اور بنارسی
کچھوچھہ شریف ضلع فیض آباد پہنچ گیا۔ آستانہ اشرفیہ کی خاک چاٹی اور تندرست
واپس ہو گیا۔ اسی کثرتِ آمد و رفت اور یہاں سلسلۂ عالیہ اشرفیہ کی وسعت کا
نتیجہ ہے کہ میرے بنارسی بھائیوں نے مجھ کو بنارسی ہی قرار دیا، اور میں بحیثیت
ایک بنارسی کے اپنی جماعت استقبالیہ بنارس کی ترجمانی کر رہا ہوں۔ میں اس
موقع پر اپنے بنارسی بھائیوں کے ہموطن قرار دینے پر فخر کرتا ہوں، لیکن اس
منصب کے قبول کرنے پر شرط لگا دی ہے کہ میری کسی لغزش کی چشم پوشی اور میری
کسی خطا پر پردہ ڈال دیں گے، ورنہ میں میدانِ حشر میں دعویدار ہوں گا۔ میرے بھائیوں
نے مجھ کو یقین دلا دیا۔ چنانچہ میرے قدم قدم پر ہر ہر لفظ اور ہر سکون و حرکت پر
ان کا مکمل کنٹرول رہا ہے، فللہ الحمد۔

میں خیال کرتا ہوں کہ ہندوستان کے اس تاریخی شہر کی اہمیت اسلامی سلاطین نے، اولیائے کاملین نے، علمائے ربانیین نے جو محسوس کی تھی، اُس پر مہرِ تصدیق ثبت فرمانے کے لیے آپ حضرات کو یہاں مجتمع کرنا اب ایسی بات نہیں رہی جس پر ذرا بھی تعجب کیا جائے۔ اے ہمارے بزرگو! ہم نے آپ کو گرم موسم میں سفر کی تکلیف دی، حالانکہ ہم نے اس اجتماع کے لیے ماہِ صفر تجویز کیا تھا، یہ صرف اسلیے کہ ہمارے اکابر کا ایک ضروری طبقہ زیارتِ حرمین طیبین میں مصروف تھا جن میں ہمارے حضرت مفتیٔ اعظم ہند دامت برکاتہم بھی تھے، اسلیے مجبوراً ہم نے مارچ کا مہینہ منتخب کیا، چونکہ وہ مہینہ ہندوستان کی سیاسی گرما گرمی کا زمانہ تھا، الیکشن کے اکھاڑوں، پاکستان کے لندن، وزارتی مشن کی ہنگامہ خیزیوں نے ملک بھر کو اپنی طرف مصروف کر لیا تھا، اور ہمیں اقرار کرنے میں عذر نہیں کہ ہمارے بعض افراد نے سہکو باغ و بہار کی جھول بھلیوں میں بھی رکھا، یہاں تک کہ اپریل کی آخر تاریخوں میں اس اجتماع کی نوبت آئی، اور صرف چند دین کے دولتمندوں اور دنیا کے درویشوں نے مل کر وہ کر دکھایا جو آپ کی پیش نظر ہے۔ اور ہمیں ایک عظیم تجربہ کے بعد بڑی خوشی اس کی ہے کہ ہمارا بڑے سے بڑا دشمن بھی یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ ہمارے سامنے کوئی سیاسی جماعت ہے جس کا تعاون ہمارا مقصد ہے، نہ یہی کہہ سکتا ہے کہ ہماری پشت پناہی و اعانت کوئی سیاسی جماعت کر رہی ہے، ولله المنة ولله الحجة البالغة۔

اے ہمارے بزرگو اور مقدس رہنماؤ! ہم نے آپ لوگوں کو اس گرمی کے زمانہ میں اور سفر کے ناقابلِ برداشت دور میں ایک بارگی، اور ایک ساتھ ایک جگہ یہاں میں رونق افروز ہونے کی زحمت کیوں دی؟ حالانکہ آپ ماشاء اللہ اپنی اپنی جگہ پر رہنمائی فرماتے رہتے ہیں، اور ہم آپ حضرات کی خدمت میں حاضر ہو کر ایک ایک سے اپنا مدعا

حاصل کر سکتے تھے، نہ آپ نے رہنمائی میں کبھی تجمّل فرمایا، نہ آپ کے قدم تک پہنچنے میں ہمارے لیے کوئی رکاوٹ ہوئی، بایں ہمہ ملک بھر کے اعاظم کو زحمت دینے کی بیباختگی ہم سے اس وجہ سے ہوئی کہ واقعات نے ہمارے حواس گم کر دیئے، اور اہلِ زمانہ کے غیر معمولی مظالم میں اتنی شدت اتنی کثرت بڑھ گئی کہ ہم اپنے ہوش کو درست نہ رکھ سکے

عالمِ اسلام کی مظلومیت

حجازِ مقدس جو ہم سنّیوں کے ایمانیات کا گہوارہ ہے اور جسکے ذرہ ذرہ سے سنّیوں کی دینی روایات وابستہ ہیں، اُس پر نجدی فتن و زلازل کو مسلط کر دیا گیا ہے۔ وہ ارضِ مقدس اب تک اُن فتنوں کی آماجگاہ ہے۔ فلسطین کے سنّی بھائیوں پر بے رحم یہودیوں کی ستم آرائیوں کی مشق کرنے کے لیے مسلط کی جا رہی ہے۔ ہمارے جاوا انڈونیشیا کے سنّی بھائیوں پر توپ اور بم کی بارش ہو رہی ہے، اور ان بےگناہوں کی خطا صرف اتنی ہے کہ وہ "سنّی" ہیں، اور اپنے مقدس دین کی آزادی کو کسی قیمت پر چھوڑنے کو تیار نہیں ہیں۔ ہمارے ملک میں صرف اہلِ سنّت وجماعت کو پامال کرنے کے لیے اکثریت کا سانڈ چھوڑ دیا گیا ہے، اہلِ باطل کی ٹولیوں کو سنّیوں پر بھبکنے کے لیے پالا جا رہا ہے، اور قیامت یہ ہے کہ سنّیوں کو ختم کرنے کے لیے جن درندوں کو راشن دیا جاتا ہے، اُن کا نام بھی سنّی رکھا گیا ہے ابنِ عبدالوہاب کا پرستار اپنے آپ کو سنّی کہتا ہے، یزید و ابنِ سعد کا پجاری اپنے کو سنّی کہتا ہے۔ سنّیوں کو تباہ کرنے کی سازش کا نام "سنّی بورڈ" رکھا جاتا ہے۔ سنّیوں کو اپنے ملک میں زندہ نہ رہنے دیں، سنّیوں کو اُنکے وطن سے نکالیں، سنّیوں کے ایمانیات پر حملہ کریں، سنّیوں کے عقائد پر ڈاکے ڈالیں، سنّیوں کی سیاست میں روڑا اٹکائیں اور پھر بھی سنّی بنے رہیں۔ یہ وہ مصیبتِ عظمیٰ اور قیامتِ کبریٰ ہے جس نے سنّیوں میں لوٹ مچا رکھی ہے۔ آج کا وہابی کل کا سنّی تھا آج کا دیابنی کل کا سنّی تھا، آج کا خارجی کل سنّی تھا۔ اسطرح سنّیوں کے گھر میں

آگ لگادی گئی ہے، اور ایک ایک کا شکار کھیل کر سنیوں کے خلاف شکاریوں نے مستقل سازش کر رکھی ہے، اور انہی پالتو، اور شکار کیے ہوئے افراد کے بل بوتے پر "آگ مار کہ لیڈر" سنیوں کو آنکھیں دکھانے میں سول جنگ کی دھمکی دیتے ہیں۔ کس قدر ہوش ربا واقعہ ہے کہ ہندوستان، سنی مسلمانوں کا ملک تھا سنیوں نے سیکڑوں برس اس ملک پر حکمرانی کی، اور تہذیب کی بنیاد رکھی، لیکن اب ان کا وجود نہ راعی کی نظر میں ہے، نہ دنیا کی نگاہ میں، ہم جہانگیر و عالمگیر کے وارث کچھ نہ رہے، اور برطانوی پالیسی کی پیداوار، تین تین انچ کی ٹولیاں سب کچھ بن رہی ہیں۔ امام الہند بننے کی ترکیبیں نکالی جاتی رہیں، امیر شریعت اپنے کو کہلایا جاتا ہے۔ ہمارا وہ مقدس و برگزیدہ نام جو ہمارے آقا حضور پر نور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اور ہمارا یہی عمل بتایا تھا ما انا علیہ واصحابی یعنی اہل سنت وجماعت۔ اسکا مجرمانہ استعمال اپنے لیے وہ کر رہے ہیں، جو سنیوں کو ہلاک کر دینے پر حلف اٹھا چکا ہے۔ سنیوں کے پیسے سے مدرسہ چلایا جاتا ہے، اور اس میں ایسے دل و دماغ تیار کیے جا رہے ہیں، جو سنیوں کو ستائیں، جمہوریت اسلامیہ سے ٹکر لیں، اسلامی اتحاد میں انتشار پیدا کریں، اسلامی ہم آہنگی کو صدمہ پہنچائیں ہمارے سلاطین و امراء و خواص و عوام کی بنائی ہوئی مسجدوں پر قبضہ، ہمارے دشمنوں کا، ہماری تعلیم گاہوں پر جھنڈا ہمارے مخالفوں کا، ہماری خانقاہوں میں رسائی خانقاہ شکنوں کی، ایک بات ہو تو عرض کی جائے۔ ع

تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم ؟

غضب یہ ہے کہ ہمارے منظم فتنے اور تمام مہلک خطرے آپ کے سامنے ہیں آپ کے دیکھتے ہوئے سنیوں کا جینا دشوار ہو رہا ہے۔ آپ کی آنکھوں کے سامنے سنیوں پر گھیرا ڈال دیا گیا ہے، اور آپ کی موجودگی میں آپ کے رسول کی امت

دن دہاڑے لوٹی جاتی ہے۔ سُنّیوں کی آنکھوں سے آنکھیں ملاکر انکے سبّوح و قدوس خدا جسکے سرادقاتِ جاہ وجلال تک کسی عیب کی رسائی نہیں، اسکو بالامکان جھوٹا کہا جاتا ہے سُنّیوں کو ایذاء دینے کے لیے فضیلتِ علم میں شیطان کو رسول پر بڑھایا جارہا ہے رسولِ پاک کے علم کو پاگلوں، چوپایوں کی طرح قرار دیا جاتا ہے۔ آج ختمِ زمانی نبوت کا انکار ہے، تو کل کوئی مدعیِ نبوت نکل پڑا ہے، بے دین مشرک پرست خود ہیں اور ہم دینداروں کو بدعتی مشرک کہتے ہیں۔ دین فروشی، ملت فروشی وہ کریں اور سُنّیوں کو ملت فروش بتائیں۔ نام لیں بچ اہلِ بیت کا، اور تبرا بکیں اصحاب پر۔ بجوت دیں بچ صحابہ کی، اور کام کریں قدحِ اہلِ بیت کا۔ یہ تو دین پر مبارزہ ہے۔ دنیا میں سُنّی بازار سے نکالا جارہا ہے، اُسکو مقروض بنا کر دبایا جارہا ہے، اُسکی وراثتِ حکومت کو غصب کیا جارہا ہے۔ آخر یہ سب کیوں ہے؟ کیا ہماری قوم میں کوئی ہمارا سردار نہیں ہے؟۔ یہ تو صراحۃً غلط ہے۔ بعونہٖ تعالیٰ ہمارے قدرتی اور خلقی سردار ہمارے علماء، ہمارے مشائخ اس ملک کے زمین و آسمان کو سنبھالنے والے اتنے ہیں کہ آج تک اُنکے شمار کی آخری تعداد ہزاروں کے بعد بھی معلوم نہ ہوسکی، تو پھر کیا وہ ہماری سنتے نہیں، یا ہمارے حال کو دیکھتے نہیں؟ یہ بھی غلط ہے، وہ نہ سنیں تو پھر سننے والا کون ہے، وہ نہ دیکھیں تو پھر دیکھنے والا کہاں رہتا ہے، کیا وہ غافل ہیں؟ یہ بھی غلط ہے۔ جسکی گہری نیند پر غفلت کا گزر نہ ہوسکے، وہ بیداری میں کیسے غافل رہیگا، تو کیا وہ ہم سے بے پرواہ ہیں؟ یہ بھی غلط ہے، ہمارے لیے گاؤں گاؤں پھرنا، وادی وادی، چوٹی چوٹی، شہر بہ شہر، قریہ بقریہ پھرتے رہنا ہمارے ایمان کو سنوارنا، ہمارے عمل کو سجانا، ہماری گئی ہوئی حکومت کو یاد دلانا، ہماری تاریخ کو دُھرانے کی سعی فرمانا، اور ایسے دَور میں جب پیری مُریدی پر چوٹ کرنا فیشن ہو، دین اور علمِ دین کا نام لینا قہقہے کی نذر ہو، مشائخ کو قوم پر بارِ گراں کہا جارہا ہو

۶: علمائے دین و مشائخ کی کثرت

۷: پیشوایانِ دین کے کارنامے

علماء دین پر انگشت نمائی کا دستور بنا لیا گیا ہو، پھر بھی دین کا ذمہ دار اور سنیوں کا
سردار طبقہ ہر طعن سے بے نیاز ہو کر وہی کر رہا ہے جو انکا منصب ہے، اُن کے
آقائی سلطنت مصطفویہ نے اُن کو جس کرسی پر بٹھا دیا بعونہ تعالیٰ پوری ذمہ داری
کے ساتھ وہ ڈیوٹی میں لگے ہوئے ہیں، اُن پر فرقہ دارانہ ذہنیت کی پھبتی کسی گئی، اُنکو
پرانی لکیر کا فقیر کہہ کر بھنایا گیا، اور وہ کونسی اذیت ہے جو انکو نہ پہنچی۔ مگر مرحبا اور ہزار مرحبا
بیشمار مرحبا ہے اُنکے عزم و ثبات کو ہمت و استقلال کو کہ یہ مبارک طبقہ اپنے کام
میں لگا رہا، اور اپنے پاک مقصد سے کبھی نہ ہٹا، اور اپنے مقدس فتوے کا ایک
حرف کبھی نہ کاٹا، اور اپنے علم دین کی پکار میں حق نہ ترک دیا۔ ہمارے گروہ پاک
کے عزم پاک کا پاک نتیجہ ہے کہ انکے پیغام کی آواز بازگشت آج یونیورسٹی سے کالج سے
اسکول سے، کوچہ و بازار سے، در و دیوار سے آرہی ہے، اور ہندوستان کا کونہ
گونجتی ہے جو نعرہ پاکستان سے پرخبر ہے۔ دنیا نے بڑی چالاکی کے بعد اس تخیل کی
ابتدائی کڑی کا نام ڈاکٹر اقبال بتا دیا ہے۔ لیکن اسے کون نہیں جانتا کہ اس پیغام کے لئے
قدرت نے جس پیغامبر کو ہندوستان میں جس کا انتخاب فرمایا، وہ ہماری آل انڈیا سنی
کانفرنس کے ناظم اعلیٰ اور بانی ہمارے حضرت صدر الافاضل استاذ العلماء کی مقبول و
برگزیدہ ذات گرامی ہے، اور اُن ہی نے سب سے پہلے جو اس دولت کو ایک بار اٹھانے لگا
اس میں ڈاکٹر اقبال کی شہرت آگے نکلی۔ بات دور نکل گئی، میں کہنا یہ تھا کہ ہمارے
رہنما ہم سے بے پروا نہیں ہیں۔ کیا کہہ دیں کیا بدلے ہیں؟ اور یہ تو یہ کہنا تو سفید جھوٹ
بولنا ہے، انکی راتیں ہمارے لئے آہیں بھرتی ہیں، انکے دن ہمارے غم میں بسر ہوتے
اُنکے پاس کوئی ایسی دعا نہیں جس میں ہماری یاد نہ ہو، انکی زندگی کا کوئی ایسا
لمحہ نہیں کہ ہماری ترقی اس میں نہ ہو۔ پھر اندھیر نگری کیوں ہے؟ یہ ظالموں کی
غارتگری اور شرپسندوں کی بیباکی کیوں ہے؟ میرے خیال میں اسکا ایک اور صرف ایک

جواب ہے کہ ہمارے پاس سب کچھ ہے، مگر ہمارا کوئی نظام نہیں ہے، ہم میں
کوئی رابطہ نہیں، ہمارا ہر ایک رہنما ایک دوسرے کی حدود سے الگ، ہمارا ہر دائرہ
طبقہ ایک دوسرے سے بے خبر۔ ہمیں معلوم ہی نہیں کہ ہم کیا ہیں، کہاں ہیں، کتنے ہیں
سندھ اہلِ ہند کی نگاہ میں کوئی آسمانی آبادی ہے۔ ہند اہلِ سندھ کے خیال میں
کرۂ زمین کے آخری سرے کا نام ہے۔ کتنے ہمارے پنجابی ہیں کہ لکھنؤ دیکھا
نہیں، بنارس سُنا نہیں۔ کتنے یوپی والے ہیں کہ لاہور دیکھا نہیں، منٹگمری کو
سنا نہیں۔ آل انڈیا سُنی کانفرنس کے لیے ملک کا طوفانی دورہ کرتے ہوئے جب
ہمکو یہ پتہ چلا کہ ہم تو دس کروڑ مدعیانِ اسلام میں سے نو کروڑ ہیں۔ بنگال کے
ایک ضلع چاٹگام اور اسکے حواشی میں ڈیڑھ سو علماءِ اہلِ سُنت مدرسین، مبلغین
مصنفین و اربابِ فتاویٰ ہیں۔ ہمارے سارے ملک میں صرف علماء کا شمار
بیس ہزار سے زائد ہمارے دفتر میں آچکا ہے، تو ہم اسقدر متحیر ہوئے جسقدر ہمارے
سُنی بھائی ہم سے اس حقیقت کو سُنکر حیران ہیں۔ اگر مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے
اسقدر لشکری منظم ہو جائیں، اور اتنے کثیر قائدین کی قیادت مجتمع ہو جائے، تو پھر
کھُلے بندوں غیر مُسلم ہوں، یا مُسلم نما غیر مُسلم ہوں، کیا مجال کہ کوئی ہم سے ٹکرا سکے
اور کیا طاقت کہ ہمارے سامنے آسکے۔ کُشتی لڑنا درکنار، ہاتھ ملانے کی جرأت نہیں کرسکتا
ساری سازش تارِ عنکبوت ہو جائے، ساری چیخ پکار مکھی کی بھنبھناہٹ سے زیادہ
وقیع نہ رہے۔ ہمکو جب یہ محسوس ہوا تو ملک و ملت کی حالتِ ملجئہ میں ہمارے لیے کوئی
چارہ کار اسکے سوا نظر نہ آیا کہ آپ سرداروں کو ایک جگہ بٹھا دیں، اور خود وفاداری کا
عہد کریں، آپ ججوں کی ایک عدالت بنائیں اور اپنی تقدیر کا فیصلہ چاہیں۔ آپ
معالجین کو ایک مقام پر بٹھا کر اپنی بیماریوں کا علاج کرائیں۔ اب آپ کے کریمانہ اخلاق
ہیں اور ہماری قابلِ رحم حالت ہے جس نے جرأت دلائی، اور اللہ تعالیٰ کا ہزاروں شکر ہے

کہ ہم نے مرنے سے پہلے آپ حضرات کو ایک مقام پر جمع کر دیا۔ نہ ہم میزبان ہیں، اور نہ آپ مہمان۔ بلکہ ہم جاں بلب ہیں، اور آپ مسیحا دم ہیں۔ آپ ہماری کراہ سے نہ گھبرائیں آپ ہماری بےچینی سے بےچین نہ ہوں۔ ہم آپ کی خاطر کیا کر سکتے ہیں؟ ہمارے پاس کھلانے کو روٹی کا ایک سوکھا ٹکڑا بھی نہیں ہے۔ ہم آپ کو کہاں ٹھہرائیں؟ ہمارے پاس تو کھپولنس کا چھپّر بھی نہیں ہے۔ اگر آپ پسند فرمائیں تو آپ کے ٹھہرنے کے لیے ہمارے خانۂ دل کی ویرانیاں حاضر ہیں، اور آپ کی خاطر کے لیے جان حاضر ہے۔ ہم گدایانہ عجز اور پوری ذمہ داری کے ساتھ کہتا ہوں کہ ہم حاضر ہے۔

تبلیغ اسلام

مشائخ عظام و علمائے اعلام! ہم وہ دن دیکھنا چاہتے ہیں کہ ہمارا ہر فرد مبلغ ہو، ہماری پرانی تاریخ یہی تو تھی کہ بادشاہ مبلغ، رعایا مبلغ، علماء مبلغ، عوام مبلغ، پیر مبلغ، مرید مبلغ، سوداگر مبلغ، مزدور مبلغ، کوئی ہے جو رسولِ پاک کے دستِ پاک پر اسلام قبول کر کے مبلغ نہ بنا ہو؟ کوئی مثال ہے کہ صحابۂ کرام سے دولتِ ایمان پانے والا مبلغ نہ ہوا ہو۔ تبلیغ تو اسلام کا اصلی سرمایہ ہے۔ تبلیغ تو اسلام کا دوسرا نام ہے یہودیت میں سازش کے سوا کیا رکھا تھا۔ نصرانیت کا منتر لیے رہنے والا کان کے سوا میدان میں ٹکنے کے قابل کب تھا۔ مشرکین کے اوہام و خیالات میں تبلیغ کی روح کیسے آتی۔ سب کے سب اپنے دین کے نام کو اپنی پرائیویٹ جائداد کی طرح چھپائے رکھتے تھے کہ تبلیغ کا شہسوار اسلام میدان میں آگیا اور تبلیغ کے سورج کو چمکا دیا، صداقت کی روشنی کو پھیلا دیا، ہدایت کی دلوں میں تڑپ پیدا کر دی، تزکیہ و ارشاد کا دروازہ کھول دیا، جن و انس کو اپنے دائرہ میں لے لیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو مامور فرمایا کہ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ۔ رسولِ پاک نے اپنے غلاموں کو حکم دیا بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ بِکَلِمَۃٍ۔

میرا جدِ اعلیٰ جیلان میں پیدا ہوا، اور گھر کو چھوڑ کر بغداد چلا گیا، میرے

ہندوستان کا بادشاہ بہشت میں پیدا ہوا، اور اجمیر چلا آیا، میرا سلطان سمنان چھوڑ کر کچھوچھہ آیا۔ میں غوث کی بارگاہ میں نیاز مند کا کرہ میں خواجہ کی خواجگی کے حضور وفاداری کا حلف اٹھا کر، میں اپنے سلطان کی سرکار میں عقیدت کا نذرانہ لیکر کہتا ہوں کہ یہ سب کچھ شرف اور صرف تبلیغ دین کے لیے تھا۔ تبلیغ ہماری اور صرف ہماری دولت تھی۔ مگر آہ کہ یہ امر اہم بے نظمی کی نذر ہوا۔ عیسائی مشنری ایک نظام کے ماتحت ہے۔ وا تمہ پرست مشرکین کا منظم سنگٹھن اور شدھی کی ناپاک تحریک ہے اور الحمد للہ کہ ایسی بوجہ ہی ہے کہ تبلیغ جسکا حصہ ہے اسکا نہ کوئی مرکز ہے نہ انتظام ہے۔ کاش ایک آل انڈیا دفتر ہو، ہر صوبہ میں اسکی شاخیں ہوں۔ ہر ضلع میں اسکا آفس ہو۔ ہر تحصیل میں اسکا انتظام ہو۔ ہر قریہ میں ایک ہی طریقہ کار ہو، تو آپ دیکھ لینگے کہ ملک کی مردم شماری میں غلامانِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کا اضافہ کس تیزی سے ہو رہا ہے۔

حضرات! دنیا میں ایک ذہنی انقلاب ہے، اور قوموں کے کان ایسے پیغام کی تلاش میں ہیں جو انسانیت کو انسانی شرف بخشے، زمین کو گہوارۂ امن و امان بنا دے جہاں روح بر سر عمل ہو، اور نفس کا وجود و عدم برابر ہو۔ اور آپ حضرات جانتے ہیں کہ وہی چیز ہے جسکا نام پاک اسلام ہے۔ اسی تبلیغ کی ایک اہم اور محسوس شاخ تعلیم مذہبی ہے، تعلیم ہی سے قومی دماغ کی تعمیر کیجاتی ہے، تعلیم ہی سے صحیح تدبر اور درست تفکر کی اہلیت ابھاری جاتی ہے، اور تعلیم ہی سے قوم کو اسکے اعلیٰ سانچے میں ڈھالا جاتا ہے۔ اس تعلیمی آوارگی کا خطرناک نتیجہ ہے کہ قرآن و حدیث کا پیارا پیارا نام لیکر آپ کو ایسے لوگ نظر آتے ہیں، جو خود مسخ ہو گئے ہیں اور اسلام کو مسخ کرنے کا ننگ کر لیا۔ گزشتہ ایک صدی کے اندر جتنے فتنے برطانوی سایہ میں جنم لیے، وہ سب تعلیمی خامی کی ماتمی یادگار ہیں۔ عقل کی سلامتی صحیح تعلیم سے بلتی ہے

تعلیم مذہبی

کاش ایک مرکز سے سب وابستہ ہوں، مرکز کی نگرانی میں ہر صوبہ میں دفتر ہو، ہر ضلع کا ایک تعلیمی انسپکٹر ہو، ہر جگہ ایک نصاب ہو، ایک ہی پرچہ سوالات کا جواب ہر مدرسہ کا طالبعلم دے۔ ضلع کا مدرسہ تحصیلوں میں شاخیں کھولے اور تعلیم کو اس طرح گاؤں گاؤں پھیلا دیا جائے کہ آنیوالی نسل کا ایک فرد بھی جاہل نہ رہ جائے اور چونکہ ہر مسلمان کو مسلمان ہوتے ہی صبح سے شام اور شام سے صبح کرنا ہر ہر منٹ ایک اصولی انسان کی طرح ہوتا ہے، برکت التعلیم سے ہر آن اسلامی آن بن جائے تو پھر اس آن کی وہ آن و شان ہے، جسکو ہم پاکستان کہتے ہیں۔ دینی تعلیم کی وسعت میں انگریزی دانوں کو لیا جائے، انکو سہولت بہم پہنچائی جائے، ائمہ مساجد کا ایک نصاب ہو، اور کوئی امام بے سند نہ رہ جائے، بڈھوں کے لیے شبینہ مکاتب کھولے جائیں، آسان زبان میں دین کی تعلیم کے لیے کتابیں تصنیف ہوں، اور ہر تصنیف پر "جمہوریت اسلامیہ" کی نگرانی ہو، وہی کتاب سنّی پڑھے جس پر "جمہوریت اسلامیہ" کی تصدیق ہو، علوم جدیدہ کو عربی و اردو زبان میں لایا جائے اور علماء اُن سے واقف کیے جائیں سیاسیات، اقتصادیات، تاریخ وغیرہ کا مستقل کورس ہو، سُنّی لائبریری، سُنّی مدرسہ، سُنّی اسکول، سُنّی کالج، سُنّی یونیورسٹی، دین و دنیا کی حامل بن جائے، اور اُس سے ایسے دل و دماغ پیدا کیے جائیں جو صدق و صفا، عدل و وفا، شرم و حیا، جود و سخا، دشمنوں سے جدا اپنوں پر فدا ہونے میں سبقت کا جذبہ رکھتے ہوں۔ جن کا جینا و مرنا اللہ کے لیے ہو، تو پھر آپ یقین رکھیں کہ خلیج بنگال اور بحیرۂ ہند کی درمیانی خشکی میں پاکستان ہی پاکستان نظر آئے۔ جو قوم علم میں، عمل میں، اخلاق میں پاک ہو جاتی ہے وہ جہاں قدم رکھتی ہے، اُسکو پاکستان بنا دیتی ہے۔

حضرات! آپ پر روشن ہے کہ سُنّیوں کی ساری کمزوریاں اسی صحیح تعلیم کی

کمی کا نتیجہ ہے۔ جب علم درست طور پر آجاتا ہے، تو خود معلوم ہو جائیگا کہ دوسرے ادیان و مذاہب کی طرح اسلام نہیں ہے کہ کچھ عقائد، کچھ خیالات، کچھ اوہام پر اعتقاد کرکے اسکا نام دین رکھ لیا جائے۔ اسلام تو خود حقائق کے اعتراف کے ساتھ اپنے پیرو کو میدانِ عمل میں کھڑا کردیتا ہے۔ عقیدۂ توحید سے لیکر معاد کی تمام تفصیلات کو اسلیے منواتا ہے کہ جو کچھ مانتا ہے اُسکو کرکے دکھلا دیتا ہے، اسلام انسان کو عملی انسان بناتا ہے۔ دینداری کی سند شخصی کردار پر دیتا ہے۔ صاحبِ ثروت، تلاج ہو یا مسکین و محتاج سب کے لیے اسلام نے مکمل پروگرام بنا دیا ہے۔ یہ اسلام کا وسیع روحانی نظام ہے، جس نے خدا کی پرستش کو رکوع و سجود ہی میں محدود نہیں کیا، اور نہ مسجد ہی کو اسکے لیے خاص کیا، بلکہ اسلام سونے کو جاگنے کو، چلنے پھرنے کو جم کر بیٹھنے کو، کھانے پینے کو، اہل و عیال کی نگرانی کو، بال بچوں کی پرورش کو، صنعت و حرفت کو، کاروبارِ تجارت کو، مزدوری و محنت کو، خلق کی خدمت کو، بزم کو رزم کو سب کو عبادت بنا دیا ہے۔ یہ اسلام نے بتایا ہے کہ عبادت بازاروں میں بھی ہوتی ہے۔ اور کارزاروں میں بھی ہوتی ہے۔ ارکان صوم و صلوٰۃ و حج و زکوٰۃ سے بھی ہوتی ہے۔ اور قدم کی رفتار اور تلوار کی جھنکار سے بھی ہوتا ہے [illegible] اور ڈھیلوں سے بھی ہوتی ہے، اور کشتی کے اکھاڑوں میں بھی ہوتی [illegible] مسلمان اپنی زندگی کے ہر لمحہ میں اسلام کی بدولت خدا کو راضی کرتا [illegible] قبائل کے خون کی حفاظت کے ساتھ ساتھ انسانی برادری کا پیغام [illegible] تفاوتِ مدارج کی بنیاد ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم فرما [illegible] صالح پر رکھدیا ہے۔ اسلام کے پروگرام نے دنیا کو تجربہ ہو چکا ہے کہ اُمیوں کو استادِ زمانہ بنانے والا، غیر متمدن کو تمدن کا معلم [illegible] بکریوں کے چرانے والوں اور اونٹ کے [illegible] بانوں کو تخت و تاج کا مالک [illegible]

بے امنوں کے گہوارہ کو دار الامن کر دینے والا اسلام اور صرف اسلام ہے،
مگر آہ کہ جہالت و بے خبری کے خطرناک نتائج ہمارے سامنے ہیں، بے عملی ملت پر
چھا گئی ہے، مسجدیں ویران ہیں، ان کے امام بیشتر بے سند ہیں، اسلامی کلچر پر
تصرف یا تجدد کی لعنت لائی جاتی ہے، خانقاہوں کا صحیح استعمال چلا جا رہا ہے
ہر ایک نیا نیا لائحہ عمل اپنے جی سے بناتا ہے، قانون ساز کونسلوں کی بلا جب سے
ملک میں آئی ہے ان نادار ادان کو دیکھ کر جن کے پاس کوئی حتمی قانون نہیں ہے
اور وہ اپنی سوسائٹی کے لیے قانون سازی پر مجبور ہیں۔ اب مسلم نشست پر بیٹھنے والے
بھی قانون سازی کے مرض میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ ہر قوم کا قانون ساز جب قانون
بناتا ہے، تو وہ گویا اعلان کرتا ہے کہ اسکے پاس اس بارے میں کوئی قانون نہیں
کیا مسلمان کہلانے والا مسلمانوں کی نمائندگی کرتا ہوا قانون سازی کر کے اسلام
کو غیر مکمل قرار دینے کا حق رکھتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ پھر یہ منکر ہٹ خلع بل کیا بلا ہے؟
یہ سارنا ایکٹ میں قوم مسلم کا شمول کونسی لعنت ہے؟ - اور جہالت کا مہلک اثر
یہ ہے کہ بے خبر ہیں، اور اپنے کو باخبر سمجھتے ہیں۔ علم دین میں ایک ان پڑھ سے
بھی بدتر ہیں، اور پھر علماء دین کے منہ آتے ہیں) - برطانوی فقہ کے پست
تصورات کا عادی اسلامی فقہ کی بلندیوں تک کیسے پہنچے۔ کمزور انسان کے
بنائے ہوئے کمزور قانون سے جو روزانہ بگڑا کرتے ہیں پیشہ ورانہ اجہاد دماغ کو
المنت اور الٰہی قانون تک باریاب نہیں کرتا۔ اس کام کو مرکزی دار التصنیف
اپنے ہاتھ میں لے۔ نکاح و طلاق، وراثت اور سارے معاملات میں اسلامی نظام کو
قانون بنا دیا جائے، غیر مشروع قوانین کو ختم کر دیا جائے۔ مسلمانوں کے قضایا کے لیے
اسلامی دار القضاء کو حکومت سے منوایا جائے، اور قانون سازی کے چسکے کو مٹا کر
قانونِ اسلام کی تنفیذ ہی مسلم نشست والوں کا کام رہ جائے۔ خانقاہوں کو

[Margin notes, partly legible: قانون ساز کونسلوں ... ; دار التصنیف ... قانون]

نشرِ علم کا ادارہ بنادیا جائے۔ میلاد شریف کی محفلوں کو بزمِ تبلیغ کردیا جائے۔ اعراسِ بزرگانِ دین میں سُنّی کانفرنس کی صبح ڈالی جائے۔ مسلمان کی صورت کو مسلمان کیا جائے، اور مسلمان کی سیرت کو مسلمان کیا جائے، مسلمان کی روح کو بھی بلند کیا جائے، اور مسلمانوں کی جسمانی صحت کو معیاری طور پر قایم کیا جائے اور بتا دیا جائے کہ ہر مسلمان اپنی قوم کا سرمایہ ہے جسکی ذمہ داری خود اس مسلمان پر بھی ہے ہمارے کالج کے بچوں کو دیکھو تو چہرہ پر خون کا چھینٹا تک نہیں، بھرے بھرے بازوؤں اور اونچے اونچے سینوں اور لمبی لمبی داڑھیوں والی قوم بیمار ہوجائے، کراہنے لگے زمانہ روپ بھرنے لگے تو کتنی بڑی شرم کی بات ہے۔

حضرات! وقت آگیا ہے کہ خلافتِ راشدہ کے عہد کو پلٹایا جائے اور سارے نظامِ شریعت کو اسلامی دنیا کا نصب العین بنادیا جائے۔ یہ کام زیادہ سرمایہ نہیں مانگتا، اپنا پریس، اپنا پلیٹ فارم، اور اپنا ہر کام ایسا ہے کہ غریب سنیوں کی برائے نام کمائی بھی اسکے لیے کافی ہے۔ سنیوں کے پاس اوقاف اسقدر ہیں جنکو درست کرکے، برطانوی اصول پر نہیں، اسلامی اصول پر خرچ کیا جائے، تو ایک سلطنت کا نظام چل سکتا ہے، ورنہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ دینی تعلیم کے نام پر وقف ہے اور الحادی علوم پر خرچ ہو رہا ہے، مسجد پر وقف ہے اور سنی وقف بورڈ کے دفتری نظام پر خرچ ہو رہا ہے۔ اگر اوقاف کی آمد و خرچ پر کنٹرول کرلیا جائے تو بجٹ میں کبھی کمی نہیں ہوسکتی۔

حضرات! ہمکو مدارس اور دارالافتا ہوں کے ساتھ اکھاڑوں کی شدید حاجت ہمارے پہلے بزرگوں نے اکھاڑوں کو جوانوں کا عبادت خانہ بنا رکھا تھا۔ وہ تندرستی کے لیے تو بڑی ضروری چیز ہے۔ یہ چیز بھی ہم مسلمانوں کی غواصی، تیراکی شہسواری اور لکڑی ہمارا وہ مشغلہ تھا جس میں ہمارا کوئی ثانی نہ تھا۔ ہماری تندرستی

ضرب المثل بن گئی تھی۔ ہمارے جوان کو نفیس تر ... شکل کہا جاتا تھا، مگر آج
تندرستی کھو دینے سے بزدلی، تن آسانی، کاہلی، چہروں کی بے رونقی، اور پھر لازمی
طور پر بیماری، ونادارتی آگئی ہے۔ تعلیم کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اکھاڑہ ایک مستقل
ادارہ ہے، جسکو زیادہ سے زیادہ ملک میں پھیلا کر ان ایک نظام میں بنیان مرصوص
کی طرح قومی حفاظت کا قلعہ بنانا ہے، ورنہ کمزور افراد کی نسل اور بھی کمزور رہے گی،
اور کمزوری وہ بلا ہے جسکے بعد چاروں طرف سے بلائیں آنے لگتی ہیں۔ بیکاری قرضدار
بناتی ہے، معاش کے دروازہ کو بند کر دیتی ہے، اور آخر میں روٹی کے لیے ضمیر فروشی
ملت فروشی، جاسوسی کے لیے قوم کا غدار دین کا باغی ہو جاتا ہے، جسکو ہم آپ برابر
دیکھ رہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ محتاجی جرائم کی ماں ہے، اور میں کہتا ہوں کہ تندرستی
نہ ہونا محتاجی کا باپ ہے، اور جب یہ ماں باپ مجتمع ہو جاتے ہیں، تو بے پناہ
بلاؤں کی نسل جنم لیتی ہے۔

اے صد ہزار احترام و عظمت کے پیکر بزرگو! کام بہت ہے، ہماری بیماریاں
حد سے زیادہ ہیں، ہماری کمزوریاں لاانتہا ہیں، اور آپ کو ہمارے لیے بہت دکھ
اٹھانا ہے۔ آپ تبلیغی نظام سے بسم اللہ فرمائیں، مبلغین پیدا کریں اور میدان
تبلیغ میں بھیج دیں، اور ایک سال کے اندر سارے ملک کے سنیوں کی مردم شماری
کر لیں۔ اس رجسٹر کا خاکہ ایسا ہو کہ ہر سنی کا نام بقید ولدیت ہو، مکمل پتہ ہو، عمر،
پیشہ، مالی حالت، تعلیمی حالت، قرضدار ہے یا نہیں، صورت ادائے قرض، ادائیگی کے امکانات
... آبادی، مسجد ... امام ... آبادی، سینما، ... زمینداری،
تھانہ، تحصیل، ضلع، حکومت کی مقامی ... کوئی مدرسہ ہے یا نہیں، اس طرح
اندراج ہو کہ دفتر میں دیکھ کر وہاں کا نقشہ مکمل طور پر آنکھوں کے سامنے آجائے۔
ابھی ... تمام مدارس اہل سنت کی تعداد، نصاب تعلیم، ذرائع آمدنی، کیفیت

تبلیغی نظام ... مردم شماری

مصائب بھی درجِ حشر ہو جائیں، تو بعونہٖ تعالیٰ و بعون حبیبہٖ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم
قوم خود بخود ابھرنے لگے گی۔ اور نظام و اجتماع کی روح تیزی سے ملت میں دوڑے گی،
اور دوسری قومیں جو پچاس برس میں نہ کر سکیں، وہ مہینوں میں آپ کریں گے،
یہ تو بیمار کو تندرست کرنا ہے۔ آپ حضرات نے تو مُردوں کو جِلایا ہے۔ اپنے اولیاء کی
کرامات حق ہونے پر ہمارا ایمان ہے، اپنے علماء کے منصب نیابتِ رسول پر ہمارا
اطمینان ہے، جو تاخیر تھی وہ آپ کے یکجا نہ ہونے کی تھی، وہ بھی بعونہٖ تعالیٰ میسر آ گئی،
اب ہماری شفایابی یقینی ہے، ہماری کامیابی نظر آ رہی ہے، اس سے زندگی کی آس
لگانے میں حق بجانب ہیں، اب آپ کی پاک نگاہیں، پاک تدبیر، پاک تعلیم ملک کو ایک نئی اعلیٰ کر دیگی۔

پاکستان کیا ہے؟

میرے دینی رہنماؤ! میں نے عرض داشت میں ابھی ابھی پاکستان کا لفظ استعمال
کیا ہے، اور پہلے بھی کئی جگہ پاکستان کا لفظ آچکا ہے۔ ملک میں اس لفظ کا استعمال
روز مرہ بن گیا ہے، در و دیوار پر "پاکستان زندہ باد"، تجاویز کی زبان پر "پاکستان
ہمارا حق ہے"، نعروں کی گونج میں "پاکستان لے کے رہینگے"، مسجدوں میں خانقاہوں میں
بازاروں میں، ویرانوں میں لفظ "پاکستان" لہرا رہا ہے۔ اس لفظ کو پنجاب کا
یونینسٹ لیڈر بھی استعمال کرتا ہے، اور ملک بھر میں بے لیگی ہم بولتا ہے، اور ہم
سُنیوں کا بھی یہی محاورہ ہو گیا۔ اور جو لفظ مختلف ذہنیتوں کے استعمال میں ہو
اُسکے معنی مشکوک ہو جاتے ہیں، جب تک بولنے والا اسکو واضح طور پر نہ بتا دے، لہٰذا
پاکستان [illegible] کے ہاتھ میں [illegible] پاکستان
کے تعلق [illegible]
[illegible] ایک دوسرے سے لڑتے بنا [illegible] اگر [illegible] تو ملک کا [illegible]

اسکا ذمہ دار ہے۔ لیکن جن سنیوں نے **لیگ** کے اس مبنٰی کو قبول کیا ہے اور
جس اہمیت پر وہ حلقہ میں لیگ کی تائید کرتے پھرتے ہیں وہ صرف اسقدر ہے کہ
ہندوستان کے ایک حصہ پر اسلامی یا قرآنی آزاد **حکومت** ہو، جس میں غیر مسلم
ذمیوں کے جان و مال، عزت و آبرو کو بحکم شرع امن دیجائے، انکو ان کے
معاملات کو انکے دین پر چھوڑ دیا جائے، وہ جانیں ان کا دھرم جانے، ان کو
اَتِمُّوا اِلَیْہِمْ عَہْدَہُمْ کا حکم سنا دیا جائے، اور بجائے جنگ و جدل کے صلح و امن کا
اعلان کر دیا جائے۔ ہر انسان اپنے پر امن ہو کر مطمئن ہو جائے۔ اگر سنیوں
کی اس سمجھی ہوئی تعریف کے سوا لیگ نے کوئی دوسرا راستہ اختیار کیا، تو کوئی
سنی قبول نہیں کرے گا۔ ان سنیوں نے نہ دستورِ اساسی پڑھا ہے نہ تجاویز پڑھی
ہیں، نہ اخبارات کے ہنگامی اڈیٹوریل دیکھے ہیں، نہ غیر ذمہ داروں کے لیکچر سنے
وہ تو صرف اتنا سمجھ کر کہ آزاد حکومتِ اسلامی اقتدار لیگ کا مقصد ہے اسکے ساتھ
ہو گئے ہیں، اور انکے پوائنٹ سے لیگ باقی ہی نہیں رہتی۔ اسکے دستورِ اساسی کا کیا
سوال ہے۔ اب تو تمام سنیوں نے جو یقین کر لیا ہے وہی دستورِ اساسی بھی ہے
وہی تجاویز منظورہ بھی ہیں۔ لیگ انکے لیے کوئی نیا دین نہیں ہے جسکو سوچ سمجھ کر
ٹھونک بجا کر قبول کیا جائے، بلکہ لیگ انکے جذبات کی محض ترجمان ہے، جسکو
وہ لیڈروں سے زیادہ خود سمجھ رہے ہیں۔ خیر یہ تو لیگی زبان میں پاکستان کی بحث تھی
لیکن آل انڈیا سنی کانفرنس کا "پاکستان" ایک ایسی خودمختار آزاد حکومت ہے
جس میں شریعت اسلامیہ کے مطابق فقہی اصول پر کسی قوم کی نہیں، بلکہ اسلام کی
حکومت ہو، جسکو مختصر طور پر یوں کہیے کہ خلافتِ راشدہ کا نمونہ ہو۔ ہماری آرزو ہے
کہ اسی وقت ساری زمین پاکستان ہو جائے، لیکن اگر عالمِ اسباب میں رفتہ رفتہ
درجہ بدرجہ، حصہ بحصہ، تھوڑا تھوڑا کر کے پاکستان بنتا جائے، تو اس کو بنایا جائے

کسی حصۂ زمین کو پاکستان بنانا اسلئے ہو اور دوسرے حصہ کے ناپاک رہنے پر
رضامندی نہیں ہے۔ بلکہ عالم اسباب میں حسب تدریج ہے۔ ہندوستان تک
صحابہ کرام نہیں پہنچے، تو وہ اسلئے نہ تھا کہ ہندوستان کے کفریات و شرکیات سے راضی
تھے، بلکہ اسکا سبب یہ تھا کہ ابھی وہ مرحلہ ہی نہ آیا تھا۔ صلح حدیبیہ کا یہ ترجمہ
کسی جانور نے بھی نہیں کیا کہ اس میں مکہ کے کفر و کفار سے رضامندی پائی جاتی ہے
بلکہ عالم اسلامی کو صاف نظر آنے لگا کہ مکہ جلد پاکستان ہونے والا ہے۔ معاہدے
اور صلحنامے وَاَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم کی تعمیل میں ہوتے ہیں، اور بعد
استطاعت خود ختم ہو جاتے ہیں۔ آل انڈیا سنی کانفرنس کے پاکستان کے خلاف
زبان کھولنے اور قلم چلانے سے پہلے خوب سوچ لیا جائے کہ داور محشر کے سامنے
کیا عذر لیکر جائینگے۔ پاکستان میں اس مجرم کو نہ بخشا جائیگا جو کلمہ پڑھ کر اپنے کو
سنی کہکر اسلامی اقتدار کے راستہ سے چڑھتا ہو۔

ہاں یہ عرض کر دینا ہے کہ اس حال میں وزارتی مشن کے سامنے بتایا جاتا ہے کہ ڈاکٹر خان
بھی پاکستان کا نعرہ لگا رہے ہیں، لیکن یہ پاکستان ایسا ہے کہ جسکو سنکر پاکستان کا
بڑے سے بڑا دشمن بھی ناراض نہیں۔ کیا عجب ہے کہ دو گز کے پاجامے پہننے والوں
کے لیے لنگوٹیہ پاکستان بنانا منظور ہو۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

حضرات! سطور بالا میں مسلم لیگ کا نام آگیا ہے، اور اسطرح آیا ہے کہ وہ
سنی کانفرنس کے بالکل جداگانہ ایک نظام ہے۔ یہی حقیقت بھی ہے۔ مسلم لیگ کا
پروگرام عارضی ہے جو صرف پاکستان پر ختم ہو جاتا ہے، اور آل انڈیا سنی کانفرنس کا
پروگرام دوامی ہے۔ پاکستان کی تعمیر کا اہتمام لیگ کو سنی مسجدوں، سنی اداروں،
سنی خانقاہوں، مدرسوں، عرسوں، میلادوں، مذہبی تقریبوں کے اموال سے کوئی
سروکار نہیں، اور نہ وہ صرف سنیوں کے نام پر کام کرتی ہے۔ پاکستان کا حق ملا تو

مسلم لیگ کو نہیں ملے گا، برطانوی مسلمانوں کو ملے گا، اور ان میں غلبہ محمدی مسلمانوں یعنی سنیوں کا ہے، تو پاکستان کا حق سنیوں کو ملے گا۔

سنی کیسا پاکستان بنائینگے؟ اس میں کسی بحث کی گنجائش نہیں، عہدِ صدیقی کو دیکھ لیا جائے، دورِ فاروقی کی سیر کر لی جائے، عثمانی زمانہ کو نظر کے سامنے لایا جائے خلافتِ علویہ کا دیدار کر لیا جائے، اسی قسم کا پاکستان بنائینگے۔ اگر سنیوں کو زندہ رہنے کا اپنے دین کی حفاظت کرنے کا، اپنے مستقبل کو سنوارنے کا، اپنی قوم کو ہلاکت سے بچانے کا اپنی مسجدوں کو آراستہ کرنے کا، اپنی خانقاہوں کو سجانے کا، اپنے اداروں کو درست رکھنے کا حق دوسری قوموں کی طرح ہے اور ضرور ہے، تو پھر ہر تنظیم سے زیادہ ضروری سنیوں کے لیے آل انڈیا سنی کانفرنس ہے۔ ہم نے مانا کہ انگریز اب ہندوستان پر حکومت کرنے سے تھک گیا ہے، اور منافع کے سوا خطروں سے الگ رہنا چاہتا ہے، اور وہ کو نسلی حکومت ہندوستان کو دے ڈالنا ہی چاہتا ہے، اور مانا کہ یہ دیکھ کر ہندوستان کی اکثریت کے منھ میں پانی بھر آیا ہے، اور وہ بلا شرکت غیرے اس حق کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اور مانا کہ اسکا جواب یہی رہ گیا ہے کہ قانون جسکو مسلمان کہہ دے اُسکو یکجا کر کے اکثریت کے رام راج والے خواب کو شرمندۂ تعبیر نہ ہونے دیا جائے۔ اور مانا کہ مسلم لیگ اسی پوزیشن میں ہے۔ اور یہ بھی بالفرض مانا کہ مسلم لیگ کے سوا عہدِ حاضر کی چالبازیوں اور دھاندلیوں کا کوئی جواب نہیں، لیکن پھر بھی سنی مسلمانوں کو اپنی ملی تنظیم کی آج اسی قدر حاجت ہے جسقدر پہلے تھی۔ ہم سے مسلم لیگ کو اسی کی امید رکھنی چاہیئے کہ اسکا جو قدم سنیوں کے سمجھے ہوئے پاکستان کے حق میں ہوگا، اور اُسکے جس پیغام میں اسلام و مسلمین کا نفع ہوگا، آل انڈیا سنی کانفرنس کی تائید اُسی کو بیدریغ حاصل ہوگی، اور دینی امور میں ہاتھ لگانے سے پہلے آل انڈیا سنی کانفرنس کی رہنمائی اُسکو قبول کرنی پڑیگی، اور ضرور کرنی پڑیگی۔

آل انڈیا سنی کانفرنس کا اجلاس بنارس

اگر ہماری حق گوئی کسی کے نزدیک جرم ہے، اور کسی لیگی کے نزدیک یہ ہماری طرف سے لیگ کی دشمنی ہے، تو ہمیں ڈیفینس میں ایک لفظ نہیں کہنا ہے، اور اگر لیگ کے دشمنوں کے نزدیک یہ ہمارا لیگی ہو جانا ہے، تو ہم اس خوش فہمی کو بھی قابلِ مضحکہ سمجھتے ہیں۔

دنیا کو ہمیشہ یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ جس طبقہ نے عالمگیر و جہانگیر کی تلواروں میں صداقت کی، عباسیوں کی جلالت پر اپنے اقتدار کا پرچم لہرایا، یعنی علماءِ حق وہ نہ کسی مغرور کے دبائے دبتے ہیں، نہ کسی شکی وہمی سے الجھتے ہیں، نہ کسی بدزبان بے لگام کو پرِ کاہ برابر سمجھتے ہیں، وہ صرف اپنے خدا سے ڈرتے ہیں، حق گو ہیں، حق پرست ہیں، اور صرف حق کا اقتدار چاہتے ہیں۔

اے ہمارے شفا بخشنے والے حکماءِ اسلام! ہم نے اپنی بیماریاں بیان کر دیں، اور بیماریوں نے اسقدر نڈھال کر دیا ہے کہ ہم تھک گئے ہیں، اور ہماری بیماریوں کا بہت کچھ بیان رہ گیا ہے، آپ کی انگلیاں ہماری نبض پر ہیں آپ کی حذاقت نے ہم کو بتا دیا ہے جو ہم نے کہا وہ بھی اور جو نہیں کہا وہ بھی آپ کی فراست کے سامنے ہے۔ للہ ہمارا علاج کیجئے۔ اپنے رسولِ پاک کا صدقہ ہمارا امداد کیجئے، غوث کے نام کی بھیک دیجئے، خواجہ کے طفیل خبر لیجئے، نقشبندی سرکار کا صدقہ دیجئے۔

ہائے ہم تو اس قابل بھی نہیں کہ آپ کو رسمی طور پر بھی کہہ سکیں کہ ہماری خادمانہ گزارشوں کو معاف کیجئے، یہ وہ ہے جو کچھ نذرِ خدمت کرتے ہیں تو آپ کو اس … پر زحمت دیں کہ اپنا راشن اپنے ساتھ لائیے، ہم ایک نوالہ بھی نہیں دے سکتے۔ ایک مرتبہ سنی کانفرنس میدانِ کربلا میں قائم ہوئی تھی، کہ نہرِ فرات آج تک شرم سے پانی پانی ہے۔ آج بنارس کی گنگا کا یہی حال ہے کہ

ہمیشہ آباد رہے۔ ہم شرم کے مارے اپنے سر جھکائے ہوئے آپکی وفاداری کا عہد کرتے ہوئے آپ کا خیر مقدم کرتے ہیں، اور اپنی مجلسِ استقبالیہ کے مخلص درویشوں کے لیے درخواستِ دعا کے ساتھ خاموش ہوتے ہیں، اور ہماری یہی خاموشی آپ کے کریمانہ اخلاق کا اعتراف اور اپنی مجبوریوں پر رحم کی بہزار ادب درخواست ہے۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا وفادار

فقیر اشرفی وگدائے جیلانی ابو المحامد سید محمد غفرلہ کچھوچھوی

(صدر مجلس استقبالیہ "آل انڈیا سنی کانفرنس" بنارس)

۲۷۔ اپریل ۱۹۴۶ء

إنّ من البيان لسحرا

الخطبۃ الاشرفیۃ للجمہوریۃ الاسلامیۃ

یعنی

خطبۂ صدارت آل انڈیا سنی کانفرنس اجمیر شریف ۱۹۴۶ء

۵-۶ رجب المرجب ۱۳۶۵ھ کو آل انڈیا سنی کانفرنس کے اجلاس
مسجد شاہجہانی واقع درگاہ معلیٰ اجمیر شریف میں حضرت عالی درجت زاہد برکت
مرجع المشائخ و الاکابر امام من شاہ و گدا دیوان **سید شاہ آلِ رسول علی خاں**
صاحب (دامت برکاتہم) سجادہ نشین درگاہ عالم پناہ **خواجہ غریب نواز** قدس سرہٗ
کی دعوت اور ہدایت کے ماتحت ہوئے تھے، جن کی ایک نشست میں خود حضرت
ممدوح مد ظلہ نے مسند صدارت کو عزت بخشی تھی، اسی اجلاس میں فرزند رسول
جگر گوشۂ بتول، عالم نبیل، فاضل جلیل، رئیس المتکلمین حضرت مولانا الحاج
المولوی السید الشاہ **سید محمد** صاحب محدث اعظم ہند کچھوچھوی قدس سرہٗ
صدر آل انڈیا سنی کانفرنس نے یہ نفیس خطبۂ صدارت ارشاد فرمایا تھا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی منّ علینا اذ بعث فینا رسولا وجمعنا علیٰ کلمۃ واحدۃ وکعبۃ واحدۃ وقرآن واحد وجعل لنا سعیا مشکورا وعملا مقبولا والصلوٰۃ والسلام من ھو حبل اللہ المتین والعروۃ الوثقیٰ بالیقین وھو الذی الّف بین قلوبنا اذ کنا اعداء فاصبحنا بنعمتہ اخوانا وبالّلہ مؤمنین وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ الطیبین الطاہرین وعلی الائمۃ المجتہدین وعلماء امتہ واولیاء ملتہ وشہداء محبتہ وجمیع المتمسکین بسنتہ والمعتصمین وعلینا معہم وبہم دائماً۔ اما بعد!

مشائخِ کرام، علمائے اعلام و برادرانِ اسلام! اللہ اللہ کیسی مبارک گھڑی اور کیسا مقدس مقام، اور کس قدر بلند مقصد آج اس وقت میسّر ہے کہ اگر اس ساعتِ حیات کی برکتیں تمام زندگی کے لمحات کو تقسیم کردی جائیں تو انشاء اللہ تعالےٰ ہم سب کا بیڑا پار ہو جائے۔ یہ شاہجہانی مسجد ہے جس کی بنیاد سے لیکر چوٹی تک جدھر نظر کیجیے تو اس عقیدتمندی کی صاف شفاف و سفید جھلک موجود ہے جو ہمارے تخت و تاج والے حکمرانوں کو دلق و گلیم والے نورانی بوریائوں سے تھی۔ لال قلعہ دہلی کے تخت طاؤسی پر جو سر سب سے اونچا نظر آتا تھا، وہ سب سے زیادہ جھکنے والا، اور جھکانے والا خاکِ پاکِ اجمیر میں دکھائی دیتا تھا۔ سلطان السلاطین و شہنشاہ کا لقب خواجۂ خواجگاں کی جاروب کشی نے بخشا تھا۔ خزانۂ عامرہ والے لعل و جواہر گدڑی والوں سے مانگ کر لیجاتے تھے۔ نبرد آزماؤں کی تلواریں گوشہ نشینوں کی چوکھٹ پر تیز کیجاتی تھیں، کلغی والوں کی کلغیاں ننگے تلو والوں کے تلوے چوما کرتی تھیں۔ آنکھ والوں کے لیے سُرمۂ سعادت بصیرت والوں کی خاکِ پا ہوتی تھی۔ تدبیر والوں کی تقدیریں دُعا والوں کی دُعاؤں سے سنوارتی

جاتی تھیں۔ جاں بازوں اور خطرات کی توپوں کے دہانوں پر سینہ رکھ دینے والوں کی زرہیں نَصْرٌ مِّنَ اللّٰہِ وَفَتْحٌ قَرِیْبٌ پڑھ کر مژدۂ نصرت و فتح دینے والی بشارتوں سے بنتی تھیں۔ عزم والوں کو آہنی عزائم ذکر حدادی والے عطا فرماتے تھے مرکوموں کے طریقہ ذکر ارّہ والوں سے سیکھے جاتے تھے۔ تیر والوں کے تیر بے نظیر برقائم اور قائم بہ نظر والوں کے کنٹرول میں تھے۔ ہوشیاری و باخبری کی تعلیم پاس انفاس والوں کے سپرد تھی۔ ہمت و استقلال کی بھیک دل دانوں سے مانگی جاتی تھی۔ عواقب و نتائج کی باگ ارباب کشف و شہود کے ہاتھوں میں رہتی تھی۔ جہانگیری تزک اور عالمگیری تہوّر کا دارومدار بوریا نشینوں پر تھا۔ اکبری آئین آئین ربانی والوں کی دربانی کرتے تھے۔ اور شاہجہانی حوصلہ کی تعمیر شاہ گردو دلنیل کے ہاتھ میں تھی۔ مگر مرہٹہ کے رسوائے عالم ڈاکوئے مرکر بنیا نے ہاتھ میں خرقہ پوشوں کا دامن رات دن رہتا تھا۔ فقیروں کی خانقاہوں میں راعی اور رعایا ایک ہی پوزیشن رکھتے تھے۔ اخوت و مساوات، محبت و مودت کا آخری فیصلہ مرشد برحق کا ارشادِ حق تھا۔ آنکھوں میں دیکھنے کی صلاحیت تھی، کانوں میں سننے کی اہلیت تھی گداؤں کو شاہوں کی معرفت تھی، محتاجوں نے حاجت روائی کے دروازوں کو پہچان لیا تھا، شیر و شکر کی تجنیس خلق سے دھوکا نہیں ہوتا تھا۔ اولیاء کی ہمسری کا خواب بھی جرمِ عظیم تھا۔ دہلی واجمیر کی درمیانی درازمسافت اور راجپوتانہ کی سنگلاخ زمین اور پُر پیچ پہاڑیاں بھی حقیقت کو پردہ میں چھپا نہیں سکتی تھیں، اور دنیا کے قطب الاقطاب جہاں سے اپنے بخت کی یاوری اور عالم غیب کے روحانی ملک کو حاصل کر چکا تھا وہیں سے مغل تاجداری، اپنی حکمرانیوں اور جہاں بانیوں کی سند پاتی تھی۔ اس شاہجہانی مسجد کے سنگِ مرمر سے پوچھو کہ شاہجہاں نے کس طرح مرمر یہ سعادت حاصل کی کہ اُس کی اس تعمیر پر شاہانہ روزِ سلطان اولیاء کی نظر تھی، جس کی بدولت

ان گنت عارفوں نے معبودِ برحق نے یہاں تعبدی سجدے کیے، اور بیشمار ملائکہ کی یہ ہر وقت گزرگاہ ہے۔ انچ انچ یادِ الٰہی کی یادگاریں ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ مقام کے تقدیس کا خیال کر کے یہاں پاؤں رکھتے ہوئے کلیجہ تھرّاتا ہے، اور سر کے بل چلنے کو دل تڑپتا رہتا ہے۔ یہ تو خانۂ خدا، اور سجدہ گاہِ اولیاء کا حال ہے۔

اور وہ سامنے سلطان السلاطین کا دربار، اور خواجۂ خواجگاں کی سرکار ہے۔ آفتابِ ولایت کی ضیا باریاں ہیں، اور ماہتابِ کرامت کی نور پاشیاں ہیں، فیضِ کرم کا چشمہ اُبلا پڑتا ہے، اور غریب نوازیوں کا سمندر موجیں مار رہا ہے۔ قدسیانِ چرخ اگر آنکھوں سے اوجھل ہیں، تو سرمستانِ زمین ہی کا میلا دیکھ لیجئے سبحان اللہ کیسی شمع ولایت ہے کہ دنیا پروانہ دار فدا ہو رہی ہے۔ کیسا مالکِ تخت و تاج ہے کہ ایک زمانہ جس کا محتاج ہے۔ جسکو ہم امیر کہتے ہیں، وہ یہاں کا فقیر ہے اور جسکو ہم فقیر جانتے تھے، وہ یہیں کا دامنگیر ہے۔ سلطان کا سلطان، بادشاہوں کا بادشاہ، غریب نوازوں کا غریب نواز، خواجوں کا خواجہ، ساقیوں کا ساقی، یاروں کا یار، پیوں کا پیا، محبوبوں کا محبوب، دیکھیے دیکھیے سنہری کلس ہے کہ نور کا بُکا، قُبّۂ بیضا ہے کہ نور ظہور کا تڑکا ہے۔ تجلّیوں کے خواجہ تیری ایسی تجلّیاں، اے قدرت نمائیوں کے داتا تیری یہ کارفرمائیاں۔ آنکھوں میں چکاچوند ہے، دل سرشار ہے، دماغ خدا جانے کہاں پہنچا ہوا ہے، آسمان کا تارا تارا، چمنستانِ دہر کا پتہ پتہ زمین کا ذرہ ذرہ، حاضرین کا ہر چھوٹا بڑا، میری روح کی گہرائیوں کا گوشہ گوشہ میرے جسم کا رونگٹا رونگٹا کس مزے میں زبانِ حال سے گویا ہے کہ ؎

معینا دستگیرا بادشاہا مرشدا خواجہ
طفیلِ رحمۃ للعالمیں چشمِ کرم برما

آج رجب شریف کی چھٹی شب ہے، ہندوستان بھر میں چشتی عید ہے، یارِ حقیقی سے

وصالِ خواجہ کی تاریخ ہے، عرس شریف کا دن ہے، خواجہ بزرگ کی یادگار ہے۔
قرآنِ کریم کی زبان میں اَیَّامُ اللّٰہ میں سے ایک ممتاز یوم ہے، وحیِ الٰہی کی
شہادت ہے کہ خاصانِ حق و مقبولانِ درگاہِ مطلق کا یومِ ولادت و یومِ وصال و
یومِ حشر، تعین تاریخ کے ساتھ لاہوتی سلامتیوں اور ربانی رحمتوں کی بارش
لایا کرتے ہیں، اسیرانِ نفس و معصیت کو رہائی دی جاتی ہے، اپنے رب کا پانے والے
بے حساب پاتے ہیں اور بے تحاشا بانٹتے ہیں، کمائی والے زیادہ سے زیادہ اجرتیں
حاصل کرتے اور اپنے وابستگان کی عطا فرماتے رہتے ہیں، اُن بے شمار نعمتوں میں
سے بھی ایک گرامی یہ ہے کہ آنکھیں ملتی ہیں، آنکھوں کو بینائی ملتی ہے، بینائی کو تیزی
بخشی جاتی ہے، مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی کا صدقہ ملتا ہے، اسلام کی بخشی
ہوئی تیز نگاہی کی حفاظت کا ثمر ملتا ہے۔ دنیا کی تاریخ ہمارے سامنے ہے۔
قوموں نے اپنے گردوپیش آگ پانی مٹی ہوا کو دیکھا تو آنکھیں تھک گئیں اور
حقیقت تک باریاب نہ ہو سکیں، عقلیں سوختہ ہو گئیں، ہوشمندی ڈوب کر رہ گئی،
انسانی شرافت خاک میں، اور فہم و فراست ہوا ہو گئی۔ آسمان کی طرف آنکھ اٹھائیں
تو چاند سورج اور ستاروں سے آگے نہ بڑھ سکیں اور چکاچوند ہو کر رہ گئیں۔ یہ آتش پرستی
اور گنگا پوجا، یہ بت پرستی، یہ ہوائی اوہام نگاہوں کی کمزوریاں نہیں تو کیا بلا ہے؟
چندرما پوجا، سورج پوجا، گیمن پوجا اور ستاروں کی پرستش انہماک نہیں تو
اور کونسی لعنت ہے؟ لیکن اسلام کی تیز نگاہی: اللّٰہ اکبر! آنکھ کھلی اور دیدوں کو
یقین آیا۔ افعال سامنے آئے اور فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ کی قدرتیں نظر آنے لگیں
صفات کی تجلیات نے ذات کی طلب پیدا کر دی۔ اجرامِ فلکیت کے پردے چاک ہو گئے
اختلافِ خلق و ایام کے نظم کو استحکام کر دیا، اور جاتے جاتے حقیقت تک
پہنچ گئیں۔ شیدائے جمالِ کعبہ کے حرم میں آج تک اذان کی صدا پہنچتی ہے، اور عرشِ اعظم

پھنائیاں جنکی اب بھی جوبیاں ہیں، اسلامی آنکھ نے لذت دید میں سرشار ہو کر اس کو اپنے دل میں رکھ لیا۔

یہ اُس اسلامی تیز نگاہی کی کرامت ہے کہ خواجہ خلوت کردہ قبر میں پردہ نشین ہوئے قبر کو تعویذِ قبر نے چھپایا، تعویذِ قبر نے غلاف کی چوندری اوڑھ لی، ان سب پر گنبد آکر چھا گیا، لیکن اسلامی آنکھ کیا یہ کسی چھپانے والے نے خواجہ کو چھپا لینے میں کامیابی حاصل کی۔ تعویذِ قبر پر رخسار رکھ دینے والوں اور غلافِ قبر کو سر پر رکھنے والے آنکھ والوں سے کہ ان سب کا لابس اور قبر کا مقبور کس کو پایا؟ اور اگر پیش نظر نہیں تو لباس میں کیا رکھا ہے، اور اگر مقبور پر نگاہ نہیں تو قبر میں کیا دھرا ہے۔ یہ وہابیت کا اندھاپن ہے کہ ٹٹولتے ٹٹولتے قبر تک پہنچی تو خاک پتھر کے سوا کچھ ہاتھ نہ لگا، اور محروم ازلی ہو کر رہ گئی۔ اور یہ اسلام کی تیز نگاہی ہے کہ قبر کو مقبور سے نسبت بخشی۔ کفار کی قبروں کو اُکھاڑ دینے کی اجازت دی کہ کفر و کفار کو کسی احترام کا حق نہیں، مومنین کی قبر پر اُس آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قدم پاک رکھنا گوارا نہ فرمایا، جسکے تلووں کے نیچے ایمان والوں کی جنتیں ہیں، تو پھر مقبولانِ بارگاہ کی قبروں کا کتنا رتبہ ہوا، یعنی وہابیت کہتی ہے کہ قبر کو دیکھو، اور اسلام کہتا ہے کہ مقبور کو دیکھو۔

یہ تو ہم مسلمانوں کا روز مرہ ہے کہ قرآن شریف کی تلاوت کے لیے لیا، اور پہلے جزدان کو چوم لیا، پھر جلد کو چوما، اور پھر کھول کر تلاوت میں لگ گئے۔ یہ جزدان کے کپڑے کو نہیں چوما، یہ جلد کے چمڑے کو نہیں چوما، بلکہ جزدان کے اندر جلد میں چومنے کے قابل چیز ہمکو پہلے ہی سے نظر آگئی اُسکو چوم لیا۔ دال کو نہیں چوما، مدلول کو چوما، یا مدلول سے دال کی جو نسبت ہے اُسکو چوما۔ ہاں ہاں غلافِ قبر کو کوئی نہیں چومتا، اُسکی اُس نسبت کو چومتا ہے جو مقبور سے اُسکو حاصل ہے۔

ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ یہیں کتنا مقدس مقام، اور کسقدر اہم ایوان اور

کتنی خاص تاریخ میسر ہے، زمان و مکان کی شرافت پوری پوری موجود ہے، اور بعونہ تعالیٰ اخوان کی شرط بھی موجود ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ہم گنہگار نہیں، سیہ کار نہیں خطا شعار نہیں۔ لیکن ہاں ڈنکے کی چوٹ کہتے ہیں کہ ہم باغی نہیں، ہم غدار نہیں۔

زمانہ میں روشنی کے نام پر الحاد کی تاریک آندھیاں چلیں، دین فروشوں نے دین کے نام کو پیٹ کا دھندا بنایا، کھلے بازار میں ملت فروشی کی جا رہی ہے، ننگ فروشی قوم فروشی کا بلیک مارکیٹ قانون کی زد سے بھی آزاد ہے۔ نام دار العلوم رکھا اور کام ودیا مندر کا کیا۔ نام پوچھو تو احرار بتائیں، اور کام دیکھو تو غلاموں کی غلامی پر اترائیں۔ یا رسول اللہ سنکر گھبرائیں، اور "بندے ماترم" کا ترانہ گائیں، نعرۂ تکبیر سے الجھیں، اور اپنے باپو کی جے منائیں۔ مسلمانوں بیزار، اور مشرکوں کے علمبردار۔ اب تو تہذیب کا رنگ ایسا چڑھا ہے کہ پہچاننا دشوار ہے کہ مولوی جی ہیں یا مالوی جی ہیں۔ سب کچھ ہے، مگر اے خواجہ تیری خواجگی کے قربان کہ تیرے مست، تیرے ہی رہے، تیری تعلیم، تیرے پیغام سے ایک انچ نہ ہٹے چودہ سو برس کی پرانی لکیر کے فقیر بنے رہے، مشرک کے پاؤں پر توحید کو کھڑا نہیں کیا، اور کسی قیمت پر اپنے دین کو نہیں بیچا۔ نہ یورپ کی چال ان پر چلی، نہ اکثریت کی سرمایہ داری کا جال ان کو پھانس سکا، یہ خواجہ کی دہائی دینے والے، یہ میلاد و قیام والے، یہ نعرۂ تکبیر و نعرۂ رسالت والے اسی مقام پر رہے جہاں خواجہ کی کرامت نے اُن کو کھڑا کر دیا ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ کیسے اچھے ستھرے خواجہ والے غوث والے اخوان میرے سامنے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہمارا مقصد بھی نہایت بلند پایہ ہے آج ہمارا اجمیر میں وہی مقصد ہے، جو چشت کے راجہ کو صدیوں پہلے اجمیر لا چکا ہے جس نے جیلان والے غوث کو بغداد پہنچایا ہے، جسکے لیے اللہ کا حبیب مکہ سے مدینہ

اور پھر مدینہ سے فاتحانہ شان کے ساتھ مکہ پہنچا۔ جس مقصد کا مختصر اور صاف نام خدا کے دین کے پیغام اور اُس دینداری کی آزادی ہے ۔ ذرہ ذرہ کو مُسلم بنانا اور اسلام کے پرچم کو آزاد رکھنا ہے، انسان کو پاک کرنا، اور انسانی آبادی کو **پاکستان** بنانا ہے ۔

ہمیں اپنے خواجہ سے یہی کہنا ہے کہ زمانہ اب روشنی کی اہلیت واستعداد کو نہیں، بلکہ کیڑے مکوڑوں کی کثرتِ تعداد کو دیکھتا ہے۔ گوبر، پیشاب والوں کو پَوِتر، اور اللہ کے پاک بندوں کو ملیچھ کہا جاتا ہے۔ جن غداروں کو زمین پر قدم رکھنے کا حق نہیں اُن کو دیسی، اور جنکے لیے زمین پیدا کی گئی، اُن کو بدیسی کا لقب دیا جاتا ہے ۔ **فلسطین** میں ذلت کے مارے اور بے مسکن آوارہ دل کو مسلمانوں کے سینہ پر بسایا جا رہا ہے ۔ کعبہ میں فریضۂ حج پر ایک ایک ہزار کا ٹیکس لگایا جا رہا ہے ۔ **انڈونیشیا** کے مسلمانوں پر بے رحمی آزمائی جا رہی ہے اور بڑا غضب یہ ہے خواجہ! کہ آپ کا پڑھایا ہُوا کلمہ پڑھتے ہوئے کچھ ملت فروش دستار کے شملوں کو چوٹیوں پر، شلواروں کو چٹیوں پر، صرف چند ٹکوں کیلیے نچھاور کر چکے ہیں۔ نہروانیوں نے دوبارہ ایک نہرو بنالیا ہے۔ اب ایک جیپال نہیں بلکہ جیپالوں کی پلٹن ہو گئی ہے، اور ان سب کا مقصد یہ ہے کہ خواجہ والے مسلمان یعنی سُنّی مسلمان کو زندہ نہ چھوڑا جائے ۔

اے میرے خواجہ! آپ کے وفاداروں نے آپ کے اللہ اور آپ کے رسول اور آپ کے اخوان اولیاء کے خلاف آوازے سُننے تو نہ گستاخوں کے جُبّہ و دستار سے ڈرے، اور نہ ریش کی آرائش سے مرعوب ہوئے، اور صرف اسلیے ان کو چھوڑ دیا کہ بے انکے چھوڑے اے خواجہ آپ کا دامن چھوٹا جاتا تھا، جو کسی طرح قابلِ برداشت نہ تھا۔ شاید ہماری یہی ایک نیکی کام آئی اور اسی وفاداری پر

خواجہ کو رحم آگیا، کیونکہ بلاشبہ ہندوستان میں یہ **ولی الہند** ہی کی کرامت ہے کہ ہمارے اُن رہنماؤں کو بیداری بخشی جنکو رہنمائی کی سند زبانِ وحی سے ملی ہے۔ اب اُنکی نظر ہماری کمزوریوں پر نہیں، بلکہ اپنے بازوؤں کی قوت پر پڑنے لگی، وہ رہنما کون ہیں؟ یہی ہمارے پیر، ہمارے علماءِ اہلِ سنّت وجماعت، سارے پیر خانقاہوں کی چہار دیواریوں نکل پڑے اور میدان میں ڈٹ گئے، سارے علماء مدرسوں سے باہر بھی آکر کھڑے ہوگئے اور ارادہ کرلیا تو کہ پورے سُنیوں میں روٹھے ہوؤں کو منایا جائے، اُن کو مبلّغ بناکر ذمّہ داری دیجائے کہ مرنے سے پہلے فی کس دس نہیں تو ایک غیر مُسلم کو مسلمان کرنا ہے، اُنکو تعلیم دین سے آراستہ کرکے اُنکے علم کو، اُنکے عمل کو، اُنکے اخلاق کو پاک کردینا ہے، تاکہ جہاں وہ قدم رکھیں پاکستان ہو جائے۔ اب ایسے مدارس ناقابلِ برداشت ہیں جو سُنّیوں کی جیب پر ڈاکے ڈالیں اور سُنّیوں کے مفاد سے لڑتے رہیں، اور سُنّیوں میں انتشار پیدا کریں۔ اب تمام سُنّی مدارس کو ایک نظام میں لاکر اُن میں تعلیم و تربیت کی یکسانیت پیدا کرنی ہے۔ دارالقضاء، دارالافتاء سب کو مرکزی شان سے چلانا ہے، خانقاہوں کو آراستہ کرنا ہے، اور اُن میں تبلیغ و تعلیم کی رُوح پھونکنی ہے۔ المشائخ کلھم کنفس واحدۃ کرکے دکھانا ہے، ان پاکوں کا پاک عزم یہ ہے کہ رفتہ رفتہ **ہندوستان** کو **پاکستان** بناکر دکھا دینا ہے۔

یہی علماء و مشائخ اور ان کے برگزیدہ عزائم اور ارادے ہیں جنکا نام آل انڈیا سُنّی کانفرنس یا جمہوریت اسلامیہ ہے۔ اور [illegible] صرف علماء و مشائخ کی تعداد بیس ہزار سے زیادہ ہے۔ اور اس سُنّی کانفرنس کا آج خواجہ کی چوکھٹ پر جلسہ صرف اپنے خواجہ کے حضور حلف وفاداری اٹھانے کا ہے۔

میرے سُنّی بھائیو! اب ہم پر حجتِ الٰہیہ ختم ہوچکی، اور اگر ہم ان رہنماؤں سے بچھڑ گئے، تو میدانِ حشر میں ہمارے پاس کوئی جواب نہ ہوگا۔ ہمارے جگانیوالے پکار رہے ہیں کہ "سُنّیو! جاگو جاگو"۔ ہمارے ہوشیار کرنے والے آواز دے رہے ہیں کہ "سُنّیو! ہوشیار، خبردار"۔ ہمیں ترقی دینے والے بلا رہے ہیں کہ "آؤ بڑھے چلے آؤ"۔

اے سُنّی بھائیو! اے مصطفٰے کے لشکریو! اے خواجہ کے مستو! اب تم کیوں سوچو کہ سوچنے والے مہربان آگئے، اور تم کیوں رکو کہ چلانے والی طاقت خود آگئی۔ اب بحث کی لعنت چھوڑو۔ اب غفلت کے جرم سے باز آؤ۔ اُٹھ پڑو، کھڑے ہو جاؤ، چلے چلو، ایک منٹ بھی نہ رکو، پاکستان بنالو تو جاکر دم لو، کہ یہ کام اے سُنّیو! سُن لو کہ صرف تمہارا ہے۔

حضرات! میں نے بار بار پاکستان کا نام لیا ہے، اور آخر میں صاف کہدیا ہے کہ پاکستان بنانا صرف سُنّیوں کا کام ہے، اور پاکستان کی تعمیر آل انڈیا سُنّی کانفرنس ہی کریگی۔ اس میں سے کوئی بات بھی نہ مبالغہ ہے، نہ شاعری ہے، اور نہ سُنّی کانفرنس سے غلو کی بنا پر ہے۔ پاکستان کا نام بار بار لینا جسقدر ناپاکوں کو چِڑھے، اسی قدر پاکوں کا وظیفہ ہے، اور اپنا وظیفہ کون سوتے جاگتے اُٹھتے بیٹھتے، کھاتے پیتے پورا نہیں کرتا۔ اب رہا پاکستان کا رِ سُنّیان است، یہ ملک کی کسی سیاسی جماعت سے تصادم کے لیے نہیں کہا ہے، بلکہ ایک حقیقت ہے جسکا اظہار بلا خوف لومۃ لائم کردیا ہے۔ اول تو مسلم لیگ کے سوا کوئی ٹولی ایسی نہیں جو پاکستان کے ساتھ لفظی موافقت بھی رکھتی ہو، الکفر ملۃ واحدۃ۔ سارے ناپاکوں نے اپنے اندر بیشمار اختلافات رکھتے ہوئے پاکستان کے خلاف صف آرائی کرلی ہے، اور مسلم لیگ میں پاکستان کا پیغام کس سے پہنچا، اور لوگوں نے مسلم لیگ کا عقیدہ اسکو بنایا؟ اگر تاریخی طور دیکھا جائیگا، تو وہ صرف

سُنّی ہیں۔ پاکستان کے معنیٰ اسلامی قرآنی آزاد حکومت ہے۔ مسلم لیگ سے ہمارے سُنّی کانفرنس کی مجلسِ عاملہ کے رکن حضرت سید شاہ زین الحسنات صاحب سجادہ نشین مانکی شریف (سرحد) نے لکھوا لیا ہے کہ اگر ایکدم سارے سُنّی، مسلم لیگ سے نکل جائیں تو کوئی مجھے بتا دے کہ مسلم لیگ کس کو کہا جائیگا؟ اسکا دفتر کہاں رہیگا؟ اور اسکا جھنڈا سارے ملک میں کون اُٹھالے گا؟

[اسکے بعد حضرت محدّث صاحب قبلہ صدر آل انڈیا سُنّی کانفرنس نے حسب فرمائش اراکین و حاضرین، اُس معرکۃ الآرا خطبۂ صدارت کے چند اقتباسات سنائے جو آل انڈیا سُنّی کانفرنس کے اجلاسِ بنارس میں مقبولِ خاص عام ہو چکا تھا، اور فرمایا کہ]

میں اپنے سُنّی بھائیوں کو آخری پُر زور دعوت دیتا ہوا، کہ زندگی کی پہلی فرصت میں سُنّی جھنڈے کے نیچے آجائیں، جسکا سبز رنگ قُبّۂ خضرا کی سرسبزی سے ماخوذ ہے، اور جس کا ہلال بدرِ کامل ہونے کی تڑپ رکھتا ہے، اور جس کی چمک اپنے آغوش میں اُس سبز گنبد کو لیے ہے جس کے سایہ میں دین اور دنیا کی بھلائی قدرت نے رکھی ہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

فقیر ابوالمحامد سید محمد غفرلہٗ اشرفی جیلانی

(صدر آل انڈیا سُنّی کانفرنس!)

تراجم و مطبوعات ادارۂ نعیمیہ رضویہ سوادِ اعظم لاہور

مترجم فاضلِ جلیل حضرت علامہ مفتی حکیم سید غلام معین الدین نعیمی دامت برکاتہم

		پیسے — روپیہ
نعیم العطار	ترجمہ کتاب الشفاء (قاضی عیاض) حصہ اول	۴ — ۰
″ ″ ″	″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ حصہ دوم	۴ — ۰
ایامِ اسلام	یعنی ترجمہ "ماثبت من السنۃ" از شیخ محقق محدث دہلوی مکمل (عربی صرف ڈھائی روپے ٭ صرف اردو تین روپے)	۵ — ۰
اصول السماع	از علامہ فخر الدین زرّادی رحمۃ اللہ علیہ مع عربی و اردو	۰ — ۳۷
بکھرے موتی	ترجمہ "الدرر المنتثرہ فی الاحادیث المشتہرہ" للسیوطی	۱ — ۰
بشری الکئیب بلقاء الحبیب	(عربی مع ترجمہ) للسیوطی	۰ — ۶۳
تبییض الصحیفہ فی مناقب الامام ابو حنیفہ	للسیوطی	۰ — ۷
مسالک الحنفاء لابوی المصطفٰے	(عربی مع ترجمہ) للسیوطی	۱ — ۵۰
بشرح الغیب	ترجمہ "فتوح الغیب" مع اہم افادات شیخ محقق دہلوی	۲ — ۵۰
نعیم العرفان	ترجمہ "تکمیل الایمان" از شیخ محقق محدث دہلوی	۱ — ۵۰
نجدی مذہب	ترجمہ "الصواعق الالٰہیہ فی الرد علی الوہابیہ"	۰ — ۵۰
بیان المیلاد النبوی	للمحدث ابن جوزی (عربی مع ترجمہ)	۰ — ۵۰
سوانح کربلا	(از سیدی صدر الافاضل قدس سرہ)	۱ — ۵۰
سیرت صحابہ	(از سیدی صدر الافاضل قدس سرہ)	۱ — ۵۰
کتاب العقائد	(از سیدی صدر الافاضل قدس سرہ)	۰ — ۱۹
الطریق المحبوب	ترجمہ کشف المحجوب	۸ — ۰
حیاتِ صدر الافاضل		۳ — ۰
نعیم البیان فی تفسیر القرآن	پارہ اول	۳ — ۵۰
خطبۂ صدارت آل انڈیا سنی کانفرنس		۰ — ۴۰